اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ

نُورٌ عَلیٰ نُورٍ یَہدِی اللہُ لِنُورِہٖ مَن یَّشَاءُ

وَمَن لَّم یَجعَلِ اللہُ لَہٗ نُورًا فَمَا لَہٗ مِن نُّورٍ



تصوف اسلام کے موضوع پر ایک تحقیقی بلند پایہ کتاب جس کے
محض پڑھنے سے ہی آنکھوں میں نورِ معرفت کی چمک اور دل میں اسرارِ
غیبی کا ورود شروع ہو جاتا ہے۔

المسمّٰی

تذکرۂ نور

تصنیف کردہ

فقیر محمد ارشد پناہوی قادری سہروردی مہتمم دار العلوم
جامعہ صوفیہ پناہ کے شریف ڈاکخانہ منڈی برج ضلع لائلپور

شائع کردہ

انجمن خدام الاولیاء پناہ کے شریف ضلع لائلپور

ہدیہ چھ روپے

پہلا ایڈیشن سنہ ۱۹۶۵ء

تعداد . . . . ۵۰۰ پانصد

طبع . . . . بار اوّل

مصنف . . . . فقیر محمد ارشد پناہوی

ناشر . . . . انجمن خدام الاولیا

کتابت منظور احمد نعمانی

ہدیہ چھ۶ روپے

مطبع . . . . نقوش پریس لاہور

کتاب منگوانے کے پتہ جات

(۱) دربار غوثیہ سلطانیہ پناہ کے شریف براستہ اسٹیشن منڈی برج ضلع لائل پور

(۲) لاہور مولوی شمس الدین صاحب تاجر کتب زیر مسلم مسجد لوہاری گیٹ

(۳) دربار حضرت سلطان باہو حافظ عطا محمد صاحب کتب فروش دربار سلطان العارفین قدس سرہٗ تحصیل شور کوٹ ضلع جھنگ

فہرست مضامین کتاب تذکرۂ نور

انتساب

میں اس کتاب کو شہنشاہِ ولایت، تاجدارِ کرامت، آفتابِ نورِ معرفت، رہبرِ طریقت، سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز کے اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کی نگاہِ فیض بخش نے میرے مرشد و مربّی حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری کو جو دورِ حاضر کی سائنس اور دوسرے مغربی علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ تعلیم جدیدہ کے ماحول سے نکالکر عالمِ لاہوت میں داخل کیا، اور ترقی عقل و علم کے اس زمانے میں نورِ معرفت کو کائنات میں پھیلانے کی خاطر اپنی قبرِ اقدس سے توجہات دے کر ایک ہی نگاہ سے باطن کی تمام منازل انہیں طے کرادیں۔

چونکہ یہ کتاب حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے تربیت یافتہ اور آپ کے روحانی شاگرد رشید کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اس کو آپ ہی کے نام سے معنون کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں اور اس بارگاہِ عالیہ غوثیہ سروریہ سلطانیہ سے امیدوار ہوں کہ مجھے بھی فقیر صاحب قدس سرہٗ کے ذریعے فقر و معرفت کا مکمل حصہ ملے گا۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

فقیر محمد ارشد بناہوی القادری عفی عنہ

تعارف

مجھے اس کتاب کا تعارف لکھنے سے پہلے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا اعتراف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے صحیح مقام کو واضح کرنے کے لئے میں پورے طور پہ اس ذمہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکوں گا۔ لیکن برادرم بزرگوار نے یہ کام میرے ہی ذمہ لگایا ہے، انشاء اللہ العزیز حتی الامکان کوشش کروں گا کہ میں اپنے جذبات و خیالات کی صحیح ترجمانی کروں۔ خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس مقصدِ عالیہ میں کامیاب کرے۔

اس کتاب کا نام "تذکرہ نور" ہے۔ چونکہ حضرت فقیر محمد ارشد صاحب پناہوی کا اس کتاب کے تحریر کرنے میں مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے روحانی مربی اور پیر و مرشد حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو مختصر سی زندگی میں سیکھا ہے اور جو باطنی فیوض و برکات حاصل کئے ہیں ان کا تذکرہ کیا جائے اور اپنے پیرِ و مرشد کے کمالات و خوبیوں سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ اس لئے آپ کے نام مبارک کی وجہ سے "تذکرہ نور" سے موسوم کیا۔

فقیر صاحب قبلہ ایک مدت دراز تک اسی روحانی و باطنی پر اسرار و رموز وادی میں گھومتے رہے ہیں اور آپ کو اس کے ہر نشیب و فراز سے پوری طرح واقفیت تھی۔ آپ نے اپنے روحانی تجربات و باطنی مقامات کو اپنی تصنیف "عرفان" میں لکھ کر روحانیت کے بعض سے تاریک گوشوں کو واضح و روشن فرمایا ہے لیکن اس کے علاوہ آپ اکثر علمی باتیں اور تجرباتی امور کو طالبوں کے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس کتاب میں آپ کے مشن عالیہ تصوف کا خلاصہ بیش کیا گیا ہے۔ اور بعض دیگر اہم مسائل پر علمی بحث کی گئی ہے۔ اہل علم حضرات کے لئے یہ کتاب ایک بیش بہا تحفہ ہے۔ اور اہل ذوق صوفیوں و طالبوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور عوام کو روحانی علوم کے حاصل کرنے اور اس کا شوق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس موجودہ تاریک مادی دور میں جبکہ مذہب اور روحانیت کے نام سے ہی لوگ دور بھاگتے ہیں، اور مادی ترقی کے لئے دن رات کوشاں ہیں، ایسی کتابوں کی سخت ضرورت ہے۔ جس میں صرف منقولات کی ہی بھرمار نہ ہو بلکہ ذہنی و عقلی طور پر قبولیت کی صلاحیت بھی ہو۔ بحمد اللہ برادرم بزرگوار نے اس میں کافی حد تک کامیابی حاصل

کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نورانی سلسلہ کو ترقی عطا فرمائے اور آپ کے متوسلین اور معتقدین کو اس کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مصنف کی زندگی کے مختصر حالات پیش کروں تاکہ کتاب کے ساتھ قارئین کرام کو مصنف کا تعارف بھی حاصل ہو جائے۔ آپ کا مشہور اسم گرامی فقیر محمد ارشد پناہوی ہے۔ والد صاحب نے آپ کا نام رشید احمد رکھا تھا۔ بچپن میں آپ کا یہی نام تھا۔ مگر جب آپ ظاہری تعلیم حاصل کرنے کے لئے دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں تشریف لے گئے۔ تو آپ کے اساتذہ کرام بطور تخلص آپ کو ارشد کے نام سے بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ تخلص زیادہ مشہور ہو گیا۔ اور نام فقط کاغذات میں ہی رہ گیا، آپ نے سابقہ نام کی جگہ اسی تخلص کو اپنا نام ہی تجویز کر لیا۔ اور بطور تبرک نام سے پہلے محمد بڑھا دیا۔ اور پناہوی آپ اپنی جائے پیدائش پناہ کے شریف کی طرف نسبت کی وجہ سے تحریر کرتے ہیں۔ والد صاحب کا اسم گرامی مولانا مولوی محمد ظہور احمدؒ ہے اور دادا صاحب کا اسم گرامی مولانا محمد دینؒ ہے۔ یہ دونوں شخصیتیں ظاہری و باطنی علوم کی حامل تھیں اور بڑے متقی و پرہیز گار تھے۔ اور دونوں ہی سلسلہ نقشبندیہ میں خلیفہ مجاز تھے۔ اور للّٰہ شریف ضلع جہلم کی مشہور گدی سے منسلک تھے۔ ہمارا خاندان ایک صدی پیشتر موضع رائیکے تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں آباد تھا۔ ہماری آبائی موروثی زمین اب بھی وہیں ہے۔ ہمارا خاندان ابتدا ہی سے فقیر گھرانہ مشہور رہے۔ ہمارے پردادا صاحب حضرت محمد حسینؒ ضلع گجرات میں درویش صاحب کرامت مشہور تھے۔ پھالیہ سے جنوب میں تقریباً سات میل کے فاصلہ پہ دریا کے کنارے ایک گاؤں موضع "کالا" واقع ہے۔ ہر سال سیلاب کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جایا کرتا تھا سب کھیت و مکانات سیلاب کی نذر ہو جایا کرتے تھے ان لوگوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا ایک دفعہ جب سیلاب کے آثار نظر آنے لگے تو سب لوگ ہمارے پردادا حضرت محمد حسین صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی التجا کی اور کہا کہ ہم ششماہی ہر جنس سے اکیسواں ۲۱ حصہ نکال کر بطور نذرانہ آپ کے طلباء اور مہمانوں کی خدمت کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کیا کریں گے حضور مسکرائے اور ایک بوتل میں سرسوں کا تیل منگوایا اور دم کر کے انہیں فرمایا کہ اپنے گاؤں کے باہر جن حدود پر تم تیل ڈالتے جاؤ گے وہاں سے آگے سیلاب نہیں بڑھے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ سیلاب آیا مگر اس پھاٹکے

ہوتے تیل سے آگے نہ بڑھا۔ اور آج تک وہ گاؤں محفوظ ہے اب ہم آپ کی چوتھی پشت میں واقع ہیں۔ ابھی تک وہ لوگ ہمارے لنگر خانہ میں حصہ ادا کرتے چلے آ رہے ہیں، یہ انہیں کی روحانی زندگی کی وراثت تھی کہ ہمارے دادا مولانا محمد دین صاحبؒ کے دل میں ظاہری و باطنی علوم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے والد صاحب کی وفات کے بعد سفر اختیار کیا۔ مختلف علاقوں سے علم حاصل کرتے رہے۔ لیکن آپ کی روحانی تشنگی بڑھتی چلی گئی، آپ کو معلوم ہوا کہ چنیوٹ، ضلع جھنگ میں ایک عالم باعمل حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ نقشبندی رہتے ہیں، اور مکان شریف ضلع گورداسپور کے مشہور ولی زمان سیّد امام علی شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے وہ آپ کے ہم قوم، ہم وطن، اور دور کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ آپ عالم باعمل اور صاحب دل بزرگ تھے آپ کو ان کی خدمت میں رہ کر کچھ قلبی سکون نصیب ہوا۔ اور روحانی تشنگی میں کمی واقع ہوئی آپ میں جوہر باکمال دیکھ کر مولانا نور احمد صاحبؒ نے پیار و محبت کا سلسلہ اتنا وسیع فرمایا کہ آپ کو اپنا داماد بنالیا۔ اپنی لخت جگر سے آپ کا نکاح کر دیا۔ چونکہ آپ کی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے انہیں کو اپنا جانشین و خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور مزید ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کے لئے اپنی نگرانی میں لاہور و دیگر مقامات پر بھیجتے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد مولانا محمد دین صاحبؒ نے مزید روحانی ترقی کے لئے للّٰہ شریف ضلع جہلم کے مشہور ولی، خدا رسیدہ بزرگ حضرت خواجہ غلام نبی رحمتہ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا اور ان سے بھی خلافت حاصل کی، اور اپنے آبائی پیشہ کاشتکاری کو اختیار فرمایا۔ کچھ عرصہ تک چنیوٹ میں ہی رہے، اور پھر چک ۱۹۱ پناہ کے شریف ضلع لائل پور میں آکر آباد ہو گئے اور یہیں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ آپ باوجود عالم دین اور صاحب طریقت ہونے کے خود ہل چلاتے اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ لوگوں کو بیعت بھی فرماتے تھے۔ جمعہ کو وعظ بھی فرمایا کرتے تھے لیکن ان امور کو صرف رضائے الٰہی کے لئے سرانجام دیتے تھے۔ اور اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے کاشتکاری کرتے تھے۔ طالب علموں کو تعلیم بھی دیتے تھے۔ غرضیکہ آپ کی زندگی عجیب مجاہدانہ اور جفاکشی میں گذری۔ صبح کی نماز باجماعت ادا کر کے ہل چلانے کے لئے تشریف لے جاتے، ہل بھی چلاتے ساتھ ساتھ تلاوت و وظائف ادا کرتے جاتے، ادھر معتقدین کا ہجوم ہونا شروع ہو جاتا تاہل چھوڑ کر وہیں کھیت

میں بیٹھ جاتے کسی کو دم کرتے کسی کے لئے دعا فرماتے پھر گھر جا کر طلبا کو دینی کتب کا سبق بھی پڑھاتے اور پھر روحانی تشنگی والوں کے لئے شربتِ عشق بھی مہیا فرماتے کسی کو ورد و وظائف بتاتے کسی کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل فرماتے۔ آخر کار اللہ تعالےٰ کے گھر کی زیارت اور جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ دولت پہ حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ حج کی تیاری کر لی۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ حج کے لئے تشریف لے جانے لگے تو سب لوگ آپ کو الوداع کرنے کے لئے گاؤں سے باہر آئے۔ مریدین و معتقدین کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا آپ نے فرمایا دعا کرو اب اللہ تعالےٰ ہمیں ادھر ہی رکھے۔ اب ہم اس دنیا سے سیر ہو چکے ہیں۔ حج کے بعد پھر یہاں آ کر دنیا کی آلودگیوں میں ملوث نہیں ہونا چاہتے۔ آپ کی یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ آپ حج ادا کر کے اور حاضری روضہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد واپس تشریف لاتے ہوئے راستہ میں ہی آپ کا وصال ہو گیا جب آپ حج پر تشریف لے جا رہے تھے تو اس وقت ہمارے برادر مکرم بزرگوار فقیر محمد ارشد صاحب ایک سال کے تھے آپ کو بچپن میں ہی ان سے بے حد محبت تھی۔ آپ ہی نے ان کا نام رشید احمد رکھا اور فرمایا کہ انشاء اللہ یہ رشید یعنی (نیک) ثابت ہو گا۔

ہمارے والد صاحب کے ایک خاص مرید میاں محمد حنیف موضع چک ع ۱۳ نور کا کھوہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مولوی محمد ظہور احمد صاحبؒ لاہور تشریف لے گئے میں بھی شریکِ سفر تھا آپ مزار پُرانوار حضرت داتا گنج بخش رح پر حاضر ہوئے۔ آپ نے نہایت الحاح و زاری سے دعا فرمائی کہ اللہ آپ کی طفیل مجھے فرزند عنایت فرمائے جو عالم دین اور صوفی ہو اور ہماری خاندانی روایات کو روشن کرنے والا ہو چنانچہ دوسرے سال ہی فقیر صاحب کی پیدائش ہوئی والد صاحب فرماتے ہیں کہ محمد ارشد کے پیدا ہونے میں ابھی ایک ماہ باقی تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا میرے دونوں پاؤں کے درمیان ایک نہایت روشن بلب چمک رہا ہے اور اس کی روشنی اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی تعبیر میں یہ بتلایا گیا کہ اب کے تمہارا فرزند جو پیدا ہو گا، وہ عالم باعمل ہو گا اور اس کے علمی و روحانی فیض سے بہت سے لوگ مستفیض ہوں گے۔

ہمارے والد ماجد مولانا ظہور احمد صاحبؒ بہت بڑے عالمِ دین اور صوفی تھے۔ روحانیت کا حصہ تو آپ کے خمیر میں ہی شامل تھا۔ انسانی جسم اور طبیعت میں سب سے زیادہ عادات و خصائل میں ننھیال کا حصہ ہوتا ہے۔ آپ حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ جینوٹی کے نواسے تھے، جن کے کمالات و بزرگی اور جن کی خوبیوں سے اس علاقے کا بچہ بچہ واقف ہے۔ آپ کی نظر اکسیر

پر بڑا تاثیر تھی جس کی طرف توجہ فرماتے اسے اللہ والا بنا دیتے گنجی بار کی تمام قوموں کو دینِ اسلام سے آپ نے با خبر کیا اور تمام لوگوں میں کلمۂ طیبہ کا ذوق اور اس کی نورانیت کو لوگوں کے دلوں میں داخل کیا۔ آپ کی شان میں آپ کے عقیدتمندوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور اسے ایک کتابی شکل میں عنقریب شائع کیا جا رہا ہے۔ ایک مستقل کتاب "اسرار تصوف" آپ کی شان میں لکھی جا چکی ہے آپ کے مرید خاص حکیم و ڈاکٹر احمد علی لاہوری مرحوم نے یہ کتاب تصنیف کر کے دو جلدوں میں شائع کی۔ اس کتاب پر بھی کچھ نظرِ ثانی کر کے عنقریب شائع کی جا رہی ہے۔

حضرت مولانا محمد ظہور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد و زاہد اور مشہور واعظ تھے۔ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ فارسی زبان و عربی زبان پر آپ کو بہت دسترس حاصل تھی۔ آپ نے اپنی ساری زندگی اس علاقے میں تبلیغ و تعلیم پر صرف کی۔ اس وقت پناہ کے شریف کے قرب و جوار میں جس قدر گاؤں ہیں سب کے آئمہ کرام اور بہت سے عالموں کو آپ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے ایک متوکلانہ زندگی بسر کی اور ریاضت و عبادت کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا۔ کبھی مطالعہ کتب فرمانے میں مشغول ہوتے۔ پھر طلباء کو دینی کتب کا سبق دیتے پھر ورد و وظائف۔ ادائیگی نوافل و مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ اُن کی تمام زندگی کی رودئیداد بیان کی جائے تو اس کا خلاصہ صرف یہی ہے۔

برادرم بزرگوار فقیر محمد ارشد صاحب نے ابتدائی پرائمری تعلیم پناہ کے شریف میں ہی حاصل کی اور پھر قبلہ والد صاحب کی زیرِ تربیت اسلامی و دینی تعلیم کا آغاز کیا تمام فارسی نظم و نثر و فقہ کو والد صاحب سے پڑھا۔ برادرم بزرگوار کو بچپن سے ہی تہجد اور ورد و وظائف سے خاص لگاؤ تھا اور قبلہ والد صاحب نے اس شوق اور لگاؤ کو مزید پروان چڑھایا جس کے نتیجہ میں برادرم بزرگوار کی طبیعت روحانی علوم اور عبادت و ریاضت کی طرف ہمیشہ مائل رہی اور ہے۔

ہماری والدہ صاحبہ نہایت ہی پارسا، عالمہ، عابدہ اور عفت و پاکیزگی کا مجسمہ تھیں اور یہ حقیقت ہے کہ برادرم بزرگوار کی روحانی زندگی میں سب سے زیادہ حصہ والدہ ماجدہ کے دودھ کا ہے۔

مختصر تاریخی آئینے میں آپ کی زندگی کو یوں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ ۵ مئی ۱۹۲۵ء کو پناہ کے شریف ضلع لائل پور میں آپ پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں یعنی ۱۹۳۰ء میں اپنے گاؤں

کے پرائمری سکول میں داخل ہوتے ۱۹۳۴ء میں سکول سے فارغ ہو کر والد صاحب سے عربی و فارسی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ مزید عربی تعلیم کے حصول کے لئے ۱۹۳۷ء میں دارالعلوم عربیہ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں داخل ہوئے۔ ایک سال وہاں رہے۔ پھر ۳۸ء میں منڈی تاندلیانوالہ میں مولانا محمد علی صاحب سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۳۹ء میں مدرسہ انجاب العلوم چنیوٹ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ قریبہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں داخل ہوتے۔ ایک سال کے بعد ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا۔ اور یہاں عرصہ سات سال تعلیم حاصل کرتے رہے۔ تفسیر، حدیث، منطق، فلسفہ، علم الکلام، علم الاصول، حاصل کیا۔ ۱۹۴۷ء میں جس سال پاکستان معرض وجود میں آیا تھا، پورا بارہ سالہ درس نظامیہ کا کورس ختم کر کے آخری سندی امتحان دیا اور سند حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں طبیہ کالج انجمن حمایت الاسلام لاہور میں داخل ہوئے۔ ۱۹۵۱ء میں حکیم حاذق کا کورس پاس کر کے سند حاصل کی۔ طبیہ کالج کی تعلیم کے دوران میں ہی طبعی رجحانات، اور روحانی علوم کا شوق از سر نو جاگ اٹھے۔ آپ نے اس روحانی پیاس کو بجھانے کے لئے ظاہری پیر اور کامل مرشد کی تلاش شروع کی۔ اور اس مقصد کے لئے آپ نے بڑے لمبے لمبے سفر اختیار کئے، کالج کے دوران میں ہر سال گرمیوں کی تین ماہ کی چھٹیوں کو اس نیک مقصد پر صرف کیا۔ اس دوران میں آپ نے مختلف علاقوں کے سفر اختیار کئے۔ کوئٹہ، کراچی۔ سندھ، ملتان، پشاور وغیرہ یعنی پاکستان کے کونہ کونہ میں تشریف لے گئے، اور مختلف درویشوں اور صوفیوں سے ملاقاتیں کیں لیکن طبیعت کسی کی طرف مائل نہ ہوئی۔ آخر کار والدہ صاحبہ کے پیرو مرشد حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ (جو کہ حضرت قبلہ شیر محمد رح شرقپوری کے نامور خلیفہ تھے) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے آبائی سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ سے بہت فیض حاصل کیا بلکہ اس روحانی محل کی بنیاد حضرت شاہ صاحب نے ہی رکھی، مگر آپ ان دنوں سخت علیل تھے۔ برادرم بزرگوار نے ایک دفعہ علالت کے دنوں میں شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضور مجھے سلوک کے باطنی مقامات طے کرنے کا بے حد شوق ہے، آپ کی طبیعت ناساز ہے کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اندر سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کی خوشبو آتی ہے، اور ان کی کتابیں مطالعہ کرنے کا حکم دیا، چند دنوں کے بعد

شاہ صاحب وفات پا گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

چنانچہ برادرم بزرگوار نے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں خرید کر مطالعہ شروع کیا۔ دن بدن آپ کی عقیدت حضرت سلطان باہو رح سے بڑھتی گئی۔ آخر کار سلطان صاحب کے باطنی اشارہ سے ہی (جس کا ذکر اسی کتاب میں دوسری جگہ موجود ہے) قبلہ فقیر نور محمد صاحب سے بیعت کر لی۔ اور راہ سلوک کی پُر اسرار وادیوں میں سیاحت شروع کی ۱۹۵۵ء میں آپ کی شادی ہوئی، اور یہ شادی بھی قبلہ فقیر صاحب کے حکم سے کی۔ اور پورے سات سال فقیر صاحب سے فیوض و برکات حاصل کئے، اور ۱۹۶۰ء میں قبلہ فقیر صاحب کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بعد کسی دوسرے پیر کی ضرورت تو باقی نہ تھی لیکن طبیعت ابھی مزید ترقی کی خواہاں تھی، اور ظاہری تعلیم کے لئے کسی بزرگ کو پیر صحبت بنانے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لئے پھر سفر کرنا اور تلاش کرنا شروع کیا۔ اسی دوران میں حضرت پیر سید طاہر علاؤ الدین صاحب گیلانی (جو کہ حضرت غوث الثقلین سیدنا غوث عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور نقیب الاشراف ہیں) سے ملاقات ہوئی۔ آپ سے بہت فیوض و برکات حاصل کئے۔ اور آپ نے بیعت کرنے کی اجازت و خلافت عنایت فرمائی۔ اس دوران میں برادرم بزرگوار مشرقِ وسطیٰ اور ایران و عراق کے بزرگوں سے فیضیاب ہو کر روضۂ مبارک حضور غوث الثقلین پہ بھی حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ مگر روحانی تشنگی بجھانے کے لئے کسی ظاہری پیر صحبت کا ہونا ضروری تھا، اور جو تسکین قبلہ فقیر صاحب کی صحبت میں ملتی تھی وہ میسر نہ ہو سکی، آخر کار جوئندہ یابندہ کے مصداق آپ گرمیوں کے موسم میں مری تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت بابا قاسم رحمۃ اللہ علیہ موہڑوی کے مزار اقدس پہ دعوت پڑھی۔ فیض مانگا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس جو کچھ تھا اپنی زندگی میں ہی درویشوں اور فقیروں کو بانٹ دیا تھا۔ اگر فیض لینا چاہتے ہو تو کہوٹہ جاؤ وہاں ہمارا ایک خلیفہ ہے وہ ہمارے فیوض و برکات کا صحیح نمونہ ہے۔ چنانچہ اسی سال ہی کہوٹہ تشریف لے گئے اور لوگوں سے دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ ایک شاہ صاحب حضرت موہڑوی کے خلفاء میں سے یہاں سے تین میل دور پہاڑوں میں قیام پذیر ہیں اور اس جگہ کا نام گھمول شریف ہے۔ وہاں پہ پہنچ کر طبیعت کو کچھ سکون نصیب ہوا۔ جو فیض حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے حاصل ہوتا تھا وہ

فیض اس در سے نصیب ہوا اور جو باطنی رشتہ فقیر صاحب سے کی ظاہری زندگی سے وابستہ تھا اور آپ کی وفات کے بعد ٹوٹ چکا تھا وہ آپ ہی کے صدقہ میں پورا ہوگیا حضرت شاہ صاحب بھی فقیر صاحب کے مداح ہیں۔ شاہ صاحب نے بھی برادرم بزرگوار کو قادری سلسلہ میں بیعت فرمایا اور خلافت بھی عنایت فرمائی اور آپ کی صحبت سے بہت فیض نصیب ہوا۔

اس وقت آپ نے پناہ کے شریف میں دربار غوثیہ سلطانیہ اور دار العلوم جامعہ صوفیہ کی کی بنیاد ڈالی ہے اور دن رات تصوف۔ اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ صوفیوں کے روحانی مشن کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے اور صوفیوں کی روحانی زندگی کو اپنانے کے لئے سعی بلیغ فرما رہے ہیں۔ آپ کے جو اس سلسلہ میں دلی منصوبے ہیں خدا کرے کہ وہ پورے ہوجائیں۔ اور اگر پورے ہوگئے تو یقیناً آپ دنیائے تصوف پہ بہت بڑا احسان کریں گے۔

ویسے خدا کے فضل و کرم سے ہر مجلس اور ہر جگہ آپکو فوقیت حاصل رہی ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ سب طلباء سے زیادہ قابلیت کے مالک تھے۔ حزب الاحناف لاہور میں جمعیت الطلبا کی بنیاد آپ نے ہی ڈالی۔ اور ہمیشہ آپ اس کے صدر رہے۔ طبیہ کالج کے دوران میں سٹوڈنٹس یونین طبیہ کالج کے ہر سال صدر منتخب ہوتے رہے۔ آپ لاہور میں کئی جگہ پر خطیب رہے ہیں۔ اور فن تقریر میں آپکو علمائے کرام کی صف میں ہمیشہ ایک اعلیٰ مقام حاصل رہا ہے۔

مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کے صدر حضرت مولانا ابوالحسنات صاحب آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اسی جماعت کے سنہ ۱۹۴۸ء میں جوائنٹ سیکرٹری اور سنہ ۱۹۴۹ء میں سیکرٹری منتخب کیے گئے۔ مرزائیوں کے خلاف آل پارٹیز مسلم کنونشن میں ہر جماعت کی طرف سے دو دو نمائندے لئے گئے تھے ان میں آپ حزب الاحناف کی طرف سے نمائندہ چنے گئے۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں جب مغربی پاکستان کے گورنر سردار عبدالرب نشتر تھے۔ سردار صاحب کو صوفیا سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ اس لئے آپ نے ریڈیو پاکستان پر صوفیائے اسلام کے موضوع پہ ہر جمعرات کو سلسلہ تقاریر شروع کرایا۔ جس میں ایک جمعرات مولانا ابوالحسنات اور دوسری جمعرات برادرم بزرگوار تقریر فرماتے رہے اور یہ سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔ اور یہ تقاریر بہت مقبول ہوئیں۔ میرا ارادہ ان تقاریر کو ترتیب دے کر شائع

کرنے کا ہے لیکن برادرم بزرگوار شہرت و خود نمائی سے دور بھاگتے ہیں۔ اس لئے کچھ دلچسپی نہیں لیتے۔ بہر حال میں کوشش کروں گا کہ یہ قیمتی ارشادات بھی صفحہ قرطاس پہ آجائیں اور ضائع ہونے سے بچ جائیں۔

آپ ۱۹۶۳ء میں کوئٹہ میں اسلامی اکیڈمی کے پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی عالمی جماعت کے سیکرٹری منتخب ہوئے ہیں۔ اسی سال لاہور میں ایک تقریر کے سلسلہ میں سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار بھی ہوئے اور آپ کو جیل بھی جانا پڑا۔ اب آپ کا ارادہ ہے کہ تصوّف اسلام کی صحیح تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ اور چند ایک ایسی کتابیں تصنیف کی جائیں جو اسباق تصوّف اور صوفیائے کرام کی تمام کتابوں کا نچوڑ ہوں۔ جن میں صحیح اسلامی تصوّف کو پیش کیا جائے اور غیر اسلامی تصوف کا قلع قمع کیا جائے چنانچہ یہ کتاب اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے خدا کرے آپ ان مقاصد عالیہ میں کامیاب ہوں اور آپ کا وجود مسعود دنیا و دین کے لئے مفید ثابت ہو۔

آمین

فقیر عبد العزیز سروری فاضل علوم شرقیہ لائن سپرنٹنڈنٹ الیکٹریسٹی واپڈا۔ شالامار لاہور ۱۸

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت قبلہ مرشدی فقیر نور محمد صاحب قادری سروری قدس سرہٗ العزیز کی سوانح حیات پر حضور کے صاحبزادہ اور جانشین جناب عبدالحمید صاحب زید مجدہٗ نے ایک مستقل کتاب "حیات سروری" کے نام سے تحریر فرمائی ہے میرے محترم پیر بھائی ڈاکٹر محمد رفیق حجازی بھی "فیض سروری" کے نام سے ایک کتاب شائع کر چکے ہیں اور ایک کتاب "تذکرہ سروری" کے نام سے تحریر فرما رہے ہیں۔ حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب نے صاحب البیت ادری بمافیہ کے مطابق اپنے والد گرامی قدر کے سوانح کو بہت عمدہ طریق سے پیش فرمایا ڈاکٹر حجازی صاحب بھی حضور کے پرانے خادموں میں سے ہیں اور حضور کی صحبت عالیہ سے تا دیر فیض یاب رہے ہیں اس لئے وہ بھی آپ کی زندگی اور تعلیم پر پوری طرح روشنی ڈال سکتے ہیں۔ اب مجھ جیسا تشنہ کام انسان جسے ابھی حضور کو زیادہ قرب کی نگاہوں سے ہی طویل مدت تک دیکھنا نصیب نہ ہوا تھا اور ابھی جام معرفت سے چند گھونٹ ہی پیئے تھے کہ بادہ عرفان کی مستی سے ساغر دنیا کی ہوش نہ رہی ہو اور اسی عالم میں محفل ہی اٹھ گئی ہو وہ اس ساقی میخانہ معرفت کے متعلق کیا بیان کر سکتا ہے تاہم اظہار عقیدت کے طور پر اور اس مربی و پیشوا کو ہدیہ تشکر پیش کرنے کے لئے یہ چند پھول آپ کے قدموں پہ نچھاور کرتا ہوں میں نے اس مختصر سوانح حیات میں آپکی مقدس زندگی کا مختصر سا خاکہ پیش کیا ہے اس کے بعد حضور کے ساتھ بیعت کرنے سے جو احوال و کیفیات اور مشاہدات سات سال کی زندگی میں مجھ فقیر کو حاصل ہوئے انہیں اپنی محدود قابلیت کے مطابق پیش کیا ہے علاوہ ازیں چند ان حقائق کا ذکر بھی کیا ہے جو اس دوران میں تصوف کے مطالعہ سے اور کچھ فقیر صاحب کی صحبت میں رہ کر دامن قلب میں جمع کرتا رہا یہ کتاب پیش کرنے کا مقصد نہ اپنی کسی قابلیت و اہلیت کا اظہار ہے، نہ کسی ذاتی کمال کا تذکرہ۔ اس کا بنیادی مقصد اپنے مرشد و مربی کی ایک یاد ہے جو کتاب کی صورت میں زندہ رہے اور یہ کتاب متلاشیان حق اور متجسسان راہ حقیقت کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔

منزلیں راہ حقیقت کی بتانے کے لئے ۔ چھوڑ جا نقش قدم اوروں کے آنے کے لئے

تفصیلی طور پر تصوف کی حقیقی روح سے روشناس ہونے کے لئے حضرت قبلہ فقیر صاحب کی کتاب عرفان (حصہ اول و دوم) حق نما شرح نور الہدیٰ اور سلطان الاوراد کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ میری اس کتاب میں جو کچھ تذکرے کئے گئے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے جس کسی کے حجابات نفسانی دور ہو جائیں اور حقیقی اور سچی ذات سے رابطہ اور محبت پیدا ہو جائے استدعا ہے کہ وہ اس فقیر بے مایہ کے لئے بھی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی حقیقی عرفان کی چاشنی سے بہرہ یاب کرے آمین۔ ؎

خاک کو اکسیر کرتی ہے نگاہ اولیاء ۔ ان کی مجلس سے ہی دل پاتا ہے تسکین دوا

مقدمہ

ویسے تو اسلام کے مختلف پہلوؤں پر کم فہم اور بے یقین لوگوں نے بارہا کئی قسم کے اعتراضات کیے اور مختلف اوقات میں علمائے کرام نے ایسے اعتراضات کے دندان شکن اور منہ توڑ جواب دیئے لیکن جتنا جرح و اعتراض تصوف پر کیا گیا ہے شاید ہی کسی دوسرے اسلامی نظریہ پر "تنا کیا گیا ہو۔

؎ اے درد کہوں کس سے بیانِ ازِ محبت ۔ عالم میں سخن چینی ہے یا طعنہ زنی ہے۔

ایسے ہی معترضین کی زبان پر ایک یہ بات اکثر رہی ہے کہ ملت اسلامیہ کو سب سے زیادہ نقصان نظریہ تصوف نے پہنچایا ہے اور ملت کی اکثر بیماریوں کی وجہ تصوف ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تصوف میں رہبانیت کا سبق ہے اور کشمکش حیات سے گریز ہے اس لئے ہماری اقتصادی، معاشرتی تمدنی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں غیر اسلامی فکر و کردار، ہندو مذہب، بدھ مت اور جوگیوں، پنتھوں اور دیگر مذاہب کے کچھ قوانین شامل کر لئے گئے ہیں جس سے اتباع شریعت سے انحراف کی راہیں پیدا ہو گئی ہیں۔

بعض مخالف تصوف علماء جن میں مولانا مودودی بھی شامل ہیں نے افیون کا نشہ اور قوائے ملت کو مضمحل کرنے والی بیماری قرار دیا۔ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت امام غزالی کی زندگی میں تصوف پسندی ہی کو سب سے بڑا عیب قرار دیا اور ان کے تجدیدی کارناموں پر تصوف کو ایک "بدنما داغ" کہا۔ آئے دن نئی روشنی کے لوگ بھی قسم قسم کے اعتراضات و خرافات سے تصوف اسلام کو مورد طعن و تشنیع اور ہدف الزامات بنائے رکھتے ہیں۔ تصوف کے بارے میں اس معاندانہ رویہ اور منفی انداز فکر کی وجوہ تین ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اسلامی تصوف کی حقیقی روح سے ناواقف ہیں اور اصطلاحات تصوف سے آگاہ نہیں۔ ساتھ ہی غلط قسم کے صوفیوں اور جاہل متصوفوں کا کردار انہیں تصوف سے برگشتہ کر گیا ہے۔ دوسری وجہ فلسفہ اور عقلی نظریات اور دور حاضر کی ساحری ہے جس نے لوگوں کے دلوں میں خدا و رسول کی محبت سے منہ پھیر کر دہریت اور الحاد و زندقہ کی طرف کر دیا ہے چنانچہ ان کے لئے ایسے علم سے روگردانی

لازم ٹھہرتی ہے جو صرف رجوع الی اللہ اور اتباع رسول کا علمبردار ہے تیسری وجہ وہ مذہبی مبلغ اور علماء ہیں جن کے پاس نہ قلب بیدار ہے نہ نگاہ بصیرت وہ ظاہر پرست عشق و محبت سے خالی اور لذات روح و قلب سے ناواقف ہیں وہ خواہ مخواہ کی مخالفت اور عداوت پر تلے ہوئے ہیں وہ عوام میں صوفیوں کے خلاف جذبات کو بھڑکاتے رہتے ہیں اور جھوٹے صوفیوں کے قصے سنا سنا کر صحیح اسلامی تصوف کے حاملین پر گندگی کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے حقیقی تصوف سے بھی لوگوں کو متنفر کیا جو مذہب کی روح اور اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے جس کی اساس شریعت جس کا معیار کتاب و سنت اور جس کی علامت اتباع رسول کا کمال ہے اس کو مورد الزامات قرار دینا حقیقت میں تاریخ اسلام سے چشم پوشی ہے اور حق و باطل سے عملاً انحراف ہے تصوف کی مستند کتابوں سے اتباع شریعت کی صرف تلقین ہی نہیں بلکہ عملی تکمیل کی ہدایات ملتی ہیں معترضین محض برائے اعتراض حافظ شیرازی کے اس شعر کو اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں ۔

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

انہیں چاہیئے کہ وہ حضرت شیخ سعدیؒ کے اس شعر کو بھی ذرا پڑھ لیا کریں ۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ادھر جو لوگ شرعی قیود سے آزاد ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں ۔ حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام
وہ علامہ اقبال کے اس شعر پر بھی غور کیا کریں

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

شریعت کی پابندی کے متعلق صوفیائے کرام کے بے شمار اقوال ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بے شریعت اگر ہوا پر اڑتا نظر آئے تو بھی اسے زندیق سمجھو، حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں ۔

ہر مراتب از شریعت یافتم ٭ پیشوائے خود شریعت ساختم

حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی ایک خط میں لکھتے ہیں ۔ اے برادر در التفات مراتب فقراء اگر امروز خواہی کہ دریابی بجانب شریعت او نگاہ کن کہ شریعت معیار است عیار فقیر بر شریعت روشن می گردد ۔ اے برادر اگر تم آج فقراء کے مراتب کا پتہ لگانا چاہو تو ان کے اتباع شریعت

نظر کرو کیونکہ شریعت معیار ہے اس کسوٹی پر فقیر کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔ (مکتوبات کلیمی)

خواجہ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں ؎

جاوید در متابعت مصطفےٰ گزیں | تا نور شرع او شود بر تو مقتدا

حقیقت یہ ہے کہ جس عمل کو کتاب و سنت رد کریں وہ "زندقہ" ہے جس شخص کی زندگی کتاب و سنت کے مطابق نہیں اسے طبقۂ صوفیا سے شمار ہی نہ کرنا چاہیئے چہ جائیکہ اس کے عمل کو سامنے رکھکر صوفیائے کرام کی زندگی پر طعن و تشنیع کی جائے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ اکثر صوفی جاہل ہوتے ہیں یہ مسلک حقیقی جہلا کا ہے۔ تاریخ تصوف کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صوفیائے کرام نے ظاہری علم حاصل کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

علم ظاہر ہمچو مسکہ علم باطن ہمچو شیر | کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی کا ایک قول حضرت داتا گنج بخشؒ نے نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں

اجتنب صحبة ثلاث اصناف من الناس العلماء الغافلین والفقراء المداهنین والمتصوفة الجاهلین ط

تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے ایک غافل عالم سے، دوسرے مکار فقیر سے تیسرے جاہل صوفی سے۔

علامہ ابن جوزی تصوف کے حامیوں میں نہیں تھے لیکن باوجود اس کے ان کو اعتراف کرنا پڑا ہے۔

وما کان المتقدمون فی التصوف الا رؤسا فی القرآن والفقه والحدیث والتفسیر ط

قدمائے صوفیا قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر کے امام تھے۔

رہبانیت کا سبق دینے کا الزام لگانے والے اگر تھوڑا سا بھی غور سے کام لیں تو ان پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ جس دنیا سے اجتناب کرنے کے متعلق صوفیائے کرام کے اقوال ہیں وہ سب لے اعتدالانہ استعمال ہے خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے سے منع نہیں کرتے۔ وہ اس میں دل کو اس قدر آلودہ کر لینے سے منع کرتے ہیں جس سے خدا کی یاد میں غفلت پیدا ہو۔

؎ دنیا میں تو ایسا ہو رہ جل مرغابی ساغر میں ‏ ‏ ‏ نام خدا کا ایسا جپنا جوں چت ناری گاگر میں

عارف نار دمی نے اس حقیقت کو اس شعر میں پیش کیا ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن ‏ ‏ ‏ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اگر اسی کا نام رہبانیت ہے تو یہ طے کرنا ہوگا پھر اسلام نے ہمیں کیا سکھایا ہے؟

یہ بھی حقیقت پسندی سے کتنا اغماض ہے کہ تصوف کو قوائے ملت مضمحل کرنے کا الزام دیا گیا ہے حالانکہ صوفیائے کرام کی زندگی یہ بتاتی ہے کہ وہ ہمیشہ سرگرم عمل رہے اور جب بھی ملت صحیح راستہ سے بھٹکنے لگی اس کو بلا خوف و خطر صوفیوں ہی نے راستہ دکھایا نتیجہ احیائے ملت کا کام سب سے زیادہ انہی لوگوں نے کیا بڑی بڑی سلطنتوں کے طنطنہ اور جاہ و جلال کے آگے سر خم نہ کیا وہی بات کہتے رہے جو حق تھی اور [illegible] اور رسول کی رضامندی حاصل ہوتی ہو۔ حضرت حسن بصریؒ سے لے کر حضرت مجدد الف ثانی تک کتنے ایسے آفتاب و ماہتاب ہیں کہ ان کی زندگیاں اس کی دلیل ہیں یہ اعتراف تو مغربی منکروں کو بھی کرنا پڑا۔ مثلاً مشہور مستشرق پروفیسر گب نے کہا کہ تاریخ اسلام میں بار ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ پھر بھی وہ مغلوب نہ ہو سکا اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیہ کا انداز فکر فوراً اسکی مدد کے لئے آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی (اسلامک کلچر آکسفرڈ یونیورسٹی ۱۹۴۳ء) اب ہم اغیار کی اس رائے کے مقابل اپنوں کی رائے دیکھتے ہیں تو اقبال کے الفاظ میں ان سے یہی کہہ سکتے ہیں۔ ؎ کچھ قدر تو نے اپنی نہ جانی ‏ ‏ ‏ یہ کم سوادی یہ کم نگاہی (

اس میں شک نہیں کہ کوئی تحریک خواہ وہ کتنی ہی اچھی ہو امتداد زمانہ کی وجہ سے افراط و تفریط اور قطع و برید سے محفوظ نہیں رہ سکتی جس طرح فقہ کے مسائل میں متکلمین نے فلسفیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے قسم قسم کے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے اسی طرح جب ظاہر و باطن کے حاملین میں مقابلہ شروع ہوا تو دونوں طرف سے زیادتی پیدا ہوئی اور دو الگ الگ راستے ثابت کرنے کے لئے نئے نئے انداز فکر قائم ہو گئے کہیں دنیا پرستی سے گریز کو رہبانیت کی شکل دے دی گئی اور کہیں حسن پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی اور نغمہ و سرود کو روحانی ترقی کا جزو قرار دے دیا گیا۔ ان تمام نقائص اور افراط و تفریط کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ صوفیائے کرام نے ہمیشہ اس قسم کی غلط چیزوں کو روکنے کے لئے خوب مقابلہ کیا اور رہبانیت خلاف شرع باتوں کے خلاف مصروف جہاد رہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں ‏ ‏ ‏ کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہان اور

سطور آئندہ میں یہ سعی کی جائے گی کہ صوفیائے کرام کے مشن کے حقیقی خدوخال قارئین کرام کے سامنے آجائیں اور جو شکوک و شبہات بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کو دور کیا جائے۔ حضور قبلہ فقیر صاحب کی یہ ہمیشہ کوشش رہی کہ موجودہ دور کے تعلیم یافتہ طبقہ کو جو تصوف کے نام سے ہی بیزار ہے صحیح تصوف کی تعلیم سے روشناس کیا جائے اور غلط تصوف اور بے راہ رو صوفیوں سے بیزار کرنے کے لئے ان کی مکاریوں، عیاریوں کو طشت ازبام کیا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے اپنی تصنیف عرفان حصہ اول کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا تاکہ یورپ زدہ نوجوان تصوف کی صحیح تعلیم سے واقفیت پیدا کر سکیں ؎

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے تھے انداز خسروانہ

تصوف کا ماخذ

تصوف کا ماخذ کیا ہے؟ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے علمائے اسلام اور مستشرقین نے اس مسئلہ پر مختلف آراء کا اظہار کیا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تصوف یونانی فلسفہ کے زیر اثر پیدا ہوا ہے۔ تصوف کا شیدائی ڈاکٹر نکلسن نے اس خیال کو پورے وثوق سے پیش کیا ہے بعض کی رائے ہے کہ ویدانت سے ماخوذ ہے بعض کا خیال ہے کہ بدھ مذہب سے اس کا استخراج کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں حقیقی رائے قائم کرنے سے قبل اس مسئلہ پر غور کر لینا چاہیئے کہ اگر دو تحریکوں کے بعض اصول میں یکسانیت ہو یا فروعی مسائل میں مشابہت ہو تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایک دوسرے سے ماخوذ ہیں تصوف اسلام ایک جداگانہ اور مستقل حیثیت رکھتا ہے اگر بعض باتوں میں وہ ایرانی فلسفہ سے یا زرتشت کے اصولوں سے یا ویدانت کے مسائل سے مشابہت رکھتا ہو تو یہ ان سے ماخوذ ہونے پر دلالت نہیں کرتا اسی سلسلے میں یہ شبہے پیدا ہوئے کہ مسئلہ وحدت الوجود فلسفہ ویدانت سے مشابہ ہے اور وحدت کا عرفان فکر و عقل سے نہیں بلکہ مشاہدہ اور حضور نفس کے ذریعے حاصل ہونے کا مذہب افلاطونی مسلک ہے۔ اسی کو صوفیا نے اپنا لیا ہے یا ہم کہ فنا بقا کے مسائل حقیقت محمدیہ، وحدت ادیان، قبض و بسط اور مختلف قسم کی نئی اصطلاحیں جو بعد میں وضع کی گئی ہیں یہ ابتدائے اسلام میں نہ تھیں تاہم اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ان اصطلاحات کی وضع سے پہلے

بھی اسلام کا نظام تصوف اپنی روحانی زندگی تربیت اور کمالات کے ساتھ ایک باقاعدہ، ممتاز و منفرد اسلوب کار کے طور پر موجود تھا۔ تصوف دراصل ایک فطری تقاضا ہے جس کی طرف ہر مذہب و ملت اور ہر قوم کا متوجہ ہونا ضروری ہے ہر قوم ایک خاص وقت میں ظاہر سے ہٹ کر باطن کی طرف راغب ہو جاتی ہے اور اس کی اصلاح و تربیت کے لئے راہ تلاش کرتی ہے ان میں یکسانیت کا ہونا بعید از قیاس نہیں چند اور بھی فطری تقاضے ہیں جن میں مماثلت پائی جاتی ہے مثلاً بدن صاف رکھنے کے لئے غسل کرنا، دانتوں کو پاک و صاف رکھنا، قضائے حاجت کے بعد استنجا کرنا، کھانا منہ کی طرف سے کھانا، اولاد حاصل کرنے کے لئے ایک ہی بیوی سے متعلق رہنا، سخاوت، ہمدردی، جان نثاری، اخوت، محبت اور متعدد دوسرے مسائل ہیں جن میں مسلمان تنہا نہیں بلکہ ہندو، عیسائی، یہودی، زرتشتی بھی یکساں ہیں غرضیکہ سینکڑوں ایسی چیزیں موجود ہیں جن میں سب مذاہب مشترکہ نظریوں کے حامل نظر آتے ہیں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر پچھلے مذہب نے پہلے مذہب سے ان باتوں کو سیکھا ہے یہ تو انسانی فطرت کے تقاضے ہیں جن میں تمام انسان جبلی طور پر یکساں ہیں پھر تاریخی طور پر بھی یہ بات کبھی ثابت نہیں کی جا سکتی کہ زرتشت کے مذہب اور فلسفہ ویدانت اور یونانی فلسفہ سے تصوف ماخوذ ہوا ہے اسلئے کہ یونانی کتابوں کے تراجم کا آغاز سب سے پہلے مامون رشید کی خلافت کے زمانہ سے ہوا۔ جس سے فلسفہ یونان سے مسلمانوں کو آشنائی ہوئی اور تصوف تو اس سے پیشتر بھی موجود تھا، فلسفہ ویدانت کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہونا ثابت نہیں پھر اہل عرب اس سے کس طرح آشنا ہوتے عقیدہ توحید وجودی کو سب سے پہلے فلسفیانہ انداز میں محی الدین ابن عربی نے پانچویں صدی ہجری میں پیش کیا وہ سپین کے رہنے والے تھے آپ کو کبھی ہندو فلسفہ سے روشناس ہونے کا موقعہ نہیں ملا اگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نوفلاطونیت کے نظریہ سے وحدت الوجود کا مسئلہ اخذ کیا گیا ہے تو اس میں بھی ایک بات قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ نوفلاطونیت اور صوفیائے اسلام کے عقیدۂ توحید میں فرق ہے۔ اول الذکر کے لحاظ سے خدا موجود فی العالم بھی ہے اور اس سے ماوریٰ بھی، چونکہ یہ تمام موجودات کی علت ہے اس لئے ہر جگہ موجود ہے اور چونکہ تمام اشیاء سے علیحدہ بھی ہے اس لئے کہیں بھی نہیں ہے، تصوف میں وہ ہر جگہ موجود ہے اور یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہیں نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا خیال ہے کہ مختلف روحانی سلسلوں نے اذکار و اشغال کے جو طریقے اختیار کئے وہ مخصوص علاقوں کے بسنے والوں کے عادات و اطوار اور طبعی رجحانات کے پیش نظر اختیار کئے گئے ہیں ہو سکتا ہے کہ مشائخ نے دیگر مذاہب کے ان نظریات کو جو اسلامی اصولوں سے نہ ٹکراتے ہوں اور ماحول و مصلحت کے پیش ان کو قبول کرنا اگر ضروری ہو گیا ہو انہیں قبول کر لیا ہو اسلام کے لئے استحادِ عمل

کے پہلوؤں پر عمل کرنا مضر نہیں تھا بلکہ مفید تھا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

یٰاھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآءٍ بیننا و بینکم ط	اے کتاب والو آؤ ہم تم ایک بات پر جو ہمارے تمہارے درمیان یکساں ہیں متفق ہو جائیں۔

لیکن اس کے لئے پیغمبرانہ بصیرت دین کا وجدان اور حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے والی نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ گمراہی کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔

تصوّف اسلام

صحیح بات یہ ہے کہ تصوف کا منبع و مخرج قرآن و حدیث ہے اور اس کا عملی نمونہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور صحابہ کرام کی زندگی ہے آیئے ہم بتائیں کہ صوفیائے کرام کے اصول قرآن و حدیث اور حضور کی زندگی کی روشنی میں ہی متعین ہوتے ہیں اور ان کے حقیقی مآخذ قرآن و سنت ہی ہیں۔

خلوت نشینی

صوفیوں کے نزدیک کچھ مدت کے لئے دنیا سے منہ پھیر کر صرف خدا کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا پڑتا ہے۔ غار حرا میں دنیا سے دور الگ تھلگ تنہائیوں میں حضور علیہ السلام کا کافی عرصہ بیٹھے رہنا اس خلوت نفس کے جواز کے لئے بیّن ثبوت ہے اسی سے تصفیہ نفس اور تنقیہ قلب اور راحت روح کا دروازہ کھلتا ہے قرآن کریم نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ قد افلح من تزکّی۔ ترجمہ:۔ وہ کامیاب ہوا جس نے تزکیہ نفس حاصل کر لیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و کیفیات میں یہ بھی فرمایا۔

یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ	رسول اللہ تمہارے نفسوں کو پاک صاف کرتے ہیں تمہیں کتاب سکھاتے ہیں اور حکمت سکھاتے ہیں۔

حکمت سے مراد اس کی باطنی رموز و حقائق سے واقف کرنا ہے۔

خدا کی ذات میں فکر و تامّل، احقاق حق، معرفت نفس میں اس قدر منہمک رہنا کہ سُکر و محویت اور غیاب و شہود کی کیفیت پیدا ہو جائے یہ مقامات خود حضور علیہ السلام کی زندگی میں نمایاں ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں جب آپ اسی کیفیت میں تھے۔ آپؐ نے جب حضرت عائشہ کو دیکھا تو پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولیں میں عائشہ ہوں!

پھر آپؐ نے دریافت فرمایا عائشہ کون؟

حضرت عائشہ نے جواب دیا ابوبکرؓ کی بیٹی!
آپ نے دریافت فرمایا ابوبکر کون؟
وہ بولیں، محمدؐ کے دوست
آپ نے فرمایا کون محمدؐ؟"
اب حضرت عائشہ خاموش ہوگئیں کیوں کہ انہوں نے جان لیا کہ اس وقت آپ دوسری کیفیت میں ہیں۔

اسریٰ اور معراج سے (حضور کے لئے جسمانی ہونے کے باوجود) ایک انتہائی روحانی کمال کا پتہ چلتا ہے۔ صوفیہ کے مکاشفات فتوحات ومشاہدات عالم ملکوت وجبروت کی سیر بے بنیاد افسانے نہیں بلکہ ان سب کی اساس وبنیاد حضورؐ کی یہی سنت ہے۔

سادہ لباس، سادہ غذا، عبادت سے شغف حضور علیہ السلام کی زندگی ان سب کی آئینہ دار ہے۔ احادیث کے مطابق حضور کی عبادت کا یہ حال تھا کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے تھے۔ پھر احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نے آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف کا زندگی بھر ناغہ نہیں فرمایا پنجگانہ نماز کے علاوہ نوافل کی کثرت، استغفار، اور ذکر وفکر توکل وصبر دنیا سے بیزاری کا اظہار، یہ سب چیزیں حضور کی زندگی میں نمایاں تھیں۔ حضورؐ نے اس عمل بابرکت کے علاوہ ارشاد بھی فرمایا کہ

۱:۔ دنیا سے نفرت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا (ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے)

۲:۔ اللہ جب اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ دنیا کی نفرت اس کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ اور دنیا کے عیوب اس کے سامنے کھول دیتا ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۳) جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جو دنیا سے نفرت کرتا ہے تو اس کا قرب حاصل کرو تمہیں حکمت بتائیگا۔

(رواہ ابویعلیٰ فی الترغیب الترہیب)

(۴) اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے جو کچھ فرض کیا ہے اس پر عمل کر کے بندہ مجھ سے قریب ہو سکتا ہے نوافل کی پابندی کر کے بندہ مجھ سے قریب اور میرا محبوب ہو جاتا ہے جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو وہ جو کچھ سنتا ہے میں سنتا ہوں اور وہ جو کچھ دیکھتا ہے میں دیکھتا ہوں میں اس کے ہاتھ سے پکڑتا اور اس کے پاؤں سے چلتا ہوں الخ (رواہ البخاری)

اب کتاب وسنت کی روشنی میں آپ ملاحظہ فرمائیں کہ تصوف باہر سے نہیں آیا بلکہ خالص اسلامی تعلیمات اور سنت نبوی کا نتیجہ ہے۔

محبت الٰہی

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ محبت صرف اللہ ہی سے ہوتی ہے

(۲) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ط ترجمہ (فرما دیجئے کہ اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھنے والے ہو تو چاہیئے کہ میری پیروی کرو تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا)

(۳) فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّہُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ ۔ (عنقریب اللہ ایک گروہ سچے خدا پرستوں کا پیدا کر دے گا جنہیں خدا کی محبت حاصل ہوگی اور وہ اللہ کو محبوب رکھنے والے ہوں گے)

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم اجعل حبک احب الی من نفسی و اھلی و من الماء البارد (الٰہی تو اپنی محبت کو میری جان سے میرے عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب بنا)

رضائے الٰہی

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ط

(بے شبہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت سب اسی پروردگار عالم کیلئے ہے)

ذکر الٰہی

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ۔ (پس تم اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے لیٹے یاد کرو)

اللہ تعالیٰ مقبول بندوں کے متعلق فرماتا ہے

(۲) یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ط (جو خدا کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے یاد کرتے ہیں)

(۳) تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ط

(جن کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں وہ خوف اور امید کے ساتھ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں)

(۴) واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا ط

(اللہ کے نام کا ذکر کرو اور ہر چیز سے کٹ کر اس کی طرف ہو جاؤ)

عبادت الٰہی میں انہماک

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔)

(۲) تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا ط

تم ان کو دیکھو گے کہ رکوع میں جھکے ہوئے اور سجدہ میں پڑے ہوئے خدا کے فضل اور خوشنودی کو تلاش کرتے ہیں۔

(۳) ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک ط

(بیشک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب اور آدھی رات اور ایک تہائی کے بعد اٹھتے ہیں اور آپ کے ساتھ ایک جماعت بھی اٹھ کر نماز پڑھتی ہے)

(۴) واعبد ربک حتی یاتیک الیقین ط

(اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کرو جب تک کہ تجھ کو موت آجائے۔

صبر

یا ایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا

(ایمان والو صبر سیکھو، صبر کرو اللہ تعالیٰ سے رشتہ استوار رکھو۔

(۲) انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ط

(اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دیتا ہے)

(۳) ولمن صبر وغفر ان ذالک من عزم الامور ط

(جو شخص صبر کرے اور توبہ کرے تو بیشک یہ عزم امور ہے)

(۴) ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم والصابرین ط

(ہم تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ جان لیں کہ تم میں مجاہدین اور صابرین کون ہیں)

توکّل

(۱) وتوکل علی الحی الذی لا یموت (اللہ پر بھروسہ کرو جو زندہ ہے اور جسے موت نہیں آسکتی)

(۲) وعلی اللہ فلیتوکل المومنون (اور وہ اللہ ہی ہے جس پہ ایمان والے توکل رکھتے ہیں۔)

(۳) فاذا عزمت فتوکل علی اللہ (جب ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو)

توبہ

استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ (اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس سے توبہ کرو)

(۲) وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنین لعلکم تفلحون (اللہ سے توبہ کرو اے ایمان والو تاکہ تم فلاح پاؤ)

(۳) یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا (اے ایمان والو اللہ سے توبہ کرو توبۂ نصوح)

دنیا سے نفرت و بیزاری

(۱) واعلموا انما الحیوۃ الدنیا لہو ولعب (جان لو دنیا کی زندگی لہو ولعب ہے)

(۲) وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور (حیات دنیوی کی متاع فریب کے سوا کچھ نہیں)

(۳) یا ایہا الذین آمنوا ان وعد اللہ حق فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا (اے لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے ایسا نہ ہو کہ دنیا کی زندگی تمہیں فریب میں مبتلا کردے)

وحدت وجود و وحدت شہود

(۱) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن وہ اللہ نے پھینکی۔)

(۲) اللہ نور السموٰت والارض (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا)

(۳) فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (جس طرف تم منہ کرو گے اسی طرف اللہ کا رخ ہے۔)

(۴) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم (وہ لوگ

جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں سوا اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پہ اللہ کا ہاتھ ہے۔

(۵) ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم ط (وہی اوّل ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے)

قربِ ذاتی

(۱) ادعونی استجب لکم (تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا)

(۲) وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر ط (اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے)

(۳) نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون ط (ہم اس سے تمہاری بہ نسبت قریب تر ہیں مگر تم نہیں دیکھتے)

(۴) ونعلم ما توسوس بہ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں اس کے جی میں اور اس سے رگ جان سے زیادہ قریب ہیں)

ان آیات کریمہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ صوفیائے کرام توبہ، صبر، توکل، ذکر الٰہی، دنیا سے نفرت، محبت الٰہی، وجود و شہود، قرب و معیت کی جن کیفیتوں سے گزرتے ہیں وہ تمام تر اللہ کریم کے واضح احکام اور فرمان کی اطاعت ہی سے اور اس کی عطا اور نوازش سے ہوتی ہے۔ پھر ایک اور بات سنیئے کہ اصحاب صفہؓ کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں ہمہ وقت انہماک کو ایک خاص طبقہ کے لئے برا نہیں سمجھتے تھے۔ سورۃ انعام اور سورۃ کہف میں ان بزرگوں کی عبادت و ریاضت کی تعریف کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم (ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی ذات پاک کی خواہش رکھتے ہیں دور مت رکھیے اور اپنی آنکھیں یعنی توجہ کی نگاہ ان کی طرف رکھیے اور ان کو نظر حقارت سے نہ دیکھیے۔ اسی واسطے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں ان کو دیکھتے تو فرماتے کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں خدا تعالیٰ نے تمہاری بابت مجھ پہ عتاب فرمایا۔

احادیث نبوی میں جس چیز کو احسان کہا گیا ہے وہ تصوف ہی ہے چنانچہ صحیحین میں ہے

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

احسان یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ کی عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس حدیث شریف پر بحث کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ حقیقی تصوف یہی ہے۔

احادیث نبویہ میں ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن سے اولیاء اللہ کی شان اور ان کے مقام کا پتہ چلتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

ان من عباد اللہ لاناسا ما هم بانبیاء ولا شهداء يغبطهم الانبياء والشهداء يوم القيامة بمكانهم من اللہ عز وجل تعالیٰ رجل من هم وما اعمالهم لعلنا نحبهم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم ان وجوههم لنور لا يخافون اذا خاف الناس ولا يحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ الا ان اولياء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون ط

اللہ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا شمار نہ انبیاء میں ہے نہ شہداء میں ہے لیکن انبیاء و شہداء جن پر قیامت کے دن اللہ کی سرفرازی دیکھ کر رشک کریں گے ایک آدمی نے سوال کیا وہ کون لوگ ہیں تاکہ ہم انہیں محبوب رکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہرہ پر نور ہیں اور جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو یہ ذرا بھی ہراساں نہ ہوں گے اور جب وہ لوگ غمگین ہوں گے تو ان کے پاس غم بھٹکنے بھی نہیں پائے گا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ جان لو اولیاء اللہ پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔

وحدت وجود اور وحدت شہود کے متعلق صحیح رائے

نامناسب نہ ہوگا کہ تصوف پر جو غلط اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے جوابات دیتے ہوئے بعض صحیح اعتراضات کو تسلیم بھی کر لیں کیونکہ کسی معاملہ میں تعصب اور ہٹ دھرمی جائز نہیں۔ نظریہ وحدت وجود کی خواہ کتنی بھی تاویلیں کریں اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جب تک یہ مسئلہ صرف حال تک محدود رہا تب تک تو قابل تسلیم تھا لیکن جب اسے قال کا جامہ پہنا کر عوام کے سامنے لا گیا تو اسمیں گمراہی کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا چنانچہ وحدت وجود کا تصور اہل اسلام میں سب سے پہلے تیسری صدی میں ذوالنون مصری کے اثر تعلیم سے رونما ہوا وہ باشندہ مصر ہونے کے سبب سے اشراقیت جدیدہ سے متاثر تھے جس میں وحدت وجود کا فلسفیانہ نظریہ اپنے ارتقاء کی منازل طے کر چکا تھا یہ تو خارجی اثر تھا اب اندرونی حالات کے متعلق اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ قرآن مجید میں خدا کے حاضر و ناظر، ظاہر و باطن و قاہر و غالب، نور السموٰت والارض اور قادر مطلق ہونے کا ذکر بار بار آیا ہے۔ اس قسم کی آیات سے فکر پسند طبائع میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا کہ ہم سب کچھ نہیں جو کچھ ہے وہی ہے یہ احساسات تصور وجودیہ کی بنیاد قرار پا گئے لہذا ذوالنون مصری رح کے نعرۂ ہمہ اوست پر لبیک کہنا دشوار نہ تھا لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتداء میں یہ عقیدہ محض ذوق و وجدان پر مبنی تھا اور اس میں کوئی استدلالی شان پیدا نہیں ہوئی تھی۔ گاہ گاہ اہل تصوف کی زبان سے بے اختیار طور پر ایسے کلمات نکل جاتے تھے جن سے توحید وجودی کا عقیدہ مترشح ہوتا تھا۔ مثلاً بایزید بسطامی کا قول کہ سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں میری شان کتنی بلند ہے) کو ان ابتدائی کلمات میں نمایاں طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں اہل اسلام پر بیرونی فلسفہ اور علوم اثر انداز ہونے لگے ایک طرف سے فلسفۂ یونان دوسری جانب سے ایرانی عقائد اور ویدانتی تصورات راہ پانے لگے۔ ان حالات میں توحید وجودی کا عقیدہ فلسفیانہ رنگ سے ظہور پذیر ہوا اور اس مسئلہ کو فلسفیانہ انداز کے ساتھ سب سے پہلے شیخ محی الدین ابن عربی رح نے تعلیمات تصوف میں جگہ دی ہندوستان میں لودھیوں کے عہد میں چند ایسے لوگ ہوئے جنہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے عقائد کو ملا جلا کر ایسے فرقوں کا آغاز کیا جن میں دونوں مذہبوں کی تعلیمات کا رنگ موجود تھا کبیر کا اس میں شمار انہیں میں سے تھا

اس نے بھگتی کے نام سے ایک تحریک شروع کی جس کی بدولت ہندو جوگیوں کے خیالات و مشاغل یوگ کے طریقے حبس دم وغیرہ اہل تصوف کے حلقوں میں راہ پا گئے انہیں حالات میں مسئلہ وحدت الوجود کے زیر اثر مذہبی اختلافی فضا میں رنگ اتحاد بڑھنا شروع ہوا عہد اکبری میں دین الٰہی کی بنیاد بھی انہیں اثرات پر تعمیر کی گئی لوگوں میں روز بروز گمراہی پھیلتی گئی آخر کار مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے نظریۂ وحدت الوجود کی تردید کی اور اس کی بجائے نظریہ وحدت الشہود کی تعلیم دی اور اہل تصوف میں اتباع شریعت کے جذبہ کو جو عہد اکبری میں سرد پڑ چکا تھا از سر نو زندہ کیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے جو علوم ظاہری کے ماہر ہونے کے علاوہ تصوف کے ماہر بھی تھے انہوں نے ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود اور مجدد الف ثانی کے نظریہ وحدت الشہود میں تاویل کر کے اسے صرف نزاع لفظی قرار دیا اور ان دونوں نظریوں میں مطابقت ثابت کرنے کی کوشش کی اسی زمانہ میں دارا شکوہ نے تصوف اسلامی اور ہندوستانی یوگ کو یکجا کر کے دونوں طریقوں میں مشابہت ثابت کرنے کی کوشش کی مجمع البحرین اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی چنانچہ لودھیوں کے زمانہ میں اسلامی اور ہندی عقائد کی آمیزش جو شروع ہوئی تھی وہ ایک باضابطہ شکل اختیار کرنے لگی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوفیوں میں بعض فرقے ایسے پیدا ہو گئے جن کے اشغال و عادات، لباس اور طرز بود و باش اسلامی نقطۂ خیال سے قابل اعتراض تھے فرقہ ملنگیاں اور مداریاں انہیں حالات میں قائم ہو گئے تھے ہمہ اوست کے عقیدے نے عوام کو جہالت دیباعائی کا ایک بہانہ مہیا کر دیا اسی طرح ہندوستان میں تصوف انحطاط کی طرف مائل ہونے لگا تاہم ایسے مردان حق سے یہ فضا کبھی خالی نہیں رہی، جو اسلامی تصوف کو اس کے حقیقی رنگ میں زندہ رکھنے میں کامیاب رہے۔

مسئلہ توحید

قرآن کریم میں توحید کو واضح، سہل، صاف اور سادہ رنگ میں پیش کیا گیا ہے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا گیا جو فلسفیانہ اور منطقی نظریوں کا حامل ہو جسے ترقی یافتہ دماغ ہی قبول کر سکیں توحید باری اسلام کا پہلا اصول ہے حضور علیہ السلام نے اس کو آسان اور عام فہم طریقہ سے لوگوں کے سامنے پیش کیا لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) قرآن کریم نے بھی صاف اور سہل طریقوں سے سمجھایا

(۱) اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم (اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں،

وہی زندہ اور جہان کو سنبھالنے والا ہے۔)

(۲) لا الٰہ الّا ھو یحیی ویمیت (اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے۔)

(۳) قل ھو اللہ احد (کہدو اللہ ایک ہے)

(۴) لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا (بفرض محال زمین و آسمان میں خدا کے سوا چند معبود ہوتے تو دونو کب کے برباد ہو گئے ہوتے۔)

بالکل سیدھی صاف بات ہے کائنات اور اس کی اشیا ہمہ وقت مشاہدہ میں رہتی ہے، ان کا کوئی خالق ضرور ہے وہی خدا ہے اس کی ذات واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں

حضور قبلہ کا نظریہ

حضور قبلہ سے بیعت ہونے سے پہلے میرا عقیدہ وحدت الوجود کے مسئلہ پہ راسخ تھا اور منطق و فلسفہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے مجھے اس مسئلہ میں بڑی دلچسپی تھی۔ میں نے شیخ اکبر اور عبدالکریم جیلی اور مولانا جامی مولانا رومی اور موجودہ دور کے میر ولی الدین اور غوث علی شاہ صاحب پانی پتی کی کتابوں کو اچھی طرح پڑھا اور اس نظریہ پر پوری طرح قائم تھا میں نے اس مسئلہ پہ اکثر علماء سے بحث کی اور ان کو ہرا دیا مگر حضرت قبلہ کا نظریہ چونکہ وحدت الشہود تھا اس لئے باطنی طور پہ آپ نے مجھ پہ اثر ڈالا اور مجھے اس دلدل سے نکال کر وحدت الشہود کے مسئلہ کا قائل کر دیا۔

چنانچہ میں نے ایک روز دریافت کیا کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے رسالہ روحی سے تو پتہ چلتا ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود صحیح ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ پہ پورا غور وخوض کیا ہے اور مدتوں اس وادی پرخار میں بھٹکتا رہا ہوں آخر کار باطن میں حضرت سلطان العارفینؒ نے رہنمائی فرمائی اور فرمایا کہ میرا مسلک وحدت الشہود ہے اسی دن سے میں اس پہ قائم ہوں چنانچہ رسالہ روحی کی شرح مخزن الاسرار صفحہ ۱۲۴ میں آپ نے فرمایا ہے "یہ مشرب ہمہ اوست" لغزشوں اور ٹھوکروں سے پر ہے مشرب ہمہ اوست اگر توحیدی اور حالی ہے تو اس کے جواز کی صورت ہو سکتی ہے۔ لیکن عوام اہل تقلید لوگ اس مشرب میں بڑی بھاری لغزش کھاتے ہیں اور کائنات کی ہر شئے کو ذات واجب الوجود کا مظہر خیال کر کے اس کے پوجنے اور پرستش کرنے کا جواز نکال

دیتے ہیں۔ چنانچہ حسن پرستی، بت پرستی، پیر پرستی، قبور پرستی، سورج پرستی، آتش پرستی، اوتار پرستی، بادشاہ پرستی غرض تمام غیر پرستی کے جواز یہاں سے نکلتے ہیں" صفحہ ۴۵ پہ لکھتے ہیں دو سو اس مشرب میں جو لوگ اہل توحید صاحب حال ہیں وہ معذورین مجذوبین کہلاتے ہیں اور جو لوگ اہل تقلید صاحب قیل وقال ہیں وہ ضالین اور راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں سوم فرقہ ان بلند حوصلہ قوی استعداد اور دور بین لوگوں کا ہے کہ جن کی ارواح اور قلوب پر جب روز ازل میں الست کی تجلی ہوئی تو دنیا میں بھی ان لوگوں نے وعدہ بلیٰ کو کما حقہٗ ایفا کیا ان لوگوں نے نور حق کو مقام ربوبیت میں اور اپنے وجود کو مقام عبودیت میں الگ الگ دیکھا انہوں نے دنیا میں آکر دل وجان سے اسکی ربوبیت کا اظہار کیا اور اپنی عبودیت کا ظاہری و باطنی اور عملی و علمی طور پر اقرار کیا ان لوگوں نے اپنے حادث وجود میں اس کے قدیم رنگ سے اس کی معرفت اور شناخت کا فائدہ اٹھایا اور اسی کے شمع جمال پر پروانہ وار جل کر اپنے آپ کو اس پر مٹایا اور اپنے اور تمام غیر ماسویٰ مطلوبوں اور کل نفسانی مقصودوں اور جملہ فانی معبودوں کی نفی کر کے اسکی ذات واجب الوجود کو ثابت کیا اور اپنے آپ کو اسکی ذات حی وقیوم میں فنا کر کے اس کے وصل اور مشاہدے سے جام بقا پیا۔ یہ فرقہ ہمہ ازوست کا ہے سو یہ تین قسم کے فرقے ہوئے ایک فرقہ وہ ہے کہ جس کا خیال ہے ہمہ بے اوست یعنی کائنات بغیر خالق کے ہے دوسرے فرقے کا خیال ہے ہمہ اوست سب وہی ذات واجب الوجود ہے سوم فرقہ صادق و مصدوق، اہل سنت والجماعت اہل حق ہے جو سمجھتے، جانتے اور دیکھتے ہیں کہ ہمہ ازوست یعنی سب کچھ اسی سے ہے اور وہ سب کا خالق و مالک ہے لیکن اس کی ذات مخلوق کے گرد و غبار سے پاک اور منزہ ہے الخ سلطان الاوراد صفحہ ۴۶

وحدت الوجود

حضور قبلہ فقیر صاحب کے اس نظریۂ وحدت الشہود کو ثابت کرنے کے لئے میرا جی یہ چاہتا ہے کہ یہاں ان دونوں نظریوں کا خلاصہ عرض کر دوں اور پھر ان میں سے ایک کی تردید اور ایک کی تائید کر دوں تاکہ قارئین کرام اندازہ لگا سکیں کہ فقیر صاحب کا نظریہ دلائل پر مبنی ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے جس مسئلہ پر شرح و بسط سے بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں اس کا ماحصل صرف چند الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) وجود صرف وحدت کا ہے یعنی حقیقی وجود کے اعتبار سے ہستی وحدت ہی وحدت ہے یا بالفاظ دیگر وحدت (یعنی خدا) کے سوا کسی دوسری شئے کا وجود ہی نہیں لیکن کائنات اور اس کی بے شمار اشیاء ہر وقت انسان کے مشاہدے اور استعمال میں رہتی ہیں وہ بدیہی طور پر موجود نظر آتی ہیں لیکن

وجود کو وحدت محض میں منحصر کر دینے کے بعد ان سب کے وجود سے انکار کرنا لازمی ہے جو یہ ظاہر تعجب انگیز اور ناقابل قبول معلوم ہوتا ہے اس لئے وجود کائنات کی کیا تاویل کی جائے؟ جواب یہ ہے کہ کائنات وجود تو رکھتی ہے لیکن اس کا وجود حقیقی نہیں وہ خدا کے وجود کا صرف پرتو ہے خدا کی صفات میں اگرچہ تعدد ہے لیکن تمام صفات عین ذات ہیں کائنات تجلی صفات کا نام ہے اس لئے وہ بھی اپنے ظہور میں عین ذات ہے۔ شاید اسی تاثر کے تحت اقبال نے بھی کہا کہ

میں کہاں ہوں تو کہاں ہے یہ مکاں کہ لامکاں ہے؟
یہ جہاں تیرا جہاں ہے کہ تری کرشمہ سازی؟

(۲) وجود کائنات فی نفسہ کچھ نہیں صرف صفات کا ظہور ہے اور چونکہ صفات عین ذات ہیں اس لئے کائنات اور ذات میں علاقہ عینیت ہے اور ذات چونکہ وحدت مطلق ہے اس لئے وجود صرف وحدت ہی وحدت کا ہے جو ہمہ اوست سے تعبیر کیا جاتا ہے

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے نمود سیمیائی

اس طرح کائنات ایک قسم کے نظریۂ ظہور سے وجود میں آئی جس کی تفصیل ابن عربی اور اس کے متبعین نے اس طرح کی ہے حضرت قبلہ فقیر صاحب نے بھی رسالہ وحی کی شرح میں ان تنزلات ستہ کو تسلیم کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وجود مطلق ناقابل تعین ہے مرتبہ احدیت لاتعین ہے وجود کو اپنے ظہور یا تعین کے لئے پانچ منازل سے گذرنا پڑتا ہے پہلی دو منزلیں صرف علمی ہیں باقی تین خارجی ہیں ذات بحت ہر قسم کے اطلاق و تعین، وصف و نعت، اسم و رسم اور ظہور و بطون ہر قسم کی کلیت و جزئیت اور عمومیت و خصوصیت تمام اعتبارات و اشارات سے مبرا اور منزہ تھی اس کو صوفیائے کرام نے مرتبہ ھاھوتیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔

اب ذات یہاں سے تنزل کی طرف حرکت کرتی ہے حرکت اول میں وحدت اپنے وجود مطلق سے باخبر ہو جاتی ہے اس منزل میں صفات کا علم اجمالی ہوتا ہے حرکت ثانی میں وحدت اپنے صفات دیکھنے کا تفصیلاً علم حاصل کر لیتی ہے۔ یہ دونوں حرکات حدود زمانی سے ماورا ہوتی ہیں اور ان کو محض ذہنی تصور کیا جاتا ہے۔ تنزل اول کو حقیقت محمدیہ اور مرتبہ یاھوت اور تنزل ثانی کو مرتبہ احدیت یا مرتبہ لاھوت کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اس کے بعد حقیقی تنزل کی ابتداء ہوتی ہے منزل ثالث کا نام تعین روحی ہے جس میں وحدت ارواح متعدد میں منتشر ہو جاتی ہے اس کو مرتبہ جبروت کہتے

ہیں منزل رابع تعین مثالی کی ہوتی ہے جس میں تخیلات کی تخلیق ہوتی ہے اسے مرتبہ ملکوت کہتے ہیں۔ منزل خامس میں تعین جسدی واقع ہوتا ہے جس سے مادیات ظہور پذیر ہوتے ہیں اس مرتبہ کو عالم ناسوت کہتے ہیں تخلیق کائنات کا یہ نظریہ اشراقیت جدید سے بہت مشابہت رکھتا ہے جس میں وحدت سے عقل کامل اور اس سے روح کائنات ظہور میں آتی ہے۔

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں،
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں،

خدا تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں جیسے رحمٰن، رحیم، قہار، رزاق، علیم، مصور وغیرہ یعنی مسمیٰ واحد ہے اور اسماء متعدد ہیں لیکن ہر اسم سے مراد ایک ہی ذات ہے گویا تمام اسماء مسمیٰ کے عین ہیں۔ تمام اسماء صفات پر دلالت کرتے ہیں صفات سے ممکنات کا ظہور ہوا جس کے معنی یہ ہوئے کہ کائنات کی ہر شئے کسی نہ کسی اسم کی مظہر ہے مثلاً عوالم افلاک میں سے عرش رحمٰن کا مظہر اور اس کا مستوی ہے اور کرسی رحیم کا مظہر ہے فلک ہفتم اسم رزاق کا فلک ششم اسم علیم کا فلک پنجم اسم قہار کا فلک چہارم اسم نور اور محی کا فلک سوم اسم مصور کا فلک دوم اسم باری کا اور فلک اول اسم خالق کا مظہر ہے۔ اسی طرح تمام اشیائے موجودات کسی نہ کسی اسم کی مظہر ہیں۔ (مقدمہ فصوص الحکم)

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ہر اسم مسمیٰ کا عین ہے اس لئے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ موجودات کی ہر شئے عین ذات ہے خدا ہی تمام اشیاء کا مقوم بلکہ ان کا عین ہے۔

کائنات و خدا میں رشتہ عینیت قائم کرنے کا نظریہ نفی کائنات اور اثبات باری تعالیٰ دونوں طریقوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ اول الذکر کے اعتبار سے کائنات کا وجود غیر حقیقی، وہمی اور صرف برائے نام ہے وجود صرف خدا کا ہے کائنات اور کثرت صرف وحدت کے اعیان و مظاہر کی حیثیت سے نظر آتی ہے فی نفسہٖ اس کا کوئی وجود نہیں اس لئے وجود صرف وحدت کا ہی ہے کثرت معدوم ہے، آخر الذکر کے اعتبار سے خدا ہی خدا ہے کائنات بھی خدا ہے وہ مجموعہ ہے ان مظاہر کا جن میں وحدت جلوہ گستر ہوتی ہے وحدت انہیں مظاہر پر مشتمل ہے اور ان کے ماوراء بھی اس کا کوئی وجود نہیں۔ گویا مظاہر کے آگے عدم ہی عدم ہے اس لئے سالک کو کائنات میں تلاش حق کی ضرورت نہیں۔

باری تعالیٰ کل موجودات کا مقوم اور ان کی اصل ہے کائنات اس کا ظل ہے ظل درحقیقت مظاہر اصل ہوتا ہے خود اس کا کوئی وجود نہیں اس کا اثر سامنے ناظہور ہے اصل نہ ہو تو ظل بھی نہ ہو اس۔

کے معنی یہ ہوئے کہ ظل عین اصل ہوتا ہے کائنات ظل خدا ہے اس لئے وہ اسی کی عین ہے۔
(تصوف اور اردو شاعری صفہ ۱۰۱)

قرآن کریم میں آیا ہے "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں" ابن عربی کی رائے میں اس قربت کے معنی اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ خدا ہی انسان کے اعضاء و جوارح کا اصل ہے اس لئے خدا اور انسان میں عینیت ہے۔

اسی طرح حدیث میں وارد ہوا ہے "خلق آدم علی صورتہ" یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ انسان میں تمام صفات ربانی موجود ہیں وہ انہیں صفات کا مجموعہ ہے۔ گویا وہ سب اسی میں صورت پذیر ہو گئی ہیں اس لئے "معرفت نفس کو عرفان الٰہی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے آپ کو پہچانا) نتیجہ وہی برآمد ہوا کہ انسان حق تعالیٰ کی ہویت اور حقیقت کا عین ہے

مکانی ہوں کہ آزاد مکاں ہوں ۔۔۔ جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں
وہ اپنی لامکانی میں رہیں مست ۔۔۔ مجھے اتنا بتا دیں میں کہاں ہوں

وحدت الوجود کی تردید

سطور بالا میں یہ وحدت الوجود کا خلاصہ تھا جسے تفصیل سے بیان کیا جائے تو ضخیم کتاب بن جائے بات صرف اتنی ہی ہے جو پیش کر دی گئی ہے یہ نظریہ مدت تک صوفیاء کی تحریروں تقریروں شعراء کے دیوانوں میں نمودار ہوتا رہا لیکن عوام الناس اس کے نکات سمجھنے اور بیان کرنے میں اکثر دھوکا کھاتے رہے بلکہ بعض بے دینی اور گمراہی کا شکار ہو گئے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ طبقہ علماء میں برابر اسکی مخالفت جاری رہی لیکن باقاعدہ طور پر اس کی تردید کسی صوفی کی طرف سے نہ کی گئی علماء کرام کی تردید کو درخور اعتناء اس لئے نہ سمجھا گیا کہ وہ ظاہر پرست ہیں اس لئے باطن کے معاملات کو سمجھ نہیں سکتے ؎

کھلتا نہیں میرے سفر زندگی کا راز
لاؤں کہاں سے بندۂ صاحب نظر کوئی

انہی حالات میں ضرورت تھی کہ کسی اہل باطن کی طرف سے تردید کی جاتی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم صوفی بزرگ کو پیدا کیا جن کا نام نامی حضرت شیخ احمد سرہندی تھا جن کو مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے انہوں نے اس عقیدہ کو باطل قرار دیا اور نظریہ توحید شہودی کی تعلیم دی انہوں نے کشف و

استدلال دونوں کی مدد سے وحدت وجود کو غلط اور وحدت شہود کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش فرماتا۔

حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے تین منازل سے گذرنا پڑا۔ وجودیت ظلیت اور عبدیت پہلی منزل میں میں نے وحدت الوجود کو بہت عرصہ تک پسند کیا بعد میں ظلیت کے مقام پر بھی مجھے اس عقیدے سے رغبت رہی لیکن مقام عبدیت پہ پہنچ کر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا میں نے وحدت الوجود کے انکار کا مکمل اعلان کر دیا اور ابن عربی کے ہر طریقہ استدلال کی تردید کرنا شروع کر دی ہے

حیران ہے بوعلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں
رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں

ابن عربی کا استدلال یہ تھا کہ ذات صفات کی عین ہے کائنات صفات کی تجلا ہے اور چونکہ صفات عین ذات ہیں اس لئے کائنات بھی عین ذات ہے حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ صفات عین ذات نہیں بلکہ زائد علی الذات ہیں وہ کشف صحیح کی بنا پر اس کے قائل ہیں کہ وجود باری تعالےٰ فی ذاتہ کامل و اکمل ہے اس کو اپنی تکمیل کے لئے صفات کی احتیاج نہیں صفات اس کے وجود کے تعینات ہیں وہ موجود ہے لیکن اس کا وجود خود اس سے ہے سمیع ہے اپنی ذات سے بصیر ہے اپنی ذات سے ان کے خیال میں صفات ذات کے اظلال ہیں اس کے عین نہیں اور اگر کائنات صفات کی تجلی ہوتی تو ان کا عین بھی ہوتی لیکن ایسا نہیں ہے ثبوت یہ ہے کہ صفات کامل ہیں کائنات ناقص ہے معلوم ہوا کہ کائنات تجلی صفات نہیں بلکہ ظل صفات اور ظل کبھی عین اصل اور مظہر کبھی عین ظاہر نہیں ہو تا وہ کہتے ہیں فرض کیجئے کہ ایک صاحب فن اپنے کمالات مخفیہ کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور اس غرض سے حروف و اصوات کو ایجاد کرتا ہے یہ حروف و اصوات آئینہ کمالات بن کر کمالات کے ظہور کا سبب ہوتے ہیں لیکن ان حروف و اصوات کو جو مرایائے کمالات ہیں عین کمالات قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (مکتوبات حضرت امام ربانی جلد اول مکتوب ۳۱)

نتیجہ یہ نکلا کہ کائنات کو مظہر صفات مان لینے سے بھی وہ عین ذات ثابت نہیں ہو سکتی۔

ابن عربی نے نفی کائنات سے وجود وحدت پر استدلال کیا ہے حضرت مجدد صاحب کہتے ہیں کہ ابن عربی نے یہ بات مقام فنا میں کہی ہے وہ کہتے ہیں کہ صوفی جب اس بلند تر مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے مقام فنا میں غلبۂ محبت محبوب کی بنا پر محبوب کے سوا ہر چیز مستور ہو جاتی ہے اور چونکہ محبوب کے علاوہ وہ کسی کو دیکھتا ہی نہیں۔ اس لئے سوائے اس کے کسی کو موجود نہیں جانتا (مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۹۱)

جہاں ابن عربی نے اثبات باری سے نفی کائنات پر استدلال کیا ہے وہاں حضرت مجدد صاحب

یہ کہتے ہیں کہ اثباتِ باری سے انکارِ وجودِ کائنات لازم نہیں آتا مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وجود آفتاب کا یقین رکھتا ہے تو اس استیلائے یقین سے یہ امر لازم نہیں آتا کہ وہ تابش آفتاب کے وقت ستاروں کو نہیں نظر نہ پاکر سرے ہی سے ان کے عدم وجود کا اعلان کر دے وہ جانتا ہے کہ ستارے یہاں البتہ نور آفتاب کے غلبہ سے مستور ہو گئے ہیں جس طرح ایسی صورت میں وجود انجم سے انکار کرنا صحیح نہ ہوگا اسی طرح اثبات ذات باری سے نفی وجود کائنات کو ثابت کرنا درست نہیں مکتوبات جلد اول ص۱۴۴ وہ کہتے ہیں کہ وجود مخلوقات سے انکار کرنا تعلیم وحی سے بھی اختلاف رکھتا ہے اس لئے اور بھی ناقابل تسلیم ہے اگر مخلوقات کا وجود نہ ہو تو تمام اوامر و نواہی عبث اور بے معنی قرار پاتے ہیں اعمال میں ان کا لحاظ رکھنا صرف اسی صورت میں کوئی معنی رکھتا ہے کہ وجود مخلوقات کو تسلیم کیا جائے ورنہ اعمال دنیا پر عذاب و ثواب کو مبنی قرار دینا اور قیامت پر یقین رکھنا محض مہمل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ باری تعالیٰ بدیع السموات والارض ہے تو پھر وجود کائنات سے انکار کرنا خدا کی صفت خلق و ابداع سے انکار کرنے کے برابر ہے اگر کائنات کا وجود نہیں تو پھر خدا نے کس کو بنایا اور پیدا کیا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی نفی حقائق سے سوفسطائیت کی بو آتی ہے اس لئے وجود کائنات کو تسلیم کر لینے کے سوا چارہ نہیں۔ ابن عربی نے اصل و ظل کو عین یک دیگر قرار دیا ہے حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ظل عین اصل نہیں بلکہ تمثال اصل ہوتا ہے باری تعالیٰ اصل اور کائنات ظل ہے لیکن ان میں رشتہ عینیت قائم نہیں اس لئے کہ اصل واجب ہے ظل ممکن ہے۔ جیسے چون کو عین چون " نہیں کہا جا سکتا بہر گنہ عین حادث اور ممتنع العدم کسی طرح عین جائز العدم نہیں ہو سکتا، مثلاً اگر کسی شخص کا سایہ دراز ہو جائے تو یہ ہرگز بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ وہ شخص خود بھی امتداد پذیر ہو گیا ہے اول تو کائنات کو ظلّی خدا کہنا ہی صحیح نہیں لیکن اگر اس کو تھوڑی دیر کے لئے درست مان لیا جائے تب بھی کائنات اور خالق کائنات میں عینیت ثابت نہیں ہوتی۔

شیخ اکبر نے آیۃ نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) سے قربت کو عینیت قرار دیا ہے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ اس قربت کو عینیت سمجھنا درست نہیں اس لئے کہ اس کی کیفیت ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے جب سمجھ نہیں سکتے تو مفہوم کا تعین کس طرح کر سکتے ہیں؟

اسی طرح جہاں حدیث خلق ادم علی صورتہ (خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کی بنا پر انسان کو عین خالق بتایا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ نہیں کہ انسان صفات خالق کا ضمیمہ ہے بلکہ صرف اسی اعتبار سے مشابہت رکھتی ہے ورنہ خالق و مخلوق میں کوئی حقیقت کا تعلق

نہیں ہو سکتا ایک مکڑی جو بہت احتیاط، توجہ، اور صنعت گری سے اپنا جالا تیار کرتی ہے اس ذات سے کس طرح دعوٰی عینیت کر سکتی ہے جو دم زدن میں ارض وسما کو درہم برہم کر دینے پر قادر ہے حضرت مجدد صاحبؒ کے نزدیک من عرف نفسہ فقد عرف ربہ سے بھی انسان کا عین خدا ہونا ثابت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی خامیاں اور اس کے نقائص کا علم حاصل کر لیتا ہے اس پر یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ تمام محاسن وکمالات صرف توفیق ربانی سے حاصل ہو سکتے ہیں اور وہی ان سب کا سرچشمہ ہے۔ اور صرف اس اعتبار سے معرفت نفس معرفت خدا کا ذریعہ قرار پا سکتی ہے۔

ابن عربی نے تخلیق کائنات کی غرض بتاتے ہوئے حدیث قدسی سے وحدت وجود پر استدلال کیا ہے "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" ارشاد خدا ہے کہ "میں ایک خزانہ مخفی تھا میں نے چاہا کہ پہچان لیا جاؤں اس لئے مخلوق کو پیدا کیا" حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ باری تعالٰے فی ذاتہ کامل نہیں اور یہ کہ وہ اپنی تکمیل ذات کے لئے مخلوق کی احتیاج رکھتا تھا حالانکہ ایسا کہنا تعلیم وحی کے سراسر منافی ہے۔ قرآن مجید کی رو سے خدا تعالٰے تمام عالمین سے غنی اور اپنی ذات میں کامل ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے ان اللہ لغنی عن العالمین (بے شک اللہ تعالٰے تمام عالمین سے غنی ہے)

وحدت شہود

حضرت مجدد صاحبؒ کی تحقیق کے مطابق صوفیاء کا عقیدہ وحدت الوجود ایک خاص مقام سے تعلق رکھتا ہے جس سے انہوں نے وجودیت سے تعبیر کیا ہے، لیکن اگر وہ اس مقام سے گذر جائیں تو وحدت شہود کا راز منکشف ہو جائے۔

حضرت مجدد صاحبؒ نے بار بار اس امر کا اظہار کیا ہے کہ وحدت وجود کا نظریہ شریعت کے خلاف ہے کیونکہ وہ تعلیم وحی سے مطابقت نہیں رکھتا توحید وجودی میں مخلوق کا کوئی وجود ہی باقی نہیں رہتا حالانکہ قرآن مجید میں جا بجا جناب احدیت کی صنعت خلق کا ذکر وارد ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مخلوق ذی وجود ہے۔ قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ غیر اللہ، ماسوا اللہ کی پرستش سے روکا گیا ہے اور اسے شرک سے تعبیر کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ کچھ چیزیں اللہ کے سوا موجود ہیں جب وجود ماسوٰی قرآن مجید سے ثابت ہے تو وحدت وجود کا عقیدہ کسی طرح قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ اس میں یا تو وجود کائنات کی نفی کرنا پڑتی ہے یا پھر اثبات ذات باری سے ہمہ اوست کہہ کر ہر شئے کو خدا ماننا پڑتا ہے جس

سے اسلام کے سیدھے سادھے تصور وحدت کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے توحید شہودی سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں توحید وجودی میں وجود وحدت ہی وحدت کا ہے ماسویٰ کا وجود ہی نہیں توحید شہودی میں وحدت ہی وحدت نظر آتی ہے کائنات اگرچہ معدوم نہیں ہے لیکن چونکہ اس کا وجود حقیقی نہیں اس لیے اس کی حقیقت موہوم سے زیادہ نہیں اس لئے جب نظر آتی ہے وحدت ہی نظر آتی ہے، وجودیت میں کائنات عدم محض ہے، شہودیت میں معدوم نظر آتا ہے ؎

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تو ہے مجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے،

اس نقشہ سے دونوں گروہوں کے فرق کو آپ سمجھ سکیں گے۔

وحدت الوجود (ہو الکل)	وحدت الشہود (ہو الہادی)
نظریہ:۔ ہمہ اوست یا از ہمہ اوست	نظریہ:۔ ہمہ از دوست
رجحان تصوف:۔ سکون کی طرف مائل ہیں اور وہ جدا نہیں (وہ دریا میں قطرہ ہیں) وصل	رجحان تصوف:۔ جوش کی طرف مائل اس کے ساتھ ہیں اور میرے ساتھ وہ ہے۔ عشق
اعتقاد:۔ میں کون؟ انا الحق (عارف)	اعتقاد:۔ میں کون؟ انا عبدہٗ (عاشق)

اس تمام مضمون بالا سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صحیح تصوف وہی ہے جس کا ماخذ کتاب و سنت ہے لیکن جتنا زمانہ ہم عہد نبوی سے دور ہوتے گئے مشائخ کو مجاہدہ و ریاضت اور چلہ کشی اور مراقبہ کی ضرورت محسوس ہوئی ان کو ہر علاقہ اور ہر قوم کی طبعی رجحان کے مطابق چند اصول کتاب و سنت کی روشنی میں وضع کرنا پڑے اگر ان مشاغل کو دوسرے روحانی مسالک کے ساتھ سرسری یا گہرے طور پر ہم آہنگی پیدا ہو جائے تو اس سے تصوف کے غیر اسلامی ہونے کے لئے وجہ جواز نہیں نکل سکتی، خدا ترسی، احکام الٰہی کی پابندی اور ۱۲ خلوص، جذبہ عمل پر بین ثبوت ملتا ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد ان ہی حضرات کی حیات طیبہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اگر ان کی زندگیوں کو غیر اسلامی قرار دے دیا جائے تو اسلام کی مذہبی تاریخ میں اس قدر خلا پیدا ہو جاتا ہے جس کا پُر کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا کہنا پڑے گا کہ تصوف خالصًا اسلامی تعلیمات کی عملی صورت کا نام ہے اور جب کبھی اس میں غیر ضروری عناصر کو شامل کر کے افراط و تفریط اختیار کی گئی ہے اپنے اپنے وقت پر ہر سلسلے کے پیر طریقت نے اپنے اجتہاد

[illegible]

اور مکاشفات کی بنا پر اس کی اصلاح کی ہے اور دین و دنیا دونوں کو پیش نظر رکھا ہے ان کے ہاں نہ تو فرقہ بندی ہے نہ کلیۃً پیروی ، ہاں اگر کسی نے ایسا طریقہ ایجاد کر لیا جو خلاف شرع محمدی ہے تو اس سے اجتناب لازمی ضروری ہے۔ دنبل کی رائے کتنی صائب اور راسخ ہے۔

"اگر سچی درویشی اور اصل فقیری کی طلب ہے جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں بلند ہوں تو لازم ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیری اور درویشی کو اختیار کرو اور انہیں کی پیروی کرو کہ صاف اور پاکیزہ پانی وہیں ملتا ہے جہاں سے چشمہ پھوٹتا ہے اور بعد کے آنے والوں کی درویشی کو اختیار نہ کرو کہ پانی سرچشمہ سے دور جا کر گدلا ہو جاتا ہے اور اس کا رنگ اصلی نہیں رہتا۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

تصوف بدعت نہیں ہے

دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں ظاہری اور باطنی ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ظاہر و باطن کی جامع تھی اور حضور ان دونوں طریقوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے مامور تھے ان میں سے ظاہری اعمال اور احکام کو شریعت سے اور باطنی اعمال و احکام کو طریقت کے نام سے موسوم کیا گیا ، متقدمین اکابر نے اعمال ظاہری کے مسائل کو فقہ کا نام دیا اور اعمال باطنی کے رموز و حقائق کا نام تصوف رکھ دیا۔

جس طرح ائمہ مجتہدین نے شرعی مسائل قرآن و سنت اجماع و قیاس کی روشنی میں جزئیات مستنبط کیے اور ان کو فقہا کہا گیا اسی طرح آئمہ تصوف نے شرعی نصوص ہی سے تصوف کے مسائل کا استنباط کیا ، اور ان کو صوفیا کے نام سے پکارا گیا۔

اگر فقہ کے ان مسائل کا استخراج جن کی تصریح نصوص میں نہیں ملتی بدعت نہیں تو تصوف کے مسائل مستخرجہ پر بھی بدعت کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب طبقات الصوفیہ الکبریٰ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ آئمہ مجتہدین کتاب و سنت کے کلیات جزئیات پیدا کر کے ان پر فرض ، واجب ، سنت ، مستحب یا حرام و مکروہ یا خلاف اولیٰ ہونے کا حکم لگاتے ہیں اسی طرح تصوف کے آئمہ عارفین کتاب و سنت کے اس حصہ میں جن سے ان کے متعلقہ مسائل کا تعلق ہے جزئیات پیدا کریں اور ان پر حکم لگائیں تو اس پر تعجب کیوں کیا جائے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ و لیس ایجاب مجتہد باجتہادہ شیئاً لم یصرح الشریعۃ بوجوبہ والیٰ عن ایجاب ولی اللہ تعالیٰ

حکیم لکنی الطریق لم تصرح الشریعۃ بوجوبہ (یعنی شریعت میں جن امور کے وجوب کی تصریح نہیں ملتی ایک امام مجتہد اپنی اجتہادی کوششوں سے ان کے وجوب کا حکم اگر بتلا سکتا ہے تو اپنے طریقہ خاص (یعنی تصوف) کے متعلق اللہ کا ولی اگر کسی ایسے مسئلہ پر وجوبی حکم لگاتا ہے جس کی تصریح شریعت میں نہیں پائی جاتی تو دونوں میں سے ایک کو ترجیح دینے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ (طبقات الصوفیہ الکبریٰ صلک ج ۱)

جب دین کی دو حیثیتیں واضح ہو گئیں تو اب یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس دین کے حاملین و محافظین کی بھی دو حیثیتیں ہیں وہ بزرگ جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کی حفاظت کی استعداد عنایت فرمائی وہ ظاہری دین کے محافظ بنے، جیسے فقہا، محدثین، غازی، اور قاری وغیرہ اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین کی باطنی حفاظت و اشاعت کی استعداد عنایت کی۔ وہ اولیاء اللہ کا مقدس گروہ ہے جیسے غوث، قطب، ابدال، صوفیائے کرام وغیرہ بمصداق کل حزب بما لدیہم فرحون دیے سبھا کار اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف کار ہیں۔ اور ہر زمانہ میں ہر طبقہ سے ہر سو سال کے بعد ایک مجدد پیدا ہوتا ہے جو مسلمانوں کو دین پر چلانے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر مسلمانوں میں کوئی خرابی دیکھتا ہے تو اسے دور کر کے دین مصطفیٰ کے صحیح راستہ پر چلانے کی کوشش کرتا ہے

صوفی اور فلسفی کی جنگ

صوفیوں اور فلسفیوں میں اختلاف کا رونما ہونا لازمی ہے کیونکہ فلسفی ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھتا ہے اور صوفی عشق و محبت کی عینک سے دیکھتا ہے چنانچہ عقلی گھوڑے دوڑانے والوں نے جب دینی مسائل کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا تو ذات و صفات خداوندی، خلق قرآن، دوزخ و جنت، معجزات، معراج ان سب مسائل میں انہوں نے آیات قرآنی کی وہ غلط تاویلیں کیں کہ دین کی اصل روح ناپید ہوئی اور بقول علامہ اقبال ؎

ز من بر صوفی و ملا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند ما را
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

ان کا مقصد یونانی فلسفہ کی تائید کرنا تھا اس طرز عمل سے قرآن مجید کا طریق استدلال و تبلیغ سنجیدوں میں گم ہو گیا لیکن ایک طبقہ جن کے نزدیک عشق ہی جملہ کمالات کا منبع اور تمام فیوض و برکات

کا سرچشمہ ہے، انہوں نے بتایا ہے

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

"کہ عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں ہے ہر وقت اور ہر موقعہ پر اس ہتھیار سے کام نہیں لیا جا سکتا یہ سراب کو آب اور آب کو سراب بتایا کرتی ہے اس کے سہارے سے چلنے والے منزل مقصود تک نہیں پہنچا کرتے اور وہ ہمیشہ سرگرداں، حیران اور گور در بیابان ہوتے آئے ہیں اور جنہوں نے عقل کی اس سراسیمگی کا جائزہ لے کر اسے مناسب حدود میں رکھا اور عشق سے تمسک اختیار کیا اور وہ کامران ہوئے اور ان کا ہاتھ محمل تک جا پہنچا چنانچہ ان بزرگوں نے عشق سے عقلیت کا مقابلہ کیا اور بتایا کہ عشق ہی سے منزل مقصود کا پتہ چل سکتا ہے ورنہ عقل تو پائے چوبیں ہے۔ کہ دو قدم بھی اس سے چلا نہیں جا سکتا۔

عشق دم جبریل عشق دل مصطفےٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک بہت بڑے فلسفی تھے عرصہ تک اس علم تصوف کا انکار کرتے رہے لیکن جب وہ اس علم سے واقف ہوئے تب ان پر حالات منکشف ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب مختلف علوم سے میں فراغت پا چکا تو بقول علامہ اقبالؒ آپ نے دعا فرمائی

میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرات صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جن میں ابو طالب مکی کی قوت القلوب اور حارث محاسبیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ حضرت شبلیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کی کتب شامل تھیں تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ طبقہ صاحب حال ہے صاحب قال نہیں لہٰذا اس علم پر جب تک عمل نہ کیا جائے اس کے سچے اور جھوٹے ہونے کا پتہ نہیں چل سکتا چنانچہ میں شیخ بو علی فارمدی کا مرید ہوا اور دمشق کی جامع مسجد میں ایک عرصہ تک تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق اور ذکر الٰہی میں مشغول رہا۔ ان خلوتوں اور عزلتوں میں مجھ پر بہت سے علوم منکشف ہوئے مجھے دلی طور پر یقین ہو گیا کہ یہی راستہ صحیح ہے چنانچہ آپ پکار اٹھے کہ لوگو جس نے علم تصوف کا مزا نہیں چکھا اس نے حقیقت نبوت سے بجز نام کے کچھ نہیں جانا جو لوگ صوفیائے کرام کی صحبت میں رہیں گے وہ نور ایمان حاصل کر لیں گے یہ ایسا فرقہ ہے جس کا ہم صحبت کبھی محروم نہیں رہتا | مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

؎ فلسفی او منکر حنانہ است   از حواس انبیاء بیگانہ است

یعنی فلسفی نے حضور علیہ السلام کے ستون حنانہ کی گریہ زاری کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ و مقام سے ناآشنا ہے۔

ایک جگہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

فلسفی گشتی و آگہ نیستی

خود کجائی از کجائی کیستی

از خود آگہ چوں نۂ اے بے شعور

پس نباید ایں چنیں علت غرور

(فلسفی ہونے کے باوجود ابھی تک تمہیں اپنی بھی خبر نہیں تو پھر اس عقل و شعور پر تمہیں ناز نہیں کرنا چاہیے) پھر فرماتے ہیں ؎

زیں خرد جاہل ہمیں باید شدن   دست در دیوانگی باید زدن

(اس عقل سے تو جہالت بہتر ہے اس سے تو دیوانہ بن جانا چاہیے۔)

پھر کیا کرنا چاہیے ؎

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفےٰ   حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفےٰ

(یعنی عقل کو حضور علیہ السلام کے قدموں پر قربان کر دو اور خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے عشق اختیار کرو پھر تم خود تسلیم کرو گے۔

؎ عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اس زمین و آسمان کو بے کراں سمجھا تھا میں

علماء و صوفیہ میں اختلاف

فلسفی اور صوفی ہیں تو اختلاف کوئی تعجب انگیز
کیونکہ نہ دیا انسان منزل تجھے اے عقل تو نے
مجھے کیا گلہ ہے تجھ سے تو رہ نشیں نہ راہی

سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ علماء و صوفیاء میں بھی مدتوں کشمکش رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں تو جو اہل علم حضرات تھے وہ صوفی تھے اور جو تصوف کے علمبردار تھے وہ اہل علم بھی تھے اسی لیے وہ ایک دوسرے کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ جو بہت بڑے عالم، متفق علیہ مجتہد اور امام تھے مگر ان کی زندگی زہد و عبادت و ریاضت سے خالی نہ تھی۔ علامہ عبدالحی لکھنوی ہدایہ کی شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے چالیس سال

عشاء کی نماز کے وضو سے ہی صبح کی نماز ادا کی ہے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ امام صاحب کی باطنی آنکھیں کھل گئیں اور وضو سے غسالہ میں جو گناہ دھل گئے ہیں آپ ان کو دیکھ لیتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے وضو کے غسالہ کو ناپاک قرار دیا ہے۔ علامہ محمد الحریری البیومی اپنی کتاب الدرج ومانیہا کے صفحہ ۵۱ پر لکھتے ہیں "وکان الامام ابوحنیفۃ النعمان یری فی الدواۃ جمیع الحروف والکلمات والعلوم التی ستکتب منھا تفصیلیا وھو لم یزل حبرا اسود"۔ (یعنی امام صاحب دوات کو دیکھ کر یہ پتہ لگا لیتے تھے کہ اس سے فلاں فلاں علوم اور کتابیں تحریر کی جائیں گی حالانکہ وہ کالی روشنائی ہی ہوتی تھی اس سے ابھی لکھا نہیں ہوتا تھا)، تو اس قسم کے علماء جو خود صاحب بصیرت تھے صوفیوں سے کیسے اختلاف کر سکتے تھے لیکن جب علماء تصوف سے بیگانہ ہو گئے اور صوفی علم سے بے بہرہ ہو گئے تب ان میں مناقشات اور ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ بازی کی نوبت آ گئی علماء نے صوفیوں کی باتوں کو بدعت کہنا شروع کر دیا اور صوفی کہنے لگے

ع "درکنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را"

اس رقابت کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض علماء نے سلطنتوں کے ذریعہ صوفیوں کی تذلیل کی اور بعض اوقات انہیں شہر سے بدر کرا دیا کبھی مدتوں قید خانوں میں ڈالے گئے اور کبھی قتل تک کئے گئے صوفیائے کرام سے کبھی کبھی عالم استغراق میں کوئی ایسا کلمہ نکلا جس پر فوراً ان علماء کو غصہ آ گیا انہوں نے کفر کا فتویٰ دیا اور انہیں قتل کرا دیا اس قسم کے بہت واقعات مشہور ہیں، ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے مقامات ولایت پر بحث کی علماء نے ان کو زندیق کا خطاب دیا اور پابزنجیر مصر سے بغداد لائے گئے ابوسلیمان دارانی فرشتوں سے باتیں کرنے اور ملنے کے مدعی تھے وہ اسی الزام میں دمشق سے نکالے گئے۔ عالمگیرؒ نے حضرت سرمدؒ کو شہید کر دیا منصور حلاج نے انا الحق کہا تو علمائے ظاہر نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا اور قتل کرا دیا حالانکہ جنید بغدادیؒ جو عالم اور صوفی تھے انہوں نے قتل کرنے کی مخالفت کی سہیل بن عبداللہ بھی اسی قتل کی مخالفت کرنے کی وجہ سے مرتد اور کافر قرار دے کر شہر بدر کئے گئے شیخ عبداللہ ابن ابی حمزہؒ نے یہ کہہ دیا کہ میں بیداری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہوں انہیں علماء نے باتفاق رائے کافر و مرتد ٹھہرایا حضرت جنید بغدادیؒ نے علم کلام اور صفات باری تعالیٰ پر کچھ گفتگو کی جس کی بنا پر امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے ملنا چھوڑ دیا اور آپ عوام کے خوف سے روپوش ہو گئے آپ سے لوگ اس

قدر ناراض تھے کہ آپ کے جنازہ پر صرف چار آدمی شریک ہوئے۔ امام فخر الدین رازی اور مولانا رومؒ کے والد ماجد مولانا شاہ بہاؤالدین رحؒ کے درمیان چپقلش بعض مسائل پر ہوئی تو امام صاحب نے بادشاہ محمد خوارزم شاہ کو مولانا کے خلاف اکسایا جس نے ان کی زبان بندی کر دی چونکہ سلاطین اکثر علمائے ظاہری کی طرفدار ہوا کرتی تھیں اس لئے ہمیشہ حضرات صوفیہ نے ہی ان علماء حضرات کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اور مصائب برداشت کیئے (بحوالہ الاحسان مؤلفہ مولانا محمد احسان کاکوروی)

سلسلہ سہروردیہ کے امام اور مشہور ترین شیخ طریقت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے حلب کے فقہائے کرام سے مختلف نزاعی مسائل پر مناظرے ہوئے۔ ان مناظروں کا نتیجہ یہ نکلا کہ فقہا آپ کے خلاف ہو گئے آپ پر طنز و طعن کرنے لگے الحاد و زندقہ کا الزام آپ پر عائد کیا جانے لگا فقہائے حلب نے ان کے قتل کیئے جانے کا فتویٰ دے دیا اور سلطان صلاح الدین ایوبی کو اپنا ہمنوا بنا لیا بادشاہ نے اپنے بیٹے الظاہر سلطان حلب کو حکم دیا کہ ان کو قتل کیا جائے چنانچہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ ابن عربی کی کتابوں کے خلاف فقہاء نے بہت زیادہ شورش برپا کی ان کے خلاف کفر و گمراہی کے فتوے صادر کیئے مصر میں ان کے قتل کی باقاعدہ کوشش کی گئی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئی مخالفین بڑے بڑے اکابر علماء تھے ابن تیمیہ، علامہ ابن خلدونؒ علامہ ابن حجر عسقلانی، ابراہیم البقاعی رح کے علاوہ اور بہت سے علماء تھے جنہوں نے ان کی وفات کے بعد بھی ان کی نہایت شدید مخالفت جاری رکھی، ان میں سب سے زیادہ مخالف ابن تیمیہ ہے جنہوں نے صوفیائے کرام کے رد میں بہت رسائل اور کئی کتابیں قلمبند کیں معقول اور منقول ہر نقطۂ نظر سے صوفیا پر وار کئے اولیائے کرام سے توسل کو خلاف شرع ٹھہرایا اور صوفیوں کے خلاف ایسی ایسی من گھڑت باتیں لکھیں جن کا کوئی وجود نہ تھا، ان سے ان کا مقصد یہ تھا کہ عوام کی نظروں میں صوفیا کی شان کم ہو جائے کرامات اولیاء کے متعلق لکھا کہ وہ لوگ جنوں کے عامل ہوتے ہیں جو جن ان کے مسخر ہوتے ہیں وہ لوگوں کے کام کر دیتے ہیں یا ان کی مدد کرتے ہیں لوگ ولیوں کی کرامت سمجھتے ہیں بعض صوفیوں پر تہمت لگائی کہ یہ بھنگ اور چرس پیتے ہیں اس طرح کی کئی اور خرافات بھی ان کے قلم سے نکلیں (فلسفہ اسلام مؤلفہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ علمی پروفیسر فواد یونیورسٹی مصر)

(اسکی وجہ بھی یہی تھی کہ یہ لوگ علم باطن کے اسرار و رموز سے قطعی بیگانہ تھے اصطلاحات تصوف سے ناآشنا اور عشق و محبت سے کورے تھے وہ ان بزرگوں کی باتوں کو کیا سمجھ سکتے بالقول علامہ اقبالؒ

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن

بندۂ تخمین و ظن کرم کتابی تو ہن بن
عشق سراپا حضور علم سراپا حجاب ،

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

سرِ دیں ملا خبر اور انظیر

او درونِ خانہ ما بیرونِ در

یعنی دین کے اسرار و رموز کو ہم نے سنا اور انہوں نے دیکھا گویا ہم باہر کھڑے ہوئے ہیں اور وہ گھر کے اندر ہیں ملا اور صوفی میں یہی فرق ہے کہ ملا شنید کا قائل ہے اور صوفی دید کا ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ ،

اکبر الہٰ آبادی مرحوم نے عالم اور صوفی میں جو فرق ہے اسے یوں واضح کیا ہے ؎

فرق کیا عالم و صوفی میں بتاؤں تجھ کو

اس کی حجت میں کٹی اسکی محبت میں کٹی ،

مولانا رومیؒ دوسری جگہ علم ظاہر اور علم باطن کا مقابلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

علم ہائے اہلِ دل حمالشاں
علم ہائے اہلِ تن احمالشاں

یعنی اہلِ دل کو اپنا علم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان کا علم انہیں اٹھائے ہوتا ہے برخلاف اس کے اہلِ تن کا علم ان کے لئے بار ہوتا ہے ۔ ؎

علم چوں بر دل زنی یارے بود

علم چوں بر تن زنی مارے بود

علم اگر دل پر اثر کرے تو مددگار ہوتا ہے اور اگر تن پر اثر کرے تو وہ سانپ کی طرح نقصان دیتا ہے ۔

گفت ایزد یحمل اسفارہ
بار باشد علم کاں نہ بود نہ ہو

جو علم اللہ کی طرف سے نہ ہو وہ بار ہوتا ہے اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یحمل اسفارہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں عالم ہوئے بھارے ہو

اک حرف عشق دا پڑھ نہ جانن بھلے پھرن بچارے ہو

اک نگاہ جے عالم ویکھے کسے نہ کدھی چاڑھے ہو

اک نگاہ جے عاشق ویکھے لکھاں کروڑاں تارے ہو

در اصل علم تصوف اور علم فقہ میں کچھ اتنا بیر نہیں تھا بنیادی طور پر علم کلام کے حاملین اور صوفیوں میں کافی حد تک اختلاف تھا کلامیوں اور صوفیوں میں اختلاف کی نوعیت کا پتہ چلانا مشکل نہیں کیونکہ کلامی ہر معاملہ میں فلسفیوں کی طرح دلائل و براہین سے بات کرنے کے قائل تھے اس کے برعکس صوفی کے ہاں جس چیز پہ زیادہ زور دیا جاتا تھا وہ قلب و روح کا تصفیہ تھا اسی لئے اکابر علمائے کرام جو علم کلام سے نا آشنا تھے کتاب و سنت کے متبع تھے اور باطنی نور سے بھی متصف تھے وہ دل و جان سے صوفیائے کرام کا قدر کرتے تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن مبارک بڑے پائے کے محدث اور عالم تھے فرمایا کرتے تھے ان الرحمۃ تنزل عند ذکر الصالحین (یعنی جب صالحین کا ذکر کیا جائے تو رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے)

۱:۔ حضرت سفیان ثوریؒ مشہور محدث اور عالم تھے، وہ حضرت ابوہاشم صوفی جنہوں نے صوفیا کے لئے سب سے پہلے خانقاہ بنوائی کے متعلق فرماتے تھے لولا ابوھاشم صوفی ما عرفت دقائق الریاء (اگر ابوہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریا کی باریکیاں نہ جان سکتا)

۲:۔ ابوعمران جو ایک مشہور فقیہہ تھے جامع منصور میں ان کا حلقۂ درس مشہور تھا وہ حضرت شبلیؒ کے معتقد تھے۔

۳:۔ ابوالعباس بن سریج جو امام شافعیؒ کے خاص شاگردوں سے تھے حضرت جنید بغدادیؒ کے مداحوں میں سے تھے۔

۴:۔ امام کوحیؒ اپنے عصر کے بہت بڑے محدث اور امام تھے ان کے شیخ پیر مراکشی تھے اکثر مسائل میں اُن کی رائے لیا کرتے تھے۔

۵:۔ عزالدین بن عبدالسلام الشافعی بہت بڑے عالم اور صاحب تصانیف تھے یہاں تک کہ انہیں سلطان العلماء کا خطاب دیا گیا یہ ابتداء میں صوفیائے کرام کے مخالف تھے آخر میں انہوں نے ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ سے بیعت کرلی اور خود حلقۂ صوفیا میں شامل ہوگئے۔

۶:۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ زبردست محدث اور علامہ تھے وہ ایک بالکل اُمّی صاحب نظر حضرت محمد قرشیؒ کے معتقد اور مرید ہوگئے

۷:۔ عبدالوہاب شعرانی جیسے عالم اور صاحب تصانیف نے حضرت علی الخواص اُمّی سے بیعت کرلی۔ حضرت عبدالوہاب شعرانی نے آپ کے اقوال کو اپنی کتاب الجواہر والدرر میں جمع کردیا (الانوار القدسیہ)

بعض علمائے کرام نے جب صوفیوں کو قریب سے دیکھا اور ان کی صحبت سے مستفیض ہوئے تو وہ ان کے کمالات باطنی کے قائل ہو گئے حضرت امام احمد بن حنبل رح صوفیوں کے سرخیل حضرت حارث محاسبی رح کے مخالف تھے مگر بعض رفقاء کے ذریعہ آپ نے حارث محاسبی اور ان کے مریدوں کی ایک مجلس قائم کی اور خود چھپ کر ان کی باتوں کو سنتے رہے چنانچہ اس قدر متاثر ہوئے کہ روتے روتے ان پر غشی طاری ہو گئی اگر ان صوفیوں کا حال یا قال اسلامی دائرہ سے باہر ہوتا تو امام صاحب ان سے کبھی اثر پذیر نہ ہوتے حالانکہ امام کے ہمعصر امام ابوزرعہ ناواقفیت کی وجہ سے حارث محاسبی اور ان کے ہم مذاق بزرگوں کے طرز عمل اور ان کے اقوال پر بدعت و گمراہی کے فتوے دے رہے تھے،

حضرت امام غزالیؒ کی خدمات

فقہاء اور صوفیا کے تنازعات کو ختم کرنے اور علماء وصوفیاء کو آپس میں قریب تر کرنے کا کام سب سے زیادہ حضرت امام محمد غزالیؒ نے سر انجام دیا ہے، امام غزالی نے متکلمین اور فلاسفہ کی کتابوں اور ان کے دلائل کا خوب مطالعہ کیا انہوں نے اپنی تصنیف المنقذ من الضلال میں واضح طور پر ثابت کیا ہے کہ متکلمین اور فلاسفہ کا طرز استدلال بودا، دلیلیں کمزور اور طریق بحث غلط ہے اگرچہ فلسفہ میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن وہ عقل میں جلا پیدا کرتا ہے قلب و روح میں اس سے روشنی پیدا نہیں ہوتی سعادت آخرت صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے

امام غزالیؒ کا کارنامہ

آپ نے تصوف اور عمل کو ہم آہنگ اور یک رنگ بنا دیا اور اسے معرفت یقینیہ کا ایک خاص ذریعہ بنا دیا اور سعادت و حقیقت کا ایک ایسا راستہ بنا دیا جس پر رہ روی بہت آسان اور سہل ہو گئی، انہیں کی شخصیت نے اہل سنت کے گروہ کو تصوف کی طرف مائل کیا ان کی غلط فہمیوں کو دور کیا اور شک وشبہ کی جو وسیع خلیج فقہ و تصوف کے مابین پیدا ہو گئی تھی اسے پاٹنے اور دور کرنے کی کامیاب کوشش کی آج کل بھی بعض لوگ تصوف کے منکر ہیں اگر وہ امام غزالی کی صرف چار کتابوں کا مطالعہ کر لیں تو وہ یقیناً تصوف کے رنگ میں رنگے جائیں گے۔

۱:- المنقذ من الضلال
۲:- کیمیائے سعادت
۳:- الرسالۃ اللدنیہ
۴:- احیاء علوم الدین

بہت سے دیوبندی اور وہابی علماء عجلت اور بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں اور صوفیوں پر بلاسوچے سمجھے بدعت اور کفر کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے،

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہٗ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہٗ

تصوّف اور صوفیہ کا مقصدِ حیات

تصوّف کی تعریفات جو مختلف صوفیوں نے کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ طریقہ جو انسان کو اخلاق حسنہ کا مجسمہ بنا دے اختیار کرے۔ ان تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفی کے لیے چند صفات سے متصف ہونا ضروری ہے۔

۱:۔ اس کا دل صاف ہو۔ ۲:۔ اپنے نفس کو ہلاک کر چکا ہو۔

۳:۔ حرص و ہوس اور طمع سے جنگ آزما ہو کر کامیاب ہو چکا ہو۔

۴:۔ متبع سنت رسول ہو۔ ۵:۔ جاہ دنیا سے متنفر اور بیزار ہو۔

۶:۔ تمام رشتے توڑ کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑ چکا ہو۔

۷:۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتا ہو۔

ان تمام باتوں میں سے اگر ایک بات بھی کسی شخص میں نہ پائی جائے تو وہ مکمل صوفی نہیں۔

نتیجۃً ان سب کا ماحصل اور مشائخ متقدمین کے نزدیک تصوف کا مقصد یہ ہے کہ انسان خود اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرے اور دنیا کے دوسرے سے دلوں کو مادی نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک و صاف کرے۔ بنی نوع انسان کے ساتھ تعلقات میں شگفتگی پیدا کرنا، ٹوٹے دلوں کو جوڑنا، برائی سے بچانا، بھلائی کی طرف بلانا یہ وہ کام ہیں جو عبادت سے زیادہ اہم ہیں۔ تصوف ایک اخلاقی پروگرام کا نام ہے جس میں سب سے پہلے اپنے اخلاق سنوارنے کا کام لیا جاتا ہے پھر دوسروں کے اخلاق کی درستگی کو زندگی کا سب سے اہم فرض سمجھا جاتا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ کتاب عینیات سلطانی میں فرماتے ہیں "فقر کی ایک صفت خلق عظیم ہے"۔

حضرت شیخ مرتعشؒ فرماتے ہیں التصوف حسن الخلق (تصوف خلق نیک کا نام ہے)

حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا قول ہے۔

التصوف خلق فمن زاد علیک فی الخلق زاد علیک فی التصوف (تصوف خوش اخلاقی کا نام ہے یعنی جو شخص زیادہ کرتا ہے صوفی زیادہ ہوتا ہے)

چنانچہ مرشد قادری سروری کا کام یہی ہے کہ طالب کو سب سے پہلے تصور اسم اللہ ذات سے مجلس محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل کر دیتا ہے وہاں نسبت محمدی حاصل ہو جاتی ہے۔

آپ کی ذات مقدس خلق عظیم کا سرچشمہ ہے تمام راحتیں تمام محبتیں اور دین و دنیا کی نعمتیں اور خدا تعالیٰ کی ذات آپ ہی کے صدقہ میں حاصل ہوتی ہے۔ دور حاضر کے روشن دماغ لوگوں کے لئے بالعموم اور پرویز صاحب کے لئے بالخصوص جو علامہ اقبال کو اپنا مرشد تصور کرتا ہے اور طلوع اسلام میں ان کے شعروں کو بڑھا چڑھا کر لکھتا ہے۔ ان کے لئے علامہ اقبال کا ایک قول بطور شاہد پیش کرنا چاہتا ہوں نیاز الدین خان نے ان سے زیارت رسول کریمؐ کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: مبارک ہو اس زمانے میں یہ بڑی سعادت ہے قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیئے تاکہ قلب محمدی سے نسبت پیدا کرے اس نسبت محمدیہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معانی بھی آتے ہوں خلوص دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے، میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانہ کے لوگ بھی اس طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوا کرتے تھے لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار کرنا بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔"

(اقبال اور تصوف صـ ۱۲۶)

(نکتہ) قرآن مجید پڑھنے سے حضور علیہ السلام کے قلب سے کیسے نسبت پیدا ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو جبرائیلؑ نے حضور علیہ السلام کے قلب پر نازل کیا ہے نزل به الروح الامین علی قلبك، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کان خلقه القرآن (یعنی حضورؐ کے اخلاق عالیہ کا نام قرآن ہے) گویا وہ قرآن صامت ہے اور حضور علیہ السلام قرآن ناطق ہیں وہ قرآن جلد میں بند ہے اور حضور علیہ السلام چلتا پھرتا قرآن ہے۔ علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

دوسری جگہ فرمایا ہے ؎

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

۷ تصوف کی ضرورت حصول کرامت کے لئے نہیں بلکہ تعمیر اخلاق کے لئے ہے بزرگان دین کا یہی مسلک ہے اور ان تمام خوبیوں کا منبع اور تمام اخلاق حسنہ کا مرکز صرف اور صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جو قادری شیوئی تصوف کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی ؎

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است   رحمت اللعالمینی انتہا است

اخلاقِ حمیدہ

جیسا میں نے عرض کیا ہے کہ سلوک سے مقصد حقیقی یہ ہوتا ہے کہ اپنے اندر اخلاقِ حمیدہ کو پیدا کیا جائے اس لئے صوفیائے کرام کی کتابوں میں اخلاقِ حمیدہ کے حصول کے طریقے بتائے جاتے ہیں ارادہ اور نیت، اخلاص، انس، تفویض، تبلیغ، تفکر، تقویٰ، تواضع، توبہ، توحید، توکل، خشوع، خوف، دعا، رجا، رضا، زہد، شکر، شوق، صبر، صدق، محبت وغیرہ سے بحث کی جاتی، اور اخلاقِ ذمیمہ سے بچنے اور محفوظ رہنے کے طریقے بتائے جاتے ہیں، مثلاً آفاتِ لسان جیسے گالی گلوچ لعنت کرنا، دل لگی اور تمسخر کرنا، چغل خوری، جھوٹ، غیبت، مدح سرائی یا اسراف یا بخل، بغض، تکبر، حب جاہ، حب دنیا، حرص، حسد، ریا، شہوت، عجب، غضب وغیرہ لہٰذا اب ان سب کا مختصر کر کے لائحہ عمل پیش کیا جاتا ہے۔

طریقِ کار

۱:- ایک معلم اخلاق کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اُن اخلاقی اقدار کا حامل ہو جن کی تبلیغ دوسروں کو کرتا ہے کیونکہ بے عمل انسان کے الفاظ کسی کی لوحِ قلب پر منقش نہیں ہو سکتے جب تک کہ دل کی گہرائیوں سے نہ نکلیں صرف زبانی باتیں فضا میں گم ہو کر رہ جاتی ہیں دل کی گہرائیوں تک اسی کی آواز جاتی ہے جس کے پیچھے عمل کی بے پناہ قوت ہو

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں چہرہ پہ یقیں کا نور نہیں

۲:- ایک معلم اخلاق کو قوم کی تمام انفرادی اور اجتماعی بیماریوں کا علم ہونا چاہیئے قوم کے نفسیات سے واقف ہو کیونکہ فکر و عمل میں اس وقت تک تبدیلی نہیں ہو سکتی جب تک ذہنی حرکات، قلبی کیفیات اور طبعی رجحانات کا صحیح اندازہ نہ ہو اس میں انسان کے تجربہ کو بھی بڑا دخل ہے اسی لئے اسلام نے رہبانیت سے روکا تاکہ لوگوں میں رہ کر ان کی جفا و ظلم سہہ کر ان کے نفسیات کا مطالعہ کرے اور فطرتِ انسانی کے سمجھنے کی کوشش کرے اور یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں رہ کر ربط و ضبط قائم کرے۔

۳:- معلم اخلاق کو مہر و محبت کا مجسمہ ہونا چاہیئے کیونکہ درشت خو آدمی کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا حد یہ کہ مریض کڑوی دوا کو یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ازالۂ مرض کے لئے مفید ہے پینے سے گریز کرتا ہے قرآن کریم میں ہے۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران) (اور (محمدؐ) اگر تم درشت خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے چل دیتے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین ٥ (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان نہیں لاتا جب تک کہ میں اس کے باپ اور بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)

(جو معلم اخلاق اپنی محبت سے قلوب انسانی پر قبضہ کر لیتا ہے اس کو اپنا پیغام دل کے کانوں میں پہنچانے میں بڑی آسانی ہوتی ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

روحِ قرآں جانِ ایماں مغزِ دین
ہست حبِّ رحمۃ للعالمین

اسی لئے سب سے پہلے فنا فی الشیخ پھر فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ تک رسائی ہوتی ہے۔

(ماہرین علم نفسیات نے انسان کی تین کیفیات سے بحث کی ہے۔ ادراک احساس اور عمل۔ ہر انسانی عمل کو ادراک و احساس کی منزل سے گذرنا پڑتا ہے۔ قانون تعزیرات کی دفعہ ادراک و احساس کی منزل پر جرائم کا احتساب نہیں کر سکتی چنانچہ مشائخ کرام نے بھی انسان کا عمل درست کرنے کے لئے سب سے پہلے ادراک و احساس کے درست کرنے پر زور دیا ہے لیکن جسم کی پلیدی تو غسل کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔ دل کی پلیدی دور کرنے کے لئے آنکھوں کے آنسو اور نالہائے نیم شبی کی ضرورت ہوتی ہے انسان کی صحیح تربیت کے لئے صرف بداعمالیوں سے ہی پرہیز کرنے سے کام نہیں چلتا بلکہ برے خیالات اور برے احساسات سے بھی بچئے قرآن کریم میں ہے و ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (کوئی بات خواہ تم اسے دل میں چھپاؤ یا ظاہر کرو ہر حال میں اللہ اس کا حساب لے گا۔))

فلسفیوں نے انسان کے اندر دو قوتوں بہیمی اور ملکوتی کا ذکر کیا ہے انہیں کو صوفیوں نے نفس اور قلب کے نام سے تعبیر کیا ہے ایک کا رجحان برائی کی طرف ہے اور ایک کا بھلائی کی جانب برائی کو دور کرنے کا موثر طریقہ قلب کو بیدار کرنا ہے جب قلب قوت حاصل کر لیتا ہے تو نفس کے تقاضے خود بخود خاموش ہو جاتے ہیں ملکوتی قوت کو اجاگر کرنے سے بہیمی قوت خود بخود کمزور پڑ جاتی ہے جب نفس یا بہیمی قوت غالب آ جاتی ہے تو آئینہ دل غبار آلود ہو جاتا ہے اس میں انوار ربانی کو کھینچنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اسی لئے صوفیوں کا موضوع قلب ہے اسی محور پر تمام

بخشیں گردش کرتی ہیں اور اسی پر تمام تصوف کا دارومدار ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں دل کی بیماریوں کے اسباب علامات اور اس کا علاج بالتفصیل تجویز کیا ہے یہاں اس کی گنجائش نہیں صرف چند علاجوں کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱:۔ قلب کی ملکوتی قوتوں کو ابھارنے کے لیے عبادت کی ضرورت ہے ارکانِ دین کے علاوہ تصوف کے اعمال و اشغال کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ قلب کو بیدار کر دیا جائے۔ عبادات میں سب سے زیادہ جامع نماز ہے۔ شاہ صاحب نے ایک جگہ تلاوت قرآن کریم کے فوائد لکھتے ہوئے فرمایا ہے۔ لکل شیٍٔ مصقلۃ و مصقلۃ القلب تلاوۃ (یعنی ہر چیز کے لئے ایک خاص صیقل ہوا کرتی ہے اور دل کی صیقل قرآن کی تلاوت ہے۔)

بعض بزرگوں نے اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ برائیوں کا انسداد ان کی برائی کرنے سے نہیں ہو سکتا بلکہ چاہیئے کہ ان میں جو ایک آدھ بھی اچھائی موجود ہو اس کی تکثیر کی جائے برائیاں خود بخود دور ہو جائیں گے۔ قرآن کریم نے بھی فرمایا ہے۔ اِنَّ الصلوٰۃَ تنھی عن الفحشاءِ والمنکر نماز برائیوں سے روکتی ہے اس کا یہی مقصد ہے۔ دوسری جگہ فرمایا (ان الحسنات یذھبن السیّئات نیکیاں برائیوں کو دور دور کر دیتی ہیں بہرحال صوفیائے کرام جب ان طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو وہ اخلاقی قدروں کو بلند کر کے قوم کے سامنے ایک بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں صوفیائے کرام کی زندگی اس قسم کے واقعات سے پُر ہے صرف ایک دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت شاہ خوب اللہ صاحب رح الہٰ آبادی جو بڑے بزرگ تھے حضرت خضر سے ملا کرتے تھے آپ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء مجلس سماع میں مریدوں سمیت خوب محظوظ ہو رہے تھے کہ وقت کے قاضی القضاۃ محتسب قاضی ضیاء الدین صنامی عین موقعہ پر پہنچ گئے انہوں نے کہا اس ناجائز فعل سے باز آجاؤ" آپ نے پرواہ نہ کی اور اس طرح سنتے رہے قاضی نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان کے خیموں کی طنابیں کاٹ دو خیمے جب اس مجلس پر گر پڑیں گے مجلس سماع خود بخود درہم برہم ہو جائے گی جب سپاہیوں نے طنابیں کاٹ دیں تو خیمے بغیر سہارے کے کھڑے رہے قاضی کو اور غصہ آیا خوب جی بھر کر گالیاں سنائیں اور کہا ایک تو ناجائز کام کرتے ہو اور پھر اس پر اپنی کرامتیں دکھاتے ہو اتنا کہہ کے بس ہو کر چلا گیا وقت گذر گیا آپ نے اس کی تذلیل و توہین کا کوئی بدلہ نہ لیا اتفاق سے چند دن کے بعد قاضی صاحب بیمار ہو گئے" تو خواجہ صاحبؒ نے دو آدمی کو ساتھ لیا کہ قاضی صاحب کی بیمار پرسی کر آئیں یہ سنت رسولؐ ہے۔ قاضی صاحب کے دروازے پر پہنچے تو دستک دی خادم باہر آیا آپ نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ میں قاضی صاحب کی عیادت کے لئے حاضر ہوا

ہوں، قاضی صاحب کو اپنے فعل اور خواجہ صاحبؒ کے اخلاق سے سخت ندامت ہوئی قاضی صاحب نے روتے ہوئے اپنی دستار خادم کو دی کہ وہ خواجہ صاحبؒ کے راستہ پر بچھا دے تاکہ وہ اس کے اوپر سے تشریف لے آئیں جب خادم باہر دستار بچھانے کے لئے آیا تو آپ نے وہ دستار خادم سے لے لی اور اپنے سر پر رکھ لی اور ساتھ ہی کہا کہ یہ شریعت کی دستار ہے میں اس کا احترام کرتا ہوں اس حالت میں قاضی صاحب سے ملے جس کا اثر قاضی صاحب پر اتنا پڑا کہ وہ روتے روتے بے ہوش ہو گیا یہ ہے صوفی اور ملاں کے کردار میں فرق۔ لسان العصر علامہ اکبر الہ آبادی مرحوم نے صوفی اور ملاں میں کیا بہترین امتیاز بتایا ہے ؎

فرق کیا عالم و صوفی میں بتاؤں تجھ کو
اس کی حجت میں کٹی اس کی محبت میں کٹی

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

ع جیوندیاں ہی مر رہنا ہووے تاں ویس فقیراں بہیئے ہو
جے کوئی سٹے گودڑ کوڑا وانگ اروڑی رہیئے ہو
جے کوئی کڈھے گالاں مہنا اس نوں جی جی کہیئے ہو
قدرت دے ہتھ ڈورے حضرت باہو جیوں رکھے تیوں رہیئے ہو

(۲) سیدی و مرشدی فقیر صاحب قبلہؒ نے "عرفان" حصہ دوم میں تحریر کیا ہے کہ انگریزوں کے زمانے میں ضلع مظفر نگر کے ایک قصبہ کاندھلہ میں ایک جگہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہوا کہ یہ ہندوؤں کا مندر ہے یا مسلمانوں کی مسجد، انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مسلمانوں سے تخلیے میں پوچھا کہ کیا ہندوؤں میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی صداقت پر آپ اعتماد کر سکتے ہوں اور جس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے انہوں نے کہا کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے اس کے بعد ہندوؤں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ بڑی آزمائش کا موقعہ ہے اور بڑا اہم مذہبی معاملہ ہے لیکن پھر بھی ایک مسلمان بزرگ ایسے ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے شاید وہ اس معاملے میں بھی صداقت سے گریز نہیں کریں گے اور یہ بزرگ مفتی الٰہی بخش صاحبؒ تھے (جو کہ ظاہری و باطنی علوم سے مرصع تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے شاگردوں میں سے تھے) مجسٹریٹ نے ان کے پاس چپڑاسی بھیج کر ان کو عدالت میں طلب کیا انہوں نے چپڑاسی سے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ فرنگی کا کبھی منہ نہیں دیکھوں گا مجسٹریٹ نے کہلا بھیجا کہ آپ میرا منہ نہ دیکھیں لیکن تشریف لے آئیں معاملہ بڑا اہم ہے اور آپ کے

یہاں تشریف لائے بغیر فیصلہ نہیں ہو سکتا وہ بزرگ تشریف لے آئے اور بیٹھ کر کے عدالت میں کھڑے ہو گئے" معاملہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ آپ کا اس معاملے کے بارے میں کیا علم ہے کمرہ عدالت ہندوؤں اور مسلمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور تمام لوگوں کی نگاہیں آپ کے چہرہ پر تھیں اور سب ہمہ تن گوش تھے اس پاک باز بزرگ نے یوں زبان کھولی کہ "اصل صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے" عدالت نے فیصلہ دے دیا اور جگہ ہندوؤں کو مل گئی مسلمان ایک قومی مقدمہ ہار گئے لیکن اسلام نے اخلاقی فتح پائی صداقت اور اسلامی بلند اخلاق کے مظاہرے نے چند گز زمین کھو کر بہت سے غیر مسلموں کے ضمیر جیت لئے بہت سے ہندو واسی روز آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے اور دور دور تک اسلام کی بلندئ اخلاق کا ڈنکا بج گیا۔

حضور قبلہ فقیر صاحبؒ نے اسی جگہ لکھا ہے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلامی شعائر اور دینی احکام پس پشت ڈال دیئے ہیں اور اخلاقی طور پر بہت گر گئے ہیں اس لئے دنیا میں ذلیل اور خوار ہو گئے ہیں اور کافروں اور مشرکوں نے ان کے اچھے اسلامی محاسن اور دینی محامد اپنا لئے ہیں اس لئے مسلمان ان کافروں اور بے دینوں کے ہاتھوں محکوم اور مغلوب ہو گئے ہیں ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کا اخلاق شہرۂ آفاق تھا اور دنیا کی تمام قومیں ان کی بلندئ اخلاق کو دیکھ کر عش عش کرتی اور رشک کھاتی تھیں۔

اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں لیکن یہاں گنجائش نہیں اب میں پھر اصل موضوع کی طرف آتا ہوں میں عرض کر چکا ہوں کہ ماہرین نفسیات نے کہا ہے کہ انسان کے اعمال کو درست کرنے کے لئے ادراک و احساس کو پاک کرنا چاہیئے" اعمال خود بخود درست ہو جائیں گے اس کے لئے جو طریقہ سروری قادری میں علاج تجویز کیا گیا ہے وہ بہترین اور قرین از قیاس ہے۔ ادراک و احساس میں جو خیالی اور تصوراتی نجاستیں آتی ہیں ان کے دو اسباب ہیں ایک خارجی اور ایک داخلی خارج میں شیاطین کی طرف سے برے وسوسے اور برے خیالات کا القا ہوتا ہے جیسا قرآن کریم میں ہے، یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔ اس لئے اس کا علاج بھی دو طرح سے ہو گا، ایک خارجی طریقہ پر اور ایک داخلی ذریعہ سے، خارجی طریقہ سے اس کا علاج یہ ہے کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کیا جائے جس سے شیطان کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور ظلمانی اور نفسانی حجابات پھٹ جاتے ہیں قلب بالکل پاک و صاف

ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں "چونکہ کلمہ طیبہ شیطان کا حصار ہے اس لئے جس جگہ پڑھا جائے شیطان بھاگ جاتا ہے"۔ (محک الفقرا کلاں) دوسری جگہ فرماتے "دو جاننا چاہیئے کہ آدمی کے وجود میں خطرات مثل درخت کے اور کلمہ طیبہ مانند کلہاڑے کے ہے جس طرح کلہاڑے سے خس و خاشاک دور کرتے ہیں اور زمین قابل تخم ریزی بن جاتی ہے اسی طرح کلمہ طیبہ سے دل پاک و صاف اور قابل تخم معرفت کے ہو جاتا ہے"۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہٗ شیطاناً فھو لہٗ قرین"۔ (ترجمہ) (اور جو شخص جان بوجھ کر اندھا ہو جائے اللہ تعالےٰ کے ذکر سے ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی رہتا ہے)

چوں دلت بے یاد الرحمٰن بود
دیو ملعون یار و ہمراہ بہمت بود

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ذکر کیا جائے تو شیطان اس پر مسلط نہیں رہتا اور وہ اس سے دور چلا جاتا ہے۔

شرائط ذکر کلمہ طیبہ

(۱) مبتدی کے لئے ذکر بالجہر زیادہ فائدہ دیتا ہے کیونکہ اس کے دل پر غفلت کے غلاف چڑھے ہوئے ہوتے ہیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار میں آداب ذکر کے باب میں فرماتے ہیں "ذاکر پورے طور پر باوضو ہو کر ضرب شدید اور قوی آواز کے ساتھ ذکر کا سلسلہ جاری رکھے"۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ "ہمعات" میں فرماتے ہیں ذکر بالجہر کرتے وقت جب سالک اپنے دل میں زیادہ جوش و گرمی محسوس کرے تو اسی کے مطابق وہ ذکر لا الٰہ الا اللہ کو زیادہ بلند اور مسلسل کرتا جائے اس سے دماغ کو پراگندہ خیالات سے نجات مل جائے گی اور شوق و محبت کی بے قراری اور گرمی بھی اسے ضرور حاصل ہو جائے گی۔ امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب لطائف المنن والاخلاق جلد دوم کے صفحہ ۱۰۷ کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

ان کان الذاکرون جماعۃ	یعنی اگر ذکر کرنے والی جماعت ہو تو
فالاولیٰ فی حقھم رفع الصوت	ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ بلند آواز

باالذکر مع توافق الاصوات بطریقۃ واحدۃ موزونۃ" (سے مل کر ایک آواز سے پڑھیں۔)

آگے لکھتے ہیں۔

ذکر جماعۃ علی قلب واحد اکثر تاثیرا واشد قوۃ فی رافع الحجب عن القلب من ذکر واحد وحدہ۔ (یعنی جماعت کا مل کر ذکر کرنے سے جو دل پہ اثر ہوتا ہے اور اس سے جو قلب پہ سے حجاب اٹھتے ہیں وہ اکیلے ذکر کرنے سے نہیں اٹھتے)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ذکر جہر کے متعلق "حجۃ الاسرار" میں ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ نفس بمنزل کافر کے ہے اگر کافر کی ہمنشینی میں کوئی تقویٰ اور پرہیزگاری اور ریاضت و مشقت کرتا رہے کافر ہرگز عاجز نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی کافر کے نزدیک کلمہ طیبہ پڑھے ذکر جہری کرے کافر عاجز ہو جائے گا اور اس کی ہمنشینی چھوڑ دے گا" بعض خشک ملا نفس کے غلام دل کے اندھے ذکر جہر پہ بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں ان کے ایمان وا ذعان کے لئے بخاری شریف کی ایک حدیث درج کرتا ہوں

عن ابی سعید مولی بن عباس ان ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت باالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذالک (حضرت عبداللہ ابن عباس کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رض نے مجھے بتایا کہ حضور علیہ السلام کے عہد میں لوگ جب فرض نماز پڑھکر واپس ہوتے تو بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے اور مجھے اسی بات سے علم ہوتا تھا کہ اب لوگ نماز پڑھ کر واپس آ رہے ہیں۔)

(۲) ذکر کرنے میں پورا زور لگائے کیونکہ قرآن کریم میں ہے ثم قست قلوبکم من بعد ذالک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ (یعنی ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے) اس آیت کے تحت علامہ تاج الدین احمد بن عطاء اللہ السکندری کتاب مفتاح الفلاح و مصباح الارواح میں لکھتے ہیں والحجارۃ لا تنکسر الا بقوۃ فکذالک قساوۃ القلب لا تزول الا بذکر القوی (یعنی پتھر نہیں ٹوٹ سکتا جب تک کہ اس کو

طاقت سے ضرب لگائی جائے اسی طرح دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گیا ہو وہ بغیر ذکر کی قوی ضربوں کے نہیں ٹوٹ سکتا۔

(۳) ذکر میں مدّیں اور شد کو اچھی طرح سے ادا کرنا چاہیئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب "ہمعات" میں لکھتے ہیں "ذکر میں اس بات کا خیال کرنا چاہیئے کہ لا پہ جو مد ہے وہ پوری طرح کھینچی جائے اور الا اللہ پر جو تشدید ہے اس پہ پورا زور پڑے" سلطان حامد صاحب مناقب سلطانی میں لکھتے ہیں "لا الٰہ کو جتنا دراز کر سکے کرے" پھر ایک کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی ذکر جہر کے وقت کلمہ لا الٰہ کو اس قدر لمبا کرتے کہ کوئی شخص دم روک کر بھی اتنا لمبا نہ کر سکتا تھا مطلب یہ کہ لا الٰہ کو جس قدر زیادہ لمبا کیا جائے اسی قدر نفسانی مرادیں اور شیطانی خطرات جو ذاکر کے دل پر غالب ہوتے ہیں دل سے دور ہو جاتے ہیں۔ مناقب سلطانی صد ۹۴

(۴) ذکر میں ہر طرف سے خیالات کو ہٹا کر صرف خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے پھر صحیح طور پر فیضان ہوتا ہے شاہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں "نیز جب سالک لا الٰہ الا اللہ کہے تو وہ اپنے دل سے غیر اللہ کی محض محبت نہیں بلکہ غیر اللہ کا سرے سے وجود ہی خارج کر دے"

اس لئے بہترین طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ خوب اندھیرے میں بیٹھ کر ذکر کرے جہاں وہ اپنے آپ کو بھی نہ دیکھ سکے ورنہ صحیح فائدہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ مولانا عارف رومی فرماتے ہیں ؎

ذکر کن ذکرے کہ غیر از دل برود ، غیر معنی ذات حق در دل بود

(۵) ذکر کثرت سے کرے قرآن کریم میں ہے فاذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون (اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم (اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہو کر بیٹھ کر، لیٹ کر) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا من احب شیئا اکثر ذکرہٗ جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے بہت یاد کرتا ہے ؎

یاد او گر مونس جانت بود ، ہر دو عالم زیر فرمانت بود

یاد او سرمایۂ ایماں بود ، ہر گدا از یاد او سلطاں بود

گر تو خواہی در دو عالم آبرو ، یاد او کن یاد او کن یاد او

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ محک الفقراء صد ۲۵ پر ایک حدیث نقل کرتے ہیں اکثروا ذکر اللہ حتیٰ یقول المنافقون مجنون (یعنی اللہ کے ذکر کو اتنی کثرت سے کرو کہ منافق لوگ تم کو مجنون کہنے لگیں ؎

؎ ہر کہ دیوانہ شود با ذکر حق　　زیر پائش عرش و کرسی ہر طبق

شمس العارفین صہ ۹

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ محبت الاسرار کے صہ ۲۴ پہ لکھتے ہیں فقراء کے دشمن تین حکمت سے خالی نہیں ہوتے یا تو وہ اسم اللہ اور محمد رسول اللہ کے ذکر جہر کو پسند نہیں کرتے ہیں ایسے لوگ منافق ہیں جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام سے دلگیر ہوتے ہیں اور شیطان کے نام اور دنیاوی زر و سیم سے خوش وقت ہوتے ہیں یا یہ کہ ان کا باطن ہی کافر ہے جو راہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر گیا ہے نعوذ باللہ منہا۔

عن ابی سعیدؓ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثروا ذکر اللہ حتیٰ یقولوا مجنون رواہ احمد والحاکم فی صحیحہ۔ اور ابن عباس سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اذکروا اللہ ذکراً یقول المنافقون انکم مراؤن رواہ الطبرانی والبیہقی۔

دوسرا علاج داخلی یہ ہے کہ ادراک و احساس میں اسم اللہ کا تصور کرے جس طرح ذکر لسانی سے اور کلمہ طیبہ کے ورد جہری سے خارجی موانعات دور ہوتے ہیں پھر سانس کے ذکر سے اندر جانے والی ہوا سے اسم ذات کے خون میں شامل ہونے سے سارے جسم اور جوارح میں پاکیزگی اور تقدس ہوتا ہے اسی طرح ادراک و احساس میں اسم اللہ کے ادراک تصور و خیال سے تطہیر پیدا ہوگی تصور اسم ذات کے آداب و شرائط کا آخر میں ذکر کیا جائے گا۔ یہ قادری سروری سلسلہ کا لازمی اور ضروری عمل ہے حضرت قبلہ مرشدی قدس سرہٗ عرفان حصہ دوم میں فرماتے ہیں ”تصور اسم ذات جس وقت اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور مرشد کامل کی توجہ سے طالب سالک کے وجود کے اندر قائم ہو جاتا ہے اور اس کا لطیفہ قلب و روح نور اسم اللہ ذات سے زندہ ہو جاتا ہے“ ہذا ھو المقصود۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ”ہمعات“ میں نسبت یاد داشت کے ماتحت لکھا ہے (۱) فقیر نے ان میں ایک بڑی جماعت کو دیکھا ہے وہ لوگ اسم ”اللہ“ کو اپنے خیال میں موجود اور حاضر پاتے ہیں اور وہ اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں یہ ان کی نسبت (یاد داشت) زیادہ مناسب اور موزون ہے۔

(اس تصور اسم ذات میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ماہرین نفسیات نے یہ لکھا ہے اگر کوئی انسان کسی برائی کا شکار ہے تو اس سے یہ کہنا کہ تم اسے چھوڑ دو سود مند نہیں اس مطالبہ کے بعد اس میں ایک ایسی کش مکش پیدا ہو جائے گی جو اس کی خواہشات کو تحت الشعور میں اتار کر بہت سی الجھنوں کو ابھار دے گی یا اس کی خواہش اور بڑھ جائے گی مقولہ ہے۔ الانسان حریصٌ علیٰ ما منع (انسان جس چیز سے منع

کیا جائے اس کی طرف زیادہ راغب ہو جاتا ہے اس کے برخلاف اگر کسی خیال کو چھوڑ دینے کا تقاضا کرنے کے بجائے کوئی اور دلچسپی پیدا کر دی جائے تو غیر محسوس طریقے پر وہ خیال اس کے ذہن سے نکل جائے گا۔

اس لئے ادراک و احساس میں جو غلط آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں برے خیال و وساوس کی کثرت ہوتی ہے اس سے منع کرنے کی بجائے اس میں نیک خیال کو بو دیا جائے اسم اللہ ذات کے تصور میں اسے رنگا دیا جائے تو بری خواہشات خود بخود رک جائیں گی پھر تصور کے ساتھ اگر پاس انفاس کا شغل بھی جاری رکھا جائے تو اور بھی زیادہ سود مند ثابت ہو گا۔

دل میں ہو اگر یاد تری لب پہ ترا نام
گرداب میں بھی لطف ہے طوفاں میں بھی آرام
اک جنتِ گل پوش و طربناک تری یاد
اِک نغمۂ پُرکیف سکوں بخش ترا نام۔

اس سے قلب میں نور اور جان میں سرور پیدا ہو گا نفسانی اور شیطانی قوتیں پامال ہوں گی مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

وقت را ضائع مکن اے جانِ من
اسم اللہ را بگو با ہر سخن
عارفاں را اسم اللہ شد نصیب
نفس و شیطان در نگنجد با حبیب

تلاوت قرآن کریم کے متعلق بھی ہمارے سلسلہ قادری سروری میں بہت تاکید کی جاتی ہے یہ بھی باطنی انوار و برکات کے نزول اور قلب کے تزکیہ میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت قبلہ فقیر صاحب "عرفان" حصہ دوم میں فرماتے ہیں "قرآن کریم ذاتی انوار کا ایک لازوال باطنی پاور ہاؤس ہے جس کی کلیمی تجلی کے ایک کرنٹ نے کوہِ طور کو پاش پاش کر دیا تھا یہی طوفان برقِ باطنی اس کے حروف اور الفاظ کے تاروں میں اب بھی مخفی اور مستور ہے" علامہ عبدالکریم جیلی نے اپنی کتاب "انسان کامل" میں ایک عارفانہ نکتہ بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں چونکہ وجود مطلق کئی درجے نیچے اگر انسان کی ذات میں اپنا جمال منعکس دیکھتا ہے لہذا انسان روحانی کشف سے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد وجود مطلق تک پرواز کر سکتا ہے یہ عمل تین طریقوں پر مشتمل ہے۔

(۱) انسان اسمائے الٰہی پر جو اس کے مظہر ہیں غور کرتا ہے۔

(۲) اس مسلسل سعی سے وہ دائرہ صفات میں داخل ہوجاتا ہے اور صفات الٰہیہ سے متصف ہوکر معجزاتی شان اختیار کرلیتا ہے۔

(۳) اس کے بعد وہ نورِ حقیقی کے دائرہ میں قدم رکھتا ہے اور انسان کامل بنتا ہے ایسا اس کا عمل خدائی عمل اس کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ اور اس کے کان اللہ کے کان اور اس کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں بن جاتی ہیں اور یہ منتہائے کمال ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات ہر دو جہان سے غنی اس کا دلِ بے نیاز

محبّتِ الٰہی

تصوف کی دو بنیادی چیزیں اور بھی صوفیوں میں نظر آتی ہیں یعنی حب الٰہی اور معیت ذاتی چنانچہ صوفیہ کا کہنا ہے کہ کتاب اللہ میں خود محبت کی دعوت دی گئی ہے اور بے شمار آیتوں میں اس کے نتیجے کے طور پر معیت اور قرب ذاتی کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ قرآن نے جا بجا یہ حقیقت واضح کی ہے کہ خدا اور اس کے بندوں کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے اور سچی عبودیت اسی کی عبودیت ہے جس کے لئے معبود صرف معبود ہی نہ ہو

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ (اور (دیکھو) انسانوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں
انداداً یحبونھم کحب اللہ ط و جو دوسری ہستیوں کو اللہ کا ہم پلہ بنا لیتے ہیں
الذین اٰمنوا اشد حباً للہ ط وہ انہیں اسی طرح چاہنے لگتے ہیں جس
طرح اللہ کو چاہنا ہوتا ہے رہا لانکہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کی محبت زیادہ اللہ ہی سے ہوتی ہے۔)

(صوفیائے کرام نے اسی محبت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا صوفیہ کا کہنا ہے کہ محبت ہی رازِ حیات ہے اگر اس کی آگ دل میں نہ ہو تو وہ گوشت کا بے جان لوتھڑا ہے اگر عشق کی گرمی ہو تو انوارِ ربانی کا محل

عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں،
یاد کے رہنے کی وہ منزل نہیں،)

((پہلی صدی ہجری میں ہم کو امام حسن بصری رح نظر آتے ہیں جو اپنے زہد کی بنیاد حزن والم کو قرار دے چکے ہیں، چنانچہ جہنم کی آیات سننے پر آپ اس قدر روتے تھے گویا کہ جہنم آپ کے لئے ہی بنایا گیا ہے آپ روح کی پاکیزگی کے لئے اس حزن و بکا کو بہترین وسیلہ سمجھتے تھے۔ لیکن دوسری صدی ہجری میں ایک نیا مکتب خیال ابھرا جس نے زہد میں محبت الٰہی کا اصول باقاعدہ طور پر داخل کیا یہ اصول رابعہ عدویہ

کی ایجاد ہے۔ ابتدا میں خشیتِ الٰہی کا غلبہ اور جہنم اور عذابِ الٰہی کا ذکر سن کر آپ بھی بہت رو دیا کرتی تھیں مگر آخر عمر میں محبتِ الٰہی کا رنگ نمایاں ہوا رابعہ بصری کے اشعار بہت مشہور ہیں جن میں انہوں نے محبت الٰہی کا ذکر کیا ہے ان میں صرف ایک شعر کے ترجمہ سے ان کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگا سکیں گے، آپ فرماتی ہیں "اے میرے محبوب! اگر تیری عبادت جہنم کے ڈر سے کرتی ہوں تو تو مجھے نارِ جہنم کا لقمہ بنا دے اگر میں تیری عبادت جنت کے لالچ میں کرتی ہوں تو تو مجھے اس سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دے اور اگر میں صرف تجھ سے تیری ذات سے تیرے لئے محبت کرتی ہوں تو اے میرے مولا! مجھے اپنے جمال ازلی سے محروم نہ کیجیو"

چنانچہ حب الٰہی کا جذبہ آپ میں اس حد تک بڑھ گیا کہ آپ سے کسی نے پوچھا "کیا تم خدا سے محبت کرتی ہو؟" جواب دیا "ہاں" پھر پوچھا "کیا شیطان سے نفرت کرتی ہو؟" کہا "خدا کی محبت سے فرصت ہی کب ملتی ہے کہ شیطان سے نفرت کی جائے" یہ جذبہ بڑھتے بڑھتے ایک ناگوار حد تک جا پہنچا، عالم رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "رابعہ کیا مجھ سے محبت کرتی ہو؟" عرض کی "اے خدا کے رسول آپ سے محبت کون نہیں کرتا لیکن اللہ کی محبت مجھ پر اس طرح غالب آ چکی ہے کہ کسی اور کی دوستی یا دشمنی کے لئے میرے دل میں گنجائش ہی باقی نہیں" جب استیلائے محبت خدا میں رسول کی محبت کے لئے گنجائش باقی نہ رہے تو اطاعت رسولؐ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اپنی محبت کی کسوٹی اطاعت رسول کو قرار دیا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (اے رسولؐ ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا۔

(تصوف میں اس قسم کی آزادیٔ گفتار، غلبۂ جوش و مستی، محویت و استغراق کے راہ پا جانے سے کئی اہم نتائج برآمد ہوئے ابھی تک تو ایمان خوف و رجا کے درمیان ایک نقطۂ اعتدال کی صورت رکھتا تھا لیکن اب غلبۂ محبت کے اظہار میں رجائیت زور پکڑنے لگی اور سیلابِ محبت کے بہاؤ میں مستند اسلامی اعتقادات کے خلاف لب کشائی کر جانا اور تشنۂ وصل خدا میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اظہار بے نیازی کر دینا بھی آسان ہو گیا یہی وہ جذبۂ آزادی تھا جس نے آگے چل کر تصوف کا دروازہ بیرونی عقائد و خیالات کی درآمد کے لئے وا کر دیا اور اتباع کتاب و سنت میں نمایاں کمی ہوتی چلی گئی۔

محبت الٰہی کا جذبہ جو نقطۂ اعتدال سے ہٹا ہوا نہ ہو جس میں محبت رسولؐ کا جذبہ بھی کارفرما ہو

وہ راہ سلوک میں بے حد مفید ہے اسی سے یادِ حق کا جذبہ اور معیت ذاتی کا تصور بڑھتا ہے، یہی وہ جذبہ ہے جس سے صوفی کی زندگی میں انقلاب آتا ہے اس کا جینا اس کا مرنا اس کی شادی اس کا غم صرف اسی ذات کے لئے ہوتا ہے اسی نشۂ محبتِ الٰہی سے دنیا کی محبت ختم ہوتی ہے۔ اور ہر کام رضائے الٰہی کا طلبگار ہوتا ہے۔

چنانچہ محبت الٰہی کا جذبہ جب انسان کے دل میں گھر کر لیتا ہے تو فکر و عمل کا کوئی گوشہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔)

شرک جو انسانی گناہوں میں سے شدید گناہ ہے اس سے محفوظ رہنے کے لئے ایمان کی اعلیٰ شان کو برقرار رکھنے کے لئے جو جذبہ کارفرما ہوتا ہے وہ محبت ہی ہے۔ اللہ سے سچی محبت رکھنے والا اپنے آپ کو ہر وقت خدا کی بارگاہ میں پاتا ہے ذات باری تعالیٰ کو جب انسان اپنے نزدیک محسوس کرنے لگتا ہے تو معصیت کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں وہ اپنے محبوب میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ گناہ کرنے کی اس کو فرصت ہی نہیں ملتی ایک بہت بڑا فائدہ اس سے یہ ہوتا ہے کہ مادی دنیا کی کشش اس کے لئے بے اثر ہو جاتی ہیں۔ حُبّ الدُّنیا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ دنیا کی محبت جو ہر گناہ کا اصل ہے یکسر ختم ہو جاتی ہے، انسان کی نظر میں سونا اور پتھر برابر ہو جاتا ہے وہ ہر رنج و غم اور جفا و وفا کو اسی کی طرف سے جانتا ہے انسان میں توکل، استغناء کی ایک عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جب دنیا کی جاہ و حشمت، دولت و ثروت اس کے سامنے آتی ہے تو وہ یہ کہکر منہ موڑ لیتا ہے۔

الیس اللہ بکاف عبدہ (کیا اللہ بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اللہ کی ربوبیت پہ ایمان رکھنے والا انسان اپنے رزق کی طرف سے بے نیاز ہو جاتا ہے یہ وہی یقین ہے جو اس کو دارا و سکندر سے اونچا اٹھا دیتا ہے۔ اقبالؒ نے سچ کہا ہے۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

(وہ عبادت صرف خدا کو راضی کرنے کے لئے کرتا ہے اس کے سجدے بے ریا اس کا دل خلوص سے لبریز ہوتا ہے۔

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
بادۂ و جام سے گذر حور و خیام سے گذر

(وہ سرا دوجاسے بے نیاز ہو کر محبوب حقیقی کے خوش کرنے کے لئے سربسجود ہوتا ہے۔ وہ نہ طالب دنیا ہوتا ہے اور نہ طالب عقبیٰ وہ صرف طالب مولیٰ ہوتا ہے۔)

سہ واعظ کمالِ ترک سے ملتی ہے یاں مراد ۔ دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے!
سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے ۔ اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے!

محبت الٰہی کی عملی راہ یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ الخلق عیال اللہ کے مطابق ہر مخلوق سے پیار کرنے لگ جاتا ہے وہ دن رات انسانی دلوں کو ایک رشتۂ الفت میں پرونے کے لئے بے چین رہتا ہے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ بھوکوں کا خیال آئے تو لقمے حلق میں اٹکنے لگتے ہیں۔ چنانچہ وہ خدمت خلق کو اپنا اہم فریضہ بنا لیتا ہے۔ صوفیائے کرام کی زندگی میں سب سے زیادہ نمایاں ہمیں یہی چیزیں نظر آتی ہیں وہ سادہ زندگی گزارتے ہیں۔ مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں سے پیار کرتے ہیں خود بھوکے رہتے ہیں تاکہ بھوکے اور مصیبت زدہ کو بھول نہ جائیں دنیا کی بے شمار نعمتوں کے میسر ہوتے ہوئے ہمیشہ روزہ دار رہتے ہیں۔ وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔)

بوریا ممنونِ خواب راحتش ! تاج کسریٰ زیر پائے امتش !
در نگاہ او یکے بالا و پست ! با غلام خویش بر یک خواں نشست

اور پھر صرف یہی نہیں کہ چند بھوکوں کا پیٹ بھر دیا یا چند حاجت مندوں کی ضرورت کو پورا کر دیا۔ بلکہ اس سے زیادہ اہم بھی ایک کام ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کو برائی سے روکا جائے اور بھلائی کی طرف بلایا جائے۔ مسند میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔

"میں ان لوگوں کو پہنچانتا ہوں جو نہ نبی ہیں نہ شہید ہیں۔ لیکن قیامت میں ان کے مرتبہ کی بلندی پر انبیا اور شہدا بھی رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا سے محبت ہے اور جن کو خدا پیار کرتا ہے وہ اچھی باتیں بتاتے ہیں۔ اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔"

(بنی نوع انسان کی اخلاقی بہتری کے لئے جدوجہد وہ کام ہے۔ جس کے لئے حضور علیہ السلام مبعوث کئے گئے حضور کا ارشاد گرامی ہے۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ (میں حسن اخلاق کے لئے بھیجا گیا ہوں)

(سہ تازہ کیا اس پہ کہ بدلا ہے زمانے نے تمہیں ۔ مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں)

الحاصل تصوف اور صوفیائے کرام کے مقصد حیات کے متعلق جو گفتگو گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام نے محبت الٰہی کو اپنا مقصد قرار دیا۔ خدمت خلق کو انہوں نے اس مقصد کے حصول کا ذریعہ

بنایا اس کا صلہ ارتقاء روحانی کی شکل میں ان کو ملا اور یہ ارتقاء روحانی انسانیت کی تکمیل تھی۔ (ملخصاً تاریخ چشتیت)

آئینہ تاریخ تصوف تاریخ تصوف پر اگر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے اور اس کی پوری تاریخ پر اگر تبصرہ کیا جائے تو وہ ایک الگ ضخیم کتاب بن جائے گی۔ یہاں بہت مختصر سا خاکہ پیش کرنا ہے۔ جس سے اس کی ابتداء انتہا عروج و زوال اور اس میں مختلف اوقات میں غیر معمولی تبدیلیوں کا پتہ چل سکے۔

II اسلام میں تصوف کا آغاز تو خود حضور علیہ اسلام کی زندگی سے ہی ماننا پڑے گا۔ غار حرا کی خاموش تنہائیوں میں مجاہدہ و ریاضت اور ہر سال رمضان شریف کا پورا مہینہ خلوت نشینی اور زاد قلیل پر اکتفا اس کے ثبوت پر کافی گواہ ہے۔ پھر نزول وحی کے بعد ایک مکمل روحانی دور شروع ہوا اس طرح صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ حضرت علی مرتضےٰؓ کی زندگی بھی روحانی زندگی تھی۔ بلال حبشی، سلمان فارسی صہیب رومی کی زندگی کا اگر تجزیہ کیا جائے تو وہ بھی روحانیت سے جلوہ فگن نظر آئے گی۔ پھر تمیم انصاری ابی بن کعب، ابوذر غفاری، حذیفہ بن یمان، مصعب بن عمیر، حضرت ابوہریرہ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی بھی روحانی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ اصحاب صفہ تو مجاہدہ نفس اور جہاد اکبر کے لئے وقف تھے۔ یہ تو صحابہ کرام کے نام سے مشہور تھے۔ بعد میں تابعین تبع تابعین میں بھی روحانی زندگی سے خالی نہ تھے۔ اس کے بعد بنو امیہ کے زمانے میں دنیوی تعیش کے سامان بڑھنے لگے روحانیت کا جذبہ کم ہوتا گیا۔ چند ایسے ناخوشگوار واقعات پیش آئے واقعہ کربلا، محاصرہ مکہ، واقعہ حرہ اس سے دیندار طبقہ کو بہت شدید صدمہ پہنچا۔ حجاج ابن یوسف کے مظالم دیکھ کر حضرت خواجہ حسن بصری رح گیارہ سال تک گوشہ گیر رہے۔ سعید ابن جبیر جیسی شخصیتیں تہہ تیغ کر دی گئیں وغیرہ، زیاد اور حجاج کے مظالم اور سفاکیوں کے مقابلہ میں اگر مسلمان اٹھ کھڑے ہوتے تو بیرونی فتنوں کا کھڑا ہو جانا ناگزیر تھا۔ جس سے ملت کے سارے اجزا درہم برہم ہو جانے کا شدید خطرہ تھا۔ اس لئے ابوذر غفاری رض جیسی شخصیتیں بھی خاموش رہیں۔ اور بنو امیہ کے خلاف خروج کے مقابلہ میں گوشہ گیری کو ترجیح دی۔)

صوفیہ کا پہلا طبقہ ان حالات کے پس منظر صوفیہ کا پہلا طبقہ وجود میں آیا۔ بصرہ اور کوفہ جہاں اموی گورنروں نے ظلم وستم ڈھایا۔ تصوف کے مرکز ہے۔ پہلے طبقہ کا زمانہ ۴۱ھ سے ۱۵۰ھ تک مقرر کیا گیا ہے۔ یہ لوگ زہاد و عباد کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں دو مدرسے وجود میں آئے۔ مدرسہ کوفہ۔ مدرسہ بصرہ ان میں فقہ، حدیث، علوم لغت پر توجہ کم تھی۔ ریاضت قلب، مجاہدہ نفس روح کی صفائی اور جلا پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ یہ اگرچہ مذہب اہلسنت کے اصولوں پر مدرسے تھے مگر یہاں افتراق اور بدری عناصر بھی پائے جاتے تھے۔ اس دور میں سب سے زیادہ مشہور و معروف اویس قرنی، حضرت

حسن بصری، حضرت مالک دینار، حضرت محمد واسع، حضرت حبیب عجمی، حضرت خواجہ فضیل بن عیاض، ابراہیم ادہم وغیرہ تھے۔ ان بزرگوں کے حالات خواجہ فریدالدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں درج کیے ہیں۔

اس دور کے صوفیہ نے اپنے خیالات کا اظہار تصانیف میں بہت کم کیا ہے۔ تاہم عبداللہ بن مبارک المتوفی ۱۸۱ھ / ۷۹۷ء اور حضرت سفیان ثوری المتوفی ۱۶۱ھ / ۷۷۷ء نے کچھ کتابیں تصنیف کیں۔ ان سب کا مسلک قریباً قریباً ایک ہی تھا۔ کہ دنیا کی رغبت سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ اللہ سے لو لگائی جائے۔

اس کے بعد جب اسلامی فتوحات کا دور شروع ہوا۔ عربوں کے سامنے نئی تہذیب نئی ثقافت آئی خوشحالی اور سرور و نشاط کے سامان پیدا ہونے شروع ہوئے صحابہ کرام کی سادہ زندگیوں سے انحراف شروع ہوا۔ تو مسلمانوں میں دو طبقے قدرتی طور پر پیدا ہو گئے ایک طبقہ نئے حالات سے متاثر ہو کر ترقی یافتہ بن گیا اور ایک طبقہ ذکر و شغل سے مخصوص ہو گیا یہ صرف حیات نبی کو اپنے سامنے رکھتے تھے۔ اب اہلسنت کے ہاں ایک نئی اصطلاح وضع ہوئی اور یہ تصوف کہلائی۔ اس طریقہ کے حاملین لعد میں صوفی کے نام سے مشہور ہوئے۔

(صوفی کا لفظ خواہ اصحاب صفہ سے مشتق ہو خواہ صفا سے یا صوف سے بہرحال سب سے پہلے ۱۵۰ھ میں ابوہاشم کوفی کے لئے استعمال کیا گیا۔ انہی نے صوفیاء کرام کے لیے رملہ میں ایک خانقاہ تیار کرائی تھی۔)

صوفیہ کا دوسرا طبقہ

صوفیہ کا دوسرا دور اسلامی تاریخ کے ایک ایسے وقت سے تعلق رکھتا ہے۔ جب یونانی علوم کے تراجم عربی میں ہونے شروع ہوئے۔ خلافت عباسیہ میں ایک بیت الحکمۃ تیار کیا گیا۔ یعقوب بن اسحاق کندی کو تراجم پر مامور کیا گیا۔ جس سے نئے نئے علوم، فلسفہ اور معقولات کا سیلاب امڈ آیا جس سے مسلمانوں کے عقائد میں تزلزل پیدا ہو گیا۔ اس دور کے صوفیہ کا طبقہ حضرت بایزید بسطامی حضرت ذوالنون مصری حضرت جنید بغدادی اس عقلیت کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح سامنے آ گئے انہوں نے عقل کے مقابلہ میں عشق کو اپنایا اس نویں صدی عیسوی میں جس کو عقلیت کا دور کہا جاتا ہے۔ تو مناسب ہے صوفیائے کرام نے فلسفہ کی ان ذہنی الجھنوں کو دور کرنے کے لئے قلبی کیفیات کو ذریعہ بنایا۔ چنانچہ حضرت معروف کرخی نے استغراق پر زور دیا حضرت سری سقطی نے توحید کا وہ نظریہ پیش کیا جس نے بعد میں وحدت الوجود کی شکل اختیار کر لی حضرت ذوالنون مصری رح نے اپنی تصانیف میں حال و مقام پر بحث کی۔

صوفیہ کا تیسرا طبقہ

یہ دور دسویں صدی عیسوی سے متعلق ہے اسی دور میں تدوین فقہ کا آغاز ہوا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل مختلف مسائل پر اپنی رائے پیش کر کے چار مذاہب کی بنیاد ڈالی۔ یہ لوگ تو ائمہ دین تھے۔ ان میں خدا ترسی اور مذہب کی سچی تڑپ تھی۔ اس لئے نہایت ایمانداری سے اجتہاد کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بعض مفاد پرست لوگوں نے فقہی مسائل میں ہر حکم

شرعی سے بچنے کے لئے حیلے تراشنے شروع کئے۔ اور کتابوں میں مستقل باب باب الحیل کا اضافہ کیا گیا جس سے تزکیہ نفس اور اصلاح باطن جو مذہب کا اصلی مقصد تھا۔ بالکل بھلا دیا گیا اور مذہبی روح مردہ ہو کر رہ گئی اس دور کے صوفیا کرام شیخ ابو سعید ابن العربی (المتوفی ۹۵۲ء) شیخ ابو محمد الخلدی رح (المتوفی ۹۵۹ء) شیخ ابو نصر السراج رح (المتوفی ۹۸۸ء) شیخ ابو طالب مکی رح (المتوفی ۹۹۶ء) شیخ ابو بکر رح (المتوفی ۱۰۰۰ء) اور ابو عبد الرحمن اسلمی (المتوفی ۱۰۰۰ء) قابل ذکر ہیں انہوں نے زبان و قلم سے صحیح مذہبی روح کو بیدار کرنے کی کوشش کی سب سے پہلی تصنیف یحییٰ بن معاذ رازی (المتوفی ۲۵۸ھ) کی ہے جس کا نام کتاب المریدین ہے۔ اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رح کی تصنیف القصد الی اللہ ہے۔ تصوف کی سب سے اہم کتاب جو اس دور میں لکھی گئی وہ ابو نصر سراج کی کتاب اللمع ہے۔

اس زمانہ میں یونانی، فارسی اور سنسکرت کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہونے لگیں اور اہل اسلام متعدد خارجی تصورات سے متاثر ہونے لگے۔ اس زمانہ میں ایک زبردست کوشش یہ کی گئی کہ تصوف کو شریعت اسلامی کے مطابق ثابت کیا جائے۔ شیخ ابو طالب مکی رح جو قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اسی نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے قوت القلوب لکھی۔ شیخ ابو بکر رح نے کتاب التعرف لمذہب اہل التصوف میں اسلام کے ایک ایک بنیادی اصول پر بحث کی۔

اس دسویں صدی میں تصوف کی گروہ بندیاں شروع ہو گئیں (۱) محاسبیہ اس کی نسبت شیخ حارث بن اسد محاسبی کی جانب تھی۔ اس گروہ کا خیال تھا کہ "رضا" مقام نہیں بلکہ "حال" ہے (۲) طیفوریہ اس کی نسبت بایزید طیفور بسطامی کی طرف تھی اس پر شوق و مستی کا غلبہ تھا۔ اس کے پیر "سکر" کو "صحو" پر ترجیح دیتے تھے (۳) قصاریہ اس گروہ کی نسبت شیخ حمدون قصار رح کی جانب تھی یہ گروہ بعد میں ملامتیہ کی صورت اختیار کر گیا (۴) نوریہ اس گروہ کی نسبت شیخ ابو الحسن نوری کی جانب تھی۔ یہ لوگ تصوف کو فقر سے اونچا سمجھتے تھے۔ اور صحبت کو عزلت سے بہتر جانتے تھے (۵) تستریہ اس گروہ کی نسبت سہل بن عبداللہ تستری رح کی جانب تھی یہ لوگ "سزائے نفس" کے قائل تھے۔ (۶) حکیمیہ اس کی نسبت حضرت ابی عبداللہ بن علی الحکیم الترمذی رح سے تھی۔ ان کا قول تھا تمام دنیا ولیوں میں تقسیم ہے۔ اور ہر علاقہ ولایت ایک بزرگ کے تحت ہے۔ شیخ اکبر ابن عربی حکیم ترمذی سے بہت متاثر تھے (۷) خرازیہ۔ اس گروہ کی نسبت شیخ ابو سعید خراز سے تھی۔ فنا کا تصور اس گروہ نے پیش کیا ہے۔ (۸) جنیدیہ۔ یہ سلسلہ جنید بغدادی رح کی طرف منسوب تھے۔ اس کا طریقہ صحو و محبت پر مشتمل تھا۔ (۹) خفیفیہ۔ اس کی نسبت ابو عبداللہ محمد بن خفیف کی جانب ہے۔ انہوں نے حضور و غیاب کا تصور پیش کیا (۱۰) سیاریہ۔ نسبت شیخ ابو العباس سیاری کی جانب ہے۔ اس گروہ نے جمع و تفریق کا نظریہ پیش کیا ہے۔

(نوٹ) تیسری صدی ہجری میں بایزید بسطامی کے معاصرین صوفیہ میں یحییٰ بن معاذ رازی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان پر بھی بایزید بسطامی کا رنگ تھا۔ یعنی سکر و مستی فنا، حب، وجد کا مسلک تھا۔ ان کے خلاف ابو القاسم جنید بغدادی کا مسلک سکر اور فنا سے ہٹ کر صحو (ہوشیاری) کا تھا حضرت جنید نے ۲۹۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا قول تھا "صحو" سکر سے اعلیٰ مرتبہ ہے

(نوٹ) سکر (بے خودی) صحو (خودی)

صحو وسکر کا فرق وہی ہے۔ جو ہوش اور بے ہوشی میں ہے۔ جو بے خودی اور خودی میں ہے۔ جو فنا اور بقا میں ہے۔

تیسری صدی ہجری میں شیخ علی بن موفق قابل ذکر بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا مسلک حب الٰہی میں رابعہ عدویہ سے ملتا جلتا تھا۔ ان کی وفات ۲۶۵ھ میں ہوئی۔ اسی دور میں ابوصالح حمدون القصار بھی جن کا ذکر اوپر قصاریہ گروہ میں آیا ہے۔ قابل ذکر شخصیت تھے۔ یہ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ ان کا انتقال ۲۷۱ھ میں ہوا ہے۔ انہوں نے ایک نئے مسلک کی بنیاد رکھی۔ جس کو ملامتیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے پیرو اپنے اعمال و عقائد کو پوشیدہ رکھتے تھے کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ یہ اپنے باطن کو ظاہر کے پردے پر جلوہ گر نہیں ہونے دیتے تھے۔ یہ اسے کافی سمجھتے تھے۔ کہ ان کے اور اللہ کے مابین جو کچھ معاملہ ہے۔ وہ رہے کسی دوسرے کو ان کیفیات سے آشنا کرنا یہ اپنے مقصد کے خلاف سمجھتے تھے اگرچہ ان کا ظاہر کتنا ہی بدنما نظر کیوں نہ آئے۔ یہ مسلک اگرچہ عام نہ ہوا لیکن اسلام کی تاریخ تصوف میں اسے بہر حال ایک درجہ حاصل ہے۔ ان کا ذکر اس لئے بھی میں نے ضروری سمجھا ہے۔ کہ ہمارا سلسلہ قادریہ سروریہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ اس سلسلہ ملامتیہ کے لوگ باقاعدہ طور پر اپنے مسلک کو نشوونما نہیں دیتے۔ یہ لوگ زیادہ شہرت سے متنفر ہوتے ہیں۔ اور جبہ و دستار سے بے نیاز رہتے ہیں۔ ان کی باقاعدہ خانقاہ نہیں ہوتی زیادہ مرید نہیں بناتے اس لئے ان کا سلسلہ محدود رہتا ہے۔ اور اس سلسلہ کے بزرگ کبھی کبھی خاص حالات کے ماتحت رونما ہوتے ہیں۔

از دروں شو آشنا و زبروں بیگانہ باش
ایں چنیں مردان حق کمتر شوند اندر جہاں

(تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت منصور حلاج بھی تھے جن کی ولادت ۲۴۴ھ وفات ۳۰۹ھ ان کا عقیدہ تھا (۱) ذات الٰہی کا حلول ذات بشری میں۔ حقیقت محمدیہ کا قدم۔ توحید ادیان جن کی بنا پر ۲۹۷ھ میں ابن داؤد الاصفہانی کے فتوی کی بنیاد پر پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے ایک سال کے بعد ۲۹۸ھ میں قید خانہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ۳۰۱ھ پھر گرفتاری عمل میں آئی۔ آٹھ سال کی قید کاٹنے کے بعد سزائے قتل کا فیصلہ ہوا۔ ۳۰۹ھ میں ان کی زندگی ختم کر دی گئی۔)

تصوف گیارہویں صدی میں

اس صدی کے مشائخ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جن کے حالات سے تصوف کے عام رجحانات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ شیخ ابونعیم اصفہانی رح (المتوفی ۱۰۳۸ء) ۲۔ شیخ ابوالقاسم قشیری رح (المتوفی ۱۰۷۲ء)
۳۔ شیخ علی ہجویری رح (المتوفی ۱۰۷۲ء اور ۱۰۷۹ء کے درمیان) ۴۔ شیخ عبداللہ انصاری (المتوفی ۱۰۸۸ء)
۵۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر (المتوفی ۱۰۴۹ء)

۱ شیخ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن اسحاق اصفہانی رح شافعی المذہب تھے علم حدیث کے ماہر تھے۔ ان کی مشہور تصنیف حلیۃ الاولیاء جس میں ہزاروں صوفیوں کے حالات ہیں دس جلدوں میں شائع ہوئی۔ امام ابن

جوزی نے اس کتاب کا خلاصہ پانچ جلدوں میں کیا ہے میں نے حال ہی میں سفر بغداد شریف میں ان دونوں کتابوں کی زیارت کی ہے۔ قیمت اتنی زیادہ تھی کہ خرید لینے کی ہمت نہ ہوئی۔

شیخ ابوالقاسم قشیری اس عہد کے مشہور بزرگ ہیں۔ ان کا رسالہ قشیریہ فن تصوف میں سب سے زیادہ مقبول ہوا۔ اس کی شرح آپ نے خود ہی لطائف الاشارات کے نام سے لکھی تھی۔

حضرت شیخ علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رح جید عالم اور مرتاض بزرگ اسی صدی میں ہوئے ہیں جنہوں نے تصوف پر کئی کتابیں لکھیں ان میں کشف المحجوب بہترین کتاب ہے۔ آپ امام قشیری رح سے ملتے رہتے تھے۔ شیخ عبداللہ انصاری ہروی رح پیر ہری کے نام سے مشہور تھے حنبلی المذہب تھے۔ ان کی مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہوتی ہیں۔ منازل السائرین (۲) طبقات الصوفیہ (۳) کتاب جامع الکلام (۴) مناجات

اس زمانہ میں شیخ ابوسعید ابوالخیر رح کی عربی اور فارسی کی رباعیات تصوف میں بہت مشہور ہوئیں۔ یہ شیخ بوعلی سینا کے ہمعصر اور دوست تھے۔ اس دور میں قریباً ہر مذہب کے مشاہیر صوفیہ نے قلم اٹھایا اور تصوف کی حمایت میں کتابیں تصنیف کیں۔ شیخ ابونعیم اصفہانی رح شافعی مذہب تھے۔ شیخ علی ہجویری رح حنفی تھے۔ شیخ عبداللہ انصاری حنبلی تھے۔

تصوف بارہویں صدی عیسوی میں

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۱۱ء) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف احیاء العلوم اسی صدی کے شروع میں مکمل کی۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں "مولانا روم، شیخ الاشراق، ابن رشد اور شاہ ولی اللہ نے جو کتابیں لکھیں ان میں نبوت، وحی، الہام، حالات مابعد الموت، معاد، قضا و قدر خیر و شر کے جو حقائق لکھے ہیں سب امام غزالی رح سے ہی سن کر کہا ہے۔"

بارہویں صدی کے مشہور بزرگ عظیم المرتبت شخصیت حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۱۶۶ء) ہیں امام غزالی رح نے اگر علمی حیثیت سے تصوف کو ایک مستقل فن بنانے کی خدمت انجام دی ہے۔ تو شیخ جیلانی رح نے عملی اعتبار سے اس تحریک میں جان ڈال دی ارشاد و تلقین کا جو آفتاب آپ کی ذات سے طلوع ہوا۔ وہ اسلامی تصوف کی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا حضرت شیخ جیلانی رح کی تعلیم سے ایران و افغانستان اور قرب و جوار میں زبردست انقلاب آیا۔ ہزاروں آدمیوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی بعض اوقات آپ کے وعظوں میں ستر ستر ہزار آدمیوں کا اجتماع ہوتا تھا۔ چار سو کاتب آپ کے وعظ لکھنے کے لئے قلم و دوات لے کر بیٹھے رہتے تھے۔ فتوح الغیب اور فتح ربانی میں آپ کے تقریباً ۸۰ خطبات شامل ہیں۔ ان خطبات کا ایک ایک حرف دل سے نکلا ہے اور اسی بنا پر وہ دل کی انتہائی

گہرائیوں میں اپنی جگہ تلاش کرتا ہے۔

دو اور بھی تصانیف آپ کی طرف منسوب ہیں (۱) غنیۃ الطالبین (۲) الفیوضات الربانیہ۔ حضرت شیخ گیلانی کے وعظوں میں اگر ایک تاثیر تھی تو ان کے اخلاق میں ایک کشش تھی۔ شیخ ابو المعمر مظفر منصور ابن المبارک الواعظ المعروف بہ جرادہ کہا کرتے تھے کہ میری آنکھ نے کسی کو سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے بڑھ کر خلیق و سیح الصدر کریم النفس، نرم دل اور حافظ عہد و پیماں نہیں دیکھا۔ جلالت قدر اور علو منزلت کے باوجود آپ چھوٹے بڑے کی عزت کرتے تھے۔ کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے فقیروں کی تواضع کرتے۔ لیکن کبھی کسی امیر کے لئے کھڑے نہ ہوتے نہ کبھی وزیر یا سلطان کے در پر جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۲ء میں راقم الحروف کو بھی ان دونوں مذکورۃ الصدر ہستیوں کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی سعادت عنایت فرمائی حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے قریب ہی ایک قبرستان میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف نہایت کس مپرسی کی حالت میں دیکھا۔ اتنی بڑی شخصیت اگر یہاں پاکستان میں ہوتی تو ان کا ایک عظیم الشان مقبرہ ہوتا مجھے آپ کے مزار شریف کو دیکھ کر بے ساختہ رونا آیا۔ بارہویں صدی کے آخر میں دو اور عظیم المرتبت شخصیتیں پیدا ہوئیں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رح ۱۲۴۰ء ۱۱۶۵ء حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح ۱۲۳۴ء ۱۱۴۵ء

شیخ اکبر ۱۱۶۵ء میں اسپین کے مشہور شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے قرآن و حدیث فقہ کی تعلیم حاصل کر کے مغرب کو خیر آباد کہہ کر مشرق کی راہ لی مصر، حجاز، بغداد، ایشیائے کوچک ہر جگہ گئے۔ ان کے نظریات میں کچھ ایسی ندرت اور سختی تھی کہ کسی جگہ لوگوں نے ان کو چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ عمر کا بیشتر حصہ مسافرانہ حالت میں گذرا یہاں تک کہ ۱۲۴۰ء میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ کی تصانیف میں سے فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ بہت مشہور ہیں۔ مولانا جامی رح نے ان کی تمام تصانیف کی تعداد پانچ سو بتائی ہے انکی تمام تصانیف کا مرکزی نقطہ وحدت الوجود تھا۔ جس کا ذکر اسی کتاب میں کیا جا چکا ہے شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت جنید بغدادی رح کے ہم خیال تھے۔ اور شیخ اکبر بایزید بسطامی اور شیخ ابوالحسن خرقانی کے نظریات سے متاثر تھے۔

شیخ سہروردی کی کتاب عوارف المعارف مشہور ہے۔ شیخ سعدی نے اسلامی دنیا کا کونہ کونہ چھان مارا جب انہیں شیخ کامل کی تلاش ہوئی تو شیخ سہروردی ہی کے آستانہ کی طرف دوڑے حکیم سنائی رح نظامی گنجوی اور فریدالدین عطار اسی عہد کے مشہور صوفی شعراء تھے۔ مولانا روم، شیخ سعدی اوحدی اور عراقی بھی اسی زمانے میں تھے۔ مولانا روم کی ملاقات دمشق میں ابن عربی سے ہوئی ابن عربی کے مرید خاص مولانا صدرالدین قونوی سے فیض حاصل کرتے رہے۔ شیخ شہاب الدین

سہروردی سے بھی فیضیاب ہوئے لیکن خصوصی نسبت شمس تبریز رح سے تھی۔ مولانا عبدالرحمن جامی بھی اسی صدی میں ایران کے آخری صوفیوں میں سے ہیں۔ جن کی تصانیف میں سے نفحات الانس اور لوائح تصوف میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

برصغیر میں تصوف کی آمد جدید تحقیق سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ ہند میں فاتحین عرب کی آمد سے پہلے بلکہ عرب تاجروں کی بدولت آغاز اسلام سے بھی پہلے صوفیائے کرام تشریف لائے۔ تاریخی بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ ساحل مالابار، سندھ اور لنکا میں بہت سے مبلغین بزرگان دین کے قدیم مزارات موجود تھے۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے۔ کہ اس نے لنکا میں شیخ عبداللہ حنیف شیخ عثمانی رح اور بابا طاہر کے مزارات کی زیارت کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجار عرب کی بدولت مبلغین اسلام کی آمد کا سلسلہ بہت پہلے قائم ہو چکا تھا۔ ابتدائی لوگوں میں ابو حفص ربیع بن صبیح بصری کا ذکر ملتا ہے۔ جنہوں نے حضرت حسن بصری رح سے فیض حاصل کیا تھا۔ ۱۶۰ھ میں سندھ میں رحلت فرمائی البتہ ان کی آمد کا پتہ نہیں چلتا کہ کس سنہ میں آئے۔

مشاہیر صوفیاء میں سب سے پہلے حضرت شیخ علی بن عثمان ہجویری رح وارد ہندوستان ہوئے جن کا لقب داتا گنج بخش مشہور ہے۔

چشتیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۵۳۷ھ میں علاقہ سیستان میں پیدا ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانی رح، شیخ شہاب الدین سہروردی رح، نجم الدین کبریٰ رح، اوحدالدین کرمانی رح سے فیضیاب ہوئے اس کے بعد لاہور میں تشریف لائے حضرت داتا گنج بخش رح کے مزار اقدس سے فیض لیا۔

خواجہ عثمان ہارونی رح سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور دہلی سے اجمیر تشریف لائے یہاں ہی آپ کا مزار مقدس ہے۔ صوفیائے ہندوستان میں آپ کا نہایت ممتاز درجہ ہے۔ آپ سے سلسلہ چشتیہ کا آغاز ہوا۔ اس سلسلہ میں سماع کو خاص مقبولیت حاصل ہے۔ اس سلسلہ کے دوسرے بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح، بابا فریدالدین گنج شکر رح، حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت مخدوم علاؤالدین صابر کلیری رح، حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رح بہت مشہور ہیں۔ متاخرین میں خواجہ سلیمان تونسوی رح، خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رح، خواجہ شمس الدین سیالوی رح، پیر مہر علی شاہ گولڑوی رح ہیں۔ جن کے معتقدین متحدہ ہند و پاکستان میں کثرت سے موجود ہیں۔

سہروردیہ چھٹی صدی ہجری میں شیخ بہاؤالدین ذکریا رح ۵۷۸ھ میں ملتان میں وارد ہوئے۔ پنجاب میں سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت آپ نے کی۔ اوائل عمر میں مکہ شریف تشریف لے گئے۔ پھر بغداد پہنچ کر شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت کی۔ اور خرقہ خلافت لے کر ملتان واپس تشریف لائے۔

قادریہ سلسلہ قادریہ کا آغاز ہندوستان میں بعہد سلطان سکندر لودھی حضرت سید محمد غوث سے ہوا۔ آپ کا سلسلہ نو واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بانی سلسلہ قادریہ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے ۸۲۸ھ میں اوچھ شریف (جوکہ ملتان کے قریب ہے) آکر مقام کیا۔ عالمگیر رحمتہ اللہ کے عہد میں حضرت پیر محبوب سبحانی قدس سرہٗ کے فرزند سید عبدالرزاق رح کی اولاد میں سے ایک صاحبزادہ پیر سید عبدالرحمٰن صاحب دہلی تشریف لائے حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ ضلع جھنگ کے قصبہ شورکوٹ میں بتاریخ ۱۰۳۹ھ پیدا ہوئے آپ پیدائشی ولی تھے۔ مگر ظاہری نسبت کی سخت ضرورت تھی تیس سال تک مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہے آخرکار دہلی جاکر سیدالسادات پیر عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ واپس آ کر ضلع جھنگ اور سون سکیسر کے علاقوں میں خاموش طریقہ سے تبلیغ فرمائی۔

آپ کو اویسی طریقے سے براہ راست حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ سے بیعت کرنے اور فیوض و برکات حاصل کرنے کا شرف حاصل تھا۔ آپ کا طریقہ قادری سروری سلسلہ سے مشہور ہوا۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کی چالیس کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ باقی خدا جانے کتنی ہوں گی جو زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں آپ کی اولاد میں سے حضرت سائیں نور احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ خاص بزرگ تھے۔ جن سے مرشدی فقیر نور محمد صاحب قادری سروری رح نے فیض حاصل کیا اور براہ راست بھی اویسی طریقے سے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کے مزار شریف سے فیض حاصل کیا۔

نقشبندیہ سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء عہد اکبری میں حضرت خواجہ باقی باللہ رح سے ہوئی جو پیر و مرشد کے حکم سے دہلی وارد ہوئے لیکن اس سلسلہ کو فروغ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رح سے ہوا۔ آپ نے ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کی تردید کی اور نظریۂ توحید شہودی کی تعلیم دی آپ کے ذریعہ ہندوستان کے کونہ کونہ میں نقشبندی طریقہ پھیل گیا۔

چند اور سلسلے جن کے معتقدین کی تعداد عرب ممالک میں زیادہ ہے یہ ہیں۔ شاذلیہ جس کی نسبت حضرت ابوالحسن شاذلی رح المتوفی ۶۵۶ھ سے ہے جنکی دعائے حزب البحر یہاں کے بہت صوفیوں کے وظائف میں شامل ہے۔

فارسیہ۔ یہ وہی طریقہ ہے جو مولویہ کے نام سے بھی مشہور ہے حضرت مولانا جلال الدین رومی کی طرف منسوب ہے۔ (المتوفی ۶۷۲ھ) اس میں غنا، موسیقی اور رقص بھی تصوف کا جزو ہے۔

طریقہ عربیہ۔ ابوالعباس احمد البدوی کی طرف منسوب ہے۔ جن کی وفات ۶۷۵ھ میں ہوئی۔

رفاعیہ۔ احمد رفاعی المتوفی ۵۷۸ھ کی طرف منسوب ہے ان کے مریدین آگ کھا جاتے ہیں، سانپوں

سے اپنے آپ کو ڈسوا لیتے ہیں۔ ان میں اس قسم کی کئی محیر العقول باتیں مشہور ہیں۔ ان سلسلوں کا اثر بھی ہندوستان پہنچا مگر سابقہ مشہور چار سلسلوں میں مدغم ہو کر رہ گیا۔

دورِ حاضر

ہر کمال کو زوال اور ہر عروج کو انحطاط سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ تصوف بھی اب زوال اور انحطاط کی طرف مائل ہے۔ اب نئی روشنی کا زمانہ ہے سائنس اور فلسفہ کا عروج ہے۔ طبائع آزاد منش ہوتی جا رہی ہیں الحاد و دہریت زور پکڑتی جا رہی ہے۔ صحیح صوفیائے کرام کی پوزیشن متصوفوں نے خراب کر دی ہے۔ جو تصوف زنگ آلود قلوب کے لئے صیقل کا کام دیتا تھا آج وہ خود زنگ خوردہ ادارہ بن گیا ہے۔ وہ خود صیقل کا محتاج ہے۔ تصوف کے زوال و انحطاط کے سلسلہ میں ایک دلچسپ قول کا بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔

"تصوف حال تھا۔ لیکن دور انحطاط میں یہ قال بن گیا وہ اجتناب تھا۔ لیکن اب اس نے اکتساب کی صورت اختیار کر لی۔ وہ استتار تھا لیکن اب وہ اشتہار نظر آنے لگا۔ وہ سلف کا دوسرا نام تھا۔ لیکن وہ خودسری اور بے عملی بن گیا۔ پہلے وہ صدور کی عمارت تھا۔ اب غرور کا مرکز بن گیا۔ پہلے تقشف تھا۔ اب تکلف کا جامہ اس نے پہن لیا پہلے وہ تخلق تھا۔ اب تملق (چاپلوسی) بن گیا پہلے وہ قناعت تھا۔ اب اس نے قحاعت کا روپ بھر لیا۔ (تاریخ تصوف اسلام)"

لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تمام صوفیا اسی رنگ میں رنگ گئے انفرادی طور پر ہر دور میں ایسے صوفی موجود رہے۔ اور اب بھی موجود ہیں۔ جو ذاتی طور پر خوبیوں اور رفعتوں کے حامل ہیں۔ لیکن دور انحطاط کے آغاز کے بعد تصوف کا اجتماعی نظام بالکل درہم برہم ہو گیا۔

بیعت اور اس کے اقسام

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اور جہاد کے لئے بیعت کرنا قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن صوفیائے کرام میں جو بیعت معمول ہے۔ وہ ان دونوں چیزوں کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے بعض اہل ظاہر نے اسے بدعت قرار دیا۔ لیکن مسلم ابو داؤد نسائی میں ایک حدیث ہے۔

عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ او ثمانیۃ او سبعۃ فقال الا تبایعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبسطنا ایدینا وقلنا علی ما نبایعک یا رسول اللہ قال علی ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وتصلوا الصلوات الخمس وتسمعوا وتطیعوا۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رض فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں۔ یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مانو)

اس سے ثابت ہوا کہ اعمال ظاہری و باطنی پر استقامت کے لئے بھی بیعت کرنا اور معاہدہ لینا سنت ہے چنانچہ صوفیائے کرام میں آج تک یہی معمول چلا آرہا ہے اس کے علاوہ اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ شیخ کی اس پر توجہ ہو جاتی ہے اور مرید میں فرمانبرداری کا جذبہ بڑھتا ہے۔ جانبین میں خصوصیت بڑھنے سے محبت کا اثر پڑتا ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب جنہوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ انھوں نے بیعت پر ایک مختصر سا فارسی میں رسالہ لکھا ہے۔ انھوں نے بیعت کو پانچ قسموں پر منقسم کیا ہے۔ یہ پانچ میں منحصر کرنا ان کا استقراء و تجسس ہے۔

بیعت معیشت

بعض لوگ دنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے بزرگوں سے ربط و ضبط پیدا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں آمد و رفت رکھتے ہیں بلکہ مرید بھی ہو جاتے ہیں لیکن ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ دنیا میں مجھے منفعت حاصل ہو نوکری مل جائے، قرضہ اتر جائے، مال و دولت میں ترقی ہو یا اولاد نرینہ ہو جائے یا بیماری سے شفا ہو جائے۔ اس قسم کی بیعت کا نام آپ نے بیعت معیشت رکھا ہے۔ اس کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ اس قسم کی بیعت حقیقت میں بیعت نہیں صرف نام کی بیعت ہوتی۔

آجکل لوگ عموماً ایسی بیعت کرتے ہیں جس کا مقصد تعویذ گنڈا، حکام میں سفارش کرانا ہوتا ہے۔ مشہور پیر خواہ اس میں ذرہ برابر بھی روحانیت نہ ہو اس لئے بیعت کر لیتے ہیں۔ کہ لوگوں میں وقار بن جائے کہ یہ فلاں بزرگ کا مرید ہے۔ اس قسم کی بیعت فضول ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں جو سچے پیروں کی پہچان لکھی گئی ہے۔ اس پر پوری طرح غور کر لینا چاہیئے۔ خالی شہرت اور مریدوں کی کثرت کو دیکھ مرید نہ ہونا چاہیئے۔ اس بات کو اچھی طرح دیکھ لیں کہ اس پیر کی طرف رجوع کرنے والے اہل علم و اخلاص ہیں یا اہل دنیا اور غرض پرست۔؟

اللہ تعالیٰ ایسے پیروں اور ایسی پیری مریدی سے بچائے۔

سے زنہار انساں قوم نباشی کہ فریبند !! حق را بسجودے و نبی را بہ درودے

بیعت وسیلت

بعض مشہور طریقوں کے صوفیوں اور بزرگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بشارتیں ملتی ہیں اور وعدوں سے سرفراز کئے جاتے ہیں جس طرح حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے لایموت مریدی الا علی الایمان (میرا مرید کبھی بغیر ایمان کے نہیں مرتا) یا آپ نے ایک جگہ فرمایا ہے۔

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ الخ یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف رفع ہو جاتی ہے اور جو کسی سختی میں میرا نام لیکر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ وہ حاجت بر آسکے۔ الخ

یا جس طرح حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا۔

سہ طالب بیا طالب بیا طالب بیا   تا رسانم روز اول با خدا ! ! !

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم ! ! !   ز ابتدا تا انتہا یکدم برم ! !

ان بشارتوں کو سن کر اس سلسلہ کے مشائخ سے ان گزرے ہوئے بزرگوں کا نائب اور نمائندہ سمجھ کر لوگ ان سے سعادت حاصل کرنے کے لئے بیعت کر لیتے ہیں۔ اس کا نام بیعت وسیلت ہے۔ اس بیعت کا شاہ صاحب فائدہ بیان کرتے ہیں۔

ثمرہ آں اتصال باں بزرگان ست در قبر و حشر و امداد ایشاں ایں طالب را وقتاً بعد وقت ہے لے { یعنی اس طریقہ کے فوت شدہ بزرگ سے قبر اور حشر میں بیعت کرنے والوں کو ایک قسم کا اتصالی رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور طالب یعنی مرید کو وقتاً فوقتاً ان بزرگوں سے امداد ملتی رہتی ہے۔

(نوٹ) مجھے اگرچہ کئی مشائخ سے خلافت حاصل ہے۔ تاہم میں اپنے آپ کو ابھی اس قابل نہیں سمجھتا اس لئے لوگ خواہ کسی نیت سے بیعت کرنے کے لئے آئیں میں یہی بیعت وسیلت کی نیت سے کرتا ہوں اس میں لوگوں کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے نسبت پیدا کرتے اور حضرت سلطان باہو رحمت اللہ علیہ الطہ ملانے سے کافی روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے میں اپنے سب مریدوں کو اپنا پیر بھائی سمجھتا ہوں کہ ہم سب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں۔ پیر و مرشد صرف وہی ہیں۔

بہر حال شاہ صاحب کے نزدیک یہ پیری مریدی ایک ایسی شکل ہے جسے کلیتہً بے فائدہ قرار نہیں دیا جاسکتا جیسے بیعت میشن تھی بلکہ بیعت وسیلت سے دنیا و آخرت میں بیعت کرنے والوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ایسا فائدہ جس کی توقع بغیر بیعت کئے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اس میں بھی اتنی شرط ضرور ہے کہ بیعت کرنے والے کی نسبت تام ہو اگر اس کے اعمال ہی اس قسم کے ہوں کہ وہ بزرگ ہی اس پر ناراض ہو اور اس کا سلسلہ منقطع ہو تو پھر اتنا فائدہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس اتصالی رشتہ سے فیض پہنچاتے میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سلسلہ میں فیض پہنچانے کی زندہ فقیروں سے بھی زیادہ طاقت بخشی ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب "ہمعات" میں فرماتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جتنے سلسلے چلتے ہیں ان میں سب سے قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہ جذب کو باحسن وجوہ طے کر کے نسبت اویسی کی اصل کی طرف رجوع کیا اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا۔ وہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذات گرامی ہے۔ اسی بنا پر آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ موصوف اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔"

تفہیمات کے ... میں تو اور بھی واضح لفظوں میں لکھا ہے۔

ان الشیخ عبدالقادر لہ شعبۃ من سریان فی العالم و ذالک انہ لما مات صار بھیئۃ الملأ الاعلی والطبیخ فیہ الوجود الساری فی العالم کلہ

یعنی حضرت شیخ کو اس دنیا میں سرایت کر جانے یعنی گھل مل جانے کا ایک خاص حصہ عطا ہوا ہے۔ بیشک فوت ہونے کے بعد وہ ملا اعلیٰ کی طرح ساری دنیا پر چھائے ہوتے ہیں۔ یہ عبارت وہابیوں دیوبندیوں کے لئے خاص طور پر قابل غور ہے۔

اور حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کا توفیض ہی قبر مبارک سے شروع ہوا ہے۔ اسی لئے صحیح نسبت پیدا کرنے والوں کو وہ بے انتہا فیض پہنچاتے ہیں۔

؎ نام فقیر تنہاندا حضرت باہو قبر جنہاندی جیوے ہو! !

بیعت شریعت

اس بیعت کی تعریف میں شاہ صاحب نے لکھا ہے۔

"ایک عام مسلمان آدمی جس کی عمر غفلت اور نافرمانیوں میں کٹی ہو کبھی اس میں چونک پیدا ہوتی ہے۔ اپنے حال پر نادم ہوتا ہے۔ اس وقت اس کا جی چاہتا ہے کہ پرہیزگاری اور فرمانبرداری میں اپنی زندگی کا باقی حصہ گزار دے" پھر فرماتے ہیں۔

"یہ کسی پرہیزگار عالم کی نگرانی اپنے ظاہر و باطن پر جب تک قائم نہ کر لی جائے اسی کے فیصلوں کا تابع اپنے آپ کو نہ بنا لیا جائے۔ عام حالات کے لحاظ سے شرعی مطالبات کے مطابق اپنے آپ کو کر لینا آسان نہیں ہے۔ شریعت کی کتابوں کو دیکھ کر اپنی اصلاح اس کی مثال وہی ہوگی کہ فن طب میں کمال حاصل کئے بغیر کوئی اپنا علاج طب کی کتابوں کو دیکھ دیکھ کر کرنا شروع کر دے ظاہر ہے کہ مزاج کو اپنی اصلی حالت کی طرف لے آنا اور بیماری کا ازالہ جیسے محض طبی کتابوں کی مدد سے دشوار ہے۔ اسی طرح شریعت کی فقط کتابیں دیکھ کر صحیح دینی زندگی کے حاصل کرنے میں کامیابی آسان نہیں"

پھر آگے لکھتے ہیں کہ جیسے کتابوں کو دیکھ کر کام نہیں چلتا ایسے ہی کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھ لینا یہ بھی کافی نہیں ہے۔

"جو مولوی یا عالم مل جائے اس کے قول کے مطابق عمل میں بڑی پریشانیاں پیش آتی ہیں آدمی حیرانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مولویوں میں بھی ہر شخص ظاہر ہے کہ ٹھیک صحیح دھواس والا ہی نہیں ہوتا۔"

ان تجربوں کی بنیاد پر ندامت و توبہ کے بعد کسی خاص عالم کا انتخاب کر کے اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں۔ مقصد یہی ہوتا ہے کہ ان کی تربیت و نگرانی کے تحت شریعت کے مطابق زندگی گذارنا آسان ہو جائے اسی کا نام "بیعت شریعت" ہے۔ پھر شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اسے بھی سوچ سمجھ کر اختیار کرنا چاہیئے۔ اس میں کم از کم یہ

خصوصیت ہو۔

"یکے عدم مسابلت و مداہنت در مقام امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔" — یعنی پہلی خصوصیت تو اس میں یہ ہونی چاہیئے کہ شریعت کے مطالبات کی تعمیل کراتے اور جن باتوں سے شریعت منع کرتی ہے ان کے متعلق سہل انگاری اور نرمی چشم پوشی سے کام نہ لیتا ہو۔

اس میں دوسری شرط یہ ہونی چاہیئے۔ "یعنی مرید کے افتاد طبع فطری میلانات استطاعت و استعداد کا صحیح اندازہ کر کے وہ ان ہی باتوں کی طرف اس کی رہنمائی کرے جو اس کے لئے بہتر ہوں اور آسان ہوں۔"

پھر "بیعت شریعت" کرنے والے مریدوں کو شاہ صاحب نے مشورہ دیا کہ

"اپنے نصب العین تک پہنچنے کے لئے یعنی زندگی کو شرعی مطالبات کے مطابق بنانے کے مقصد میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اختیار کی لگام اس پیر کے ہاتھ میں دے دے اور ان کے حکم کی پیروی کرے۔"

پھر لکھا ہے کہ اس قسم کی بیعت کرنے والوں کو۔

"آخرت میں جہنم کے عذاب سے چھٹکارا نصیب ہوگا۔ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میسر آئے گی۔"

اس میں شک نہیں کہ یہ بھی ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ لیکن اس نجات کو آخری نصب العین قرار دے لینا صحیح نہیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مرد مومن سے جو وعدے کئے ہیں یعنی "احسان" اور محسنوں کے طبقہ میں شریک ہونا ان کا حصول بلند تر مقام ہے۔ اسی لئے آپ نے دو مزید قسمیں بیعت کی اور بیان فرمائیں۔

بیعت طریقت

اس کے متعلق ارقام فرماتے ہیں "بلند ارادے اور ہمت والے لوگ اولیاء کی تعریفیں اور ان کی بزرگی کے قصے سنتے ہیں اور اس طبقہ کے عجیب و غریب حالات ان کے گوش گزار ہوتے ہیں۔ مثلاً سنتے ہیں کہ لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں دلوں پر تصرف کرتے ہیں۔ اور قلوب ان کے مسخر ہوتے ہیں۔ مُردوں کے حال سے ان کو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ آئندہ پیش آنے والے واقعات کا علم ان کو ہوتا ہے اور پاک روحوں سے ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی باتیں سننے سنانے سے سننے والوں کے دلوں میں ان باتوں کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ ان کمالات کو حاصل کیا جائے۔" چنانچہ اس کے لئے تلاش شروع ہوتی ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ کسی ایسے آدمی کا انتخاب وہ کرتا ہے جو مذکورہ بالا کمالات سے سرفراز ہوا اور خود اس قسم کے آثار کا ظہور اس شخص کی ذات سے ہو رہا ہو اور اپنا پیر یا شیخ ان ہی کو بنا لینا چاہتا ہے۔ اور اسی کی پیروی کی جاتی ہے اور جن نفسانی و

وجسمانی مجاہدات کا حکم شیخ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اسی کی تعمیل کر کے مرید بھی اس راہ کا ماہر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے نصب العین کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔" پھر شاہ صاحب مجاہدات نفسانی اور جسمانی حاصل کرنے کی مزید تشریح فرماتے ہیں

"اس راہ میں روح کو جسمانی آلائشوں سے پاک کرنا اور روحانی انوار اور ربانی اسماء سے اسی روح کو مکمل آراستہ کرنا پڑتا ہے۔"

اس کا نتیجہ بقول شاہ صاحب یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ جو اس راہ میں کامل و مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کی ذات مرجع انام بن جاتی ہے۔ اور

"مبدء فیض گشتن برائے بندگان الٰہی و حل مشکلات۔" یعنی اللہ کے بندوں کے لئے فیض کا سرچشمہ اور لوگوں کی مشکلات کے حل کا ذریعہ اس کی ذات بن جاتی ہے۔

اس بیعت کا نام "بیعت طریقت" ہے۔

بیعت حقیقت

عموماً خشک مزاج ملا طبائع جس طرح "بیعت شریعت" ہی کو تصوف کا اول و آخر سمجھتے ہیں اس طرح صوفی نہاد لوگوں میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ "بیعت طریقت" کے بعد اور کوئی مقام نہیں مگر شاہ صاحب نے آخری ایک اور قسم جس کو بیعت حقیقت سے موسوم کیا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں "حق تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو روز ازل ہی سے انتخاب کر لیتے ہیں۔ اور ان کی روحوں میں اپنی ذات کی محبت و عشق کا غم رکھ دیتے ہیں۔ کسی نہ کسی وجہ سے فطرت کا راز ان کے اندر چھپا رہتا ہے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کائنات کا جو پردہ ان کے اور خدا کے درمیان ہے۔ اس کو درمیان سے ہٹا دیں اور حق کا دوامی حضور ان کو حاصل ہو وہ خدا کے سچے عاشق ہوتے ہیں۔ وہ تہہ دل سے چاہتے ہیں کہ خدا ہی کے وجود کے ساتھ ان کی بقاء وابستہ ہو جائے لیکن بغیر انبیاء علیہم السلام کے ہر شخص میں اس کی صلاحیت نہیں ہوتی کہ بغیر کسی کی مدد کے خود بخود پہنچ جائے لہٰذا حق تعالیٰ اس راہ کے ارباب کمال میں سے کسی صاحب کمال کو ان لوگوں کی تربیت کے لئے مقرر فرما دیتے ہیں۔ (مقالات احسانی)

بیعت کی ضرورت

مضمون بالا سے بیعت کی ضرورت و اہمیت کی فلاسفی بھی واضح ہو گئی کہ ہر مقام میں رہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر انسان خود بینا نہیں ہے تو کسی آنکھوں والے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے بے خطر منزل پر پہنچنے کی صورت یہی ہے۔ کہ اپنے پاؤں سے چلے اور کسی رہبر کا ہاتھ پکڑ لے الغرض عادۃ اللہ یہی ہے کہ کوئی کمال بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا مولانا روم فرماتے ہیں۔

؎ گر ہوائے ایں سفر داری دلا ! دامن رہبر بگیر و پس بیا !
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق ! عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

یعنی اگر اس سفر کی خواہش ہے تو رہبر کا دامن پکڑ کے چلو اس لئے کہ جو عشق کی راہ میں بغیر رفیق چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔

یار باید راہ را تنہا مرو بے قلاؤز اندریں صحرا مشو

یعنی باطنی راستے کیلئے کوئی رفیق ساتھ لے تو تنہا اس راستہ کو طے کرنے کا ارادہ نہ کرو کیونکہ تنہا اس کو قطع نہیں کر سکتے پھر مرشد کامل کی تلاش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس وادی میں ہزاروں لیٹرے بھی پھرتے ہیں انسانی لباس پہن کر ایمان کے ڈاکو اور انسانیت کے دشمن ذہاب نی ثیاب کیرلوں میں پھیڑیئے بہت ملتے ہیں۔

؎ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

اس لئے شیخ کامل کی پہچان کی علامات تحریر کردی گئی ہیں ان کو پڑھ لیں۔ انسان جب کسی کامل پیر کی بیعت کرتا ہے تو سب سے پہلے اسے اس سلسلہ باطنی کا فیض خود بخود حاصل ہونا شروع ہو جاتا ہے جس طرح کسی شخص نے بجلی کا کنکشن لیا ہو تو دوسرا شخص اس کی تار سے اپنی تار کا کنکشن جوڑ دے تو وہ بجلی اس کے پاس بھی پہنچ جائے گی۔ اسی طرح مدینہ طیبہ کے پاور ہاؤس سے روحانی بجلی کا تار ہر پیر و مرشد کے کھمبے سے ملتا ہوا جب کسی کے پاس پہنچتا ہے۔ تو اس کے قلب کا بلب بھی نور معرفت کی ضیاؤں سے جگمگا اٹھتا ہے اب اگر کسی جگہ سے بھی تار ٹوٹ جائے گا۔ تو بجلی کا آنا فوراً موقوف ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر کسی پیر و مرشد سے عقیدت و محبت کا تار ٹوٹ گیا تو فیض کا آنا رک جاتا ہے پھر جتنی پاور کا بلب ہوگا اتنی بجلی اپنے اندر کھینچے گا۔ اس طرح ہر شخص اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے۔ اگر بلب فیوز ہو جائے تو پھر بھی بجلی کچھ فائدہ نہیں دے سکتی اس لئے اگر انسان خدانخواستہ بدعقیدہ، منافق یا کافر وہابی یا رافضی یا چکڑالوی یا قادیانی ہو جائے تو وہ فیوز بلب کی طرح ہے وہ بھی فیض حاصل نہیں کر سکتا لہٰذا ایمان کی تاروں کا جو قلب کے بلب میں لگی ہوتی ہیں ان کا درست ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر اگر کسی مشینری کے لئے کنکشن لیا ہوا اور مشینری جام ہو کام نہیں کرتی وہاں بھی پاور کچھ نہیں کر سکتی۔ بجلی کا کام صرف اسے حرکت دینا ہے کام مشین نے خود کرنا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے پیر و مرشد سے کنکشن تو جوڑ لیا لیکن مجاہدہ و ریاضت سے جی چراتا ہے۔ جو ہلنا اور مشقت کرنا نہیں چاہتا تو پاور کیا کرے گی۔ اسی لئے مجاہدہ بھی ضروری قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اس کے بعد مجاہدہ بھی کرو تب تم کامیاب ہو گے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنی طرف آنے کے راستے کھول دیتے ہیں۔

اصل مبدء فیض خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ لیکن وہ فیض ملتا پیغمبر ہی کے واسطے سے ہے۔ براہ راست اس فیض کو حاصل کرنا ایک عام انسان ضعیف البنیان کے لئے بہت مشکل ہے۔ جس کی ایک صفاتی تجلی نے کوہ طور کو جلا دیا اور موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو بے ہوش کر دیا وہ ہم جیسے کمزور انسان کیسے برداشت کر سکتے ہیں جیسا کہ پاور ہاؤس سے بجلی نکل کر پہلے ایک جگہ کم کی جاتی ہے۔ پھر وہاں سے تار نکال کر گھر کے میٹر میں آتی ہے۔ تب جا کر بلب اسے برداشت کرتا ہے اگر براہ راست اس کا کنکشن پاور ہاؤس سے جوڑ دیا جائے تو وہ بلب جل جائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اس لئے فیض کا ہم تک ان واسطوں سے پہنچنا ہی ضروری ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے کہ ہیں ہمارے ہاتھ سب کے اولیاء کے ہاتھ ہیں۔ اولیاء کے ہاتھ ہیں مشکلکشا کے ہاتھ ہیں
دستگیری کل کی ٹھہری مصطفےٰ کے ہاتھ ہیں اور دست مصطفےٰ پہنچا خدا کے ہاتھ میں

مناسبت شیخ و مرید پھر تجربہ سے ثابت ہے کہ فیوض باطنی حاصل کرنے کے لئے پیر و مرید کی باہمی مناسبت بھی ضروری ہے۔ مناسبت کا مطلب یہ ہے کہ پیر و مرشد سے اس قدر موانست و محبت ہو جائے کہ پیر کے ہر قول و فعل سے مرید کے دل میں نفرت پیدا نہ ہو بلکہ شیخ کی سب باتیں طبعی طور پر پسند ہوں اور مرید کی سب باتیں شیخ کو پسند ہوں یہی مناسبت پیدا کرنا شرط ہے۔ پیر کو چاہیئے کہ مرید کے طبعی میلانات و احساسات کو جانچ کر اس کو ریاضت پر لگائے اور مرید کو چاہیئے کہ وہ پیر کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر دے مولانا رومی فرماتے ہیں۔

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو ! ! ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رَو

یعنی جب تم نے پیر و مرشد کو منتخب کر لیا ہے تو اس کی ہر بات کو مانو موسیٰ علیہ السلام جس طرح خضر کے ساتھ گئے تھے ان کو خضر علیہ السلام کا ہر حکم ماننا پڑا خواہ ان کا جی نہیں مانتا تھا۔ پھر اپنے حالات کی اطلاع پیر و مرشد کو دیتا رہے اس سے رابطہ قلبی بڑھ جائے۔ اگر یہ مناسبت پیدا نہ ہو تو سب مجاہدات، ریاضات مراقبات و مکاشفات بیکار ہیں قطعاً کوئی نفع نہیں ہوگا۔ اگر طبعی مناسبت نہ ہو تو عقلی ہی پیدا کر لی جائے اس سے بھی فائدہ ہو جائے گا۔ تاہم قلبی مناسبت ضروری ہے اس کی مثال بھی بجلی سے ہی دینی پڑے گی۔ کیونکہ یہ روزمرہ کے استعمال کی چیز ہے۔ اس سے بات جلدی سمجھ آسکتی ہے۔ وہ مثال یہ ہے کہ آپ نے ایک ٹیبل فین خریدا جو ڈی سی بجلی کے کرنٹ کو قبول کرتا ہے۔ لیکن آپ کے ہاں اے سی کی بجلی ہے تو اب یہ پنکھا بیکار ہے کیونکہ اس بجلی سے مناسبت ہی نہیں اس لئے آپ کو اے سی کا پنکھا ہی لانا پڑے گا۔ تب اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ فافہم

صحبت شیخ ریاضت و مجاہدہ کی طرح صحبت شیخ بھی اس سلسلہ میں ضروری قرار دی گئی ہے صحابہ کرام سب کے سب

عالم نہ تھے مگر ایک ادنیٰ صحابی کی فضیلت کو بڑے بڑے غوث و قطب محدث فقیہہ کیوں نہیں پہنچ سکتے اس لیے کہ ان کو صحبتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نصیب تھی۔ صرف صحبت نے ان کو اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیا یہ قاعدہ ہے کہ کوئی بڑھئی کسی بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر بڑھئی نہیں بن سکتا درزی کے پاس بیٹھے بغیر سوئی پکڑنے کا طریقہ بھی نہیں آتا خوشنویس کے پاس بیٹھے بغیر قلم پکڑنے کا صحیح طریقہ نہیں آسکتا اور خوشنویس نہیں بنا جاسکتا تو بھلا بغیر شیخ کامل کی صحبت کے کیسے کامل بنا جا سکتا ہے۔

سہ صحبت نیکاں اگر یک ساعت است　　بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

یک زمانہ صحبت با اولیاء！　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا！

(۱)　اہل اللہ کی صحبت سے عمل کا شوق بڑھتا ہے۔

(۲)　اہلِ محبت کی صحبت سے محبت بڑھ جاتی ہے۔

(۳)　باربار جب شیخ کی تعلیم کی آواز کانوں پر پڑتی رہتی ہے تو لازمی اصلاح ہو جاتی ہے۔

(۴)　شیخ کے اندر جو چیز ہے وہ آہستہ آہستہ آپ کے اندر بھی آجائے گی۔

(۵)　شیخ کی خدمت کرنے سے شیخ کی محبت بڑھے گی جو سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔

(۶)　کسی وقت شیخ کی نگاہ میں خاص وجدانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت جو بھی اس کے سامنے آجاتا ہے اس کو رنگ دیتا ہے۔

(۷)　ویسے بھی ان کے قلوب نور سے روشن ہوتے ہیں ان کے پاس رہنے سے نور آتا ہے ظلمت بھاگ جاتی ہے۔

غرضیکہ سینکڑوں فوائد صحبت شیخ میں رہ کر حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ آپ ان کے پاس زیادہ نہیں ٹھہر سکتے تو ان کی تعلیم پر کاربند رہیں اور کبھی اگر فیضِ صحبت سے قلب کو منور کر لیا کریں اگر یہ بھی میسّر نہ ہو تو کم از کم شیخ کے ملفوظات اور اس کی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ ہر وقت کرتے رہا کریں اس کتاب کے ہر ہر لفظ میں شیخ کے نور کی بجلیاں سمائی ہوئی ہوتی ہیں۔ ہمارے سلسلہ قادری سروری میں زیادہ تر کتابوں کو ہی پیرِ صحبت بناتے ہیں جس سے کماحقہٗ فائدہ ہوتا ہے۔

حضور قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سب باتیں کتابوں میں لکھ دی ہیں ہر ایک طالب علم کو الگ الگ تعلیم دینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اتنی فرصت ہے۔ چنانچہ جو سوال بھی فقر و معرفت کے سلسلہ میں آپ سے کرتے تھے آپ اکثر فرما دیا کرتے تھے کہ اس کو میں نے فلاں کتاب میں واضح طور پر لکھ دیا ہے۔ یا حضور سلطان العارفین قدس سرہٗ کی کسی کتاب کا حوالہ دے کر سوال کا جواب دے دیتے تھے بہر حال سب سے زیادہ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو کسی کامل مرشد کی صحبت نصیب ہو گئی ہو۔

رابطۂ شیخ

جب طالب صادق کسی کامل پیر و مرشد کے ساتھ روحانی باطنی رشتہ قائم کرتا ہے۔ تو اس کے اور شیخ کے درمیان ایک نسبت پیدا ہو جاتی ہے یا یوں سمجھئے کہ ایک نوری لطیف دھاگے سے وہ شیخ سے مربوط ہو جاتا ہے۔ اسی نوری رشتہ سے باطن میں شیخ کے قلب سے نور کا فیضان ہوتا رہتا ہے۔ شیخ بیعت کرنے کے بعد طالب کے قلب میں اسم اللہ ذات کا نوری لطیفہ ڈال دیتا ہے۔ جس طرح رحم مادر میں بچہ کی نشوونما ہوتی رہتی ہے اسی طرح یہ نوری لطیفہ بھی برقرار رہتا ہے۔ جس طرح ماں کی طرف سے خون کی غذا بچہ کو ناف کے ذریعہ پہنچتی رہتی ہے۔ اسی طرح یہ معنوی لطیف نوری بچہ شیخ کی توجہ سے غذا حاصل کرتا رہتا ہے۔ آخر کار اپنی مدت مقررہ کے بعد یہ روحانی طفل معنوی بیضۂ ناسوتی کو توڑ کر مرغ لاہوتی کی طرح باہر آجاتا ہے یہ طفل معنوی عالم ملکوت میں پرواز کرتا ہے۔ دن بدن بڑا ہوتا جاتا ہے۔ یہ نوری معنوی وجود جب بلوغ کو پہنچتا ہے۔ تو مجلس انبیاء و اولیاء میں حاضر ہوتا ہے۔ اس نوری وجود سے شیخ عالم ناسوت، ملکوت میں تصرف کرتا ہے۔ بعض لوگ رابطہ پیدا کرنے کے لئے شیخ کی کی صورت کا تصور کرتے ہیں حضور قبلہ فقیر صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ چنداں مفید نہیں کیونکہ اصل مقصود تصور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہے۔ مگر وہ مرئی نہیں اس کا تصور نا ممکن ہے۔ اس لئے اس ذات کے قائم مقام اس کے ذاتی اسم اللہ کا تصور کرے۔ بعض اوقات وساوس شیطانیہ کو دور کرنے کے لئے تصور شیخ مفید ہوتا ہے۔ لیکن اس میں اتنی ترمیم کرنی چاہیئے۔ کہ شیخ کی صورت حاضر کر کے شیخ کے سینے یا پیشانی پر تصور اسم ذات کرتا ہے۔

اس سے وساوس بھی رفع ہوں گے اور تصور اسم ذات سے اس کی روحانی پرورش بھی ہوتی رہے گی۔ وہی نوری وجود جس کی شکل بالکل شیخ کی طرح ہوتی ہے بعض اوقات متمثل ہو کر سامنے آجاتی ہے مشکل وقت میں طالب کی امداد کرتی ہے عالم رؤیا میں کئی طالبوں کو ہدایت دیتی رہتی ہے اور بعض دفعہ تہجد اور دیگر عبادات کے لئے بیدار کر دیتی ہے اکثر طالبوں سے اس قسم کے واقعات آپ سنیں گے کہ وہ شیخ کی غیبی مدد کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ بعض اوقات شیخ کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا ابھی چند روز ہوئے میرے ایک مخلص نے واقعہ بیان کیا کہ کارخانہ میں مجھ سے ایک ایسی غلطی سرزد ہو گئی کہ میرے افسر نے مجھ سے نمبر چھین لیا اور مجھے کارخانہ سے باہر نکل جانے کو کہا میں انتہائی پریشانی کے عالم میں باہر جا رہا تھا کہ دیکھا کہ میرے مرشد دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں اور پھر آپ غائب ہو گئے میں وہیں کھڑا رہا تھوڑی دیر کے بعد افسر نے مجھے واپس بلا لیا اور معافی دے دی" حالانکہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں تھا وہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ آپ ہی آئے تھے میں نے سمجھ لیا کہ یا تو کوئی موکل ہو گا یا وہ نوری وجود جو شیخ کی صورت میں متمثل ہو کر غیبی امداد کرتا ہے وہ ہو گا واللہ اعلم بالصواب۔

استقامت

سالک کے لئے ایک اہم اور ضروری شے استقامت بھی ہے۔ جس کے بغیر یہ راستہ طے کر کے منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہے قرآن کریم میں ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم

استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر پختہ ہو گئے ان پر رحمت کے فرشتے اترتے ہیں"۔ حدیث میں ہے سددوا وقاربوا واستقیموا درمیانی راہ اختیار کرو۔ اور قرب تلاش کرو۔ اور اس پر ڈٹ جاؤ"۔ مقصد یہ ہے کہ انسان جب اوراد و وظائف اور اشغال باطنیہ شروع کرتا ہے تو اس میں اسے حد اعتدال سے نہیں بڑھنا چاہیئے وہ تھوڑا کرے مگر ہمیشہ کرے بعض اوقات لوگ کثرت سے وظائف، نوافل، تصور شروع کر دیتے ہیں اور پھر اکتا جاتے ہیں تو فرض نماز کو بھی ترک کر دیتے ہیں اس طرح کرنے والا ہمیشہ اس وادی میں بھٹکتا رہتا ہے اور کبھی اس کو راستہ نہیں ملتا بہترین مفید عمل وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ جاری رہے۔ پھر ان اشغال کو اس حسن ظن اور یقین کامل سے کرے کہ ہر حال میں اسے اعتماد ہو کہ یہ ہو کر رہے گا۔ بعض لوگ تصور اسم ذات دو چار ماہ کر کے چھوڑ دیتے ہیں کہ اس میں ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوا بعض دو دن وظیفہ کر کے کہتے ہیں ہمیں تو کچھ نہیں ملا۔ کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ ادھر پڑھیں ادھر کچھ کا کچھ ہو جائے اس قسم کے جلدی پسند لوگ اس راہ سلوک میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ یہاں تو مدتوں ایمان بالغیب کے ساتھ طمانیت سے چلنا پڑتا ہے۔

ہاں سنبھل کر رکھنا بازار محبت میں قدم   یہ وہ سودا ہے کہ جس کا نقد جاں بیعانہ ہے

بعض لوگ صاحب استعداد ہوتے ہیں جلد کامیاب ہو جاتے ہیں بعض بہت دیر سے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کسی کی محنت و مشقت کو ضائع نہیں کرتا ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کبھی نہ کبھی ضرور کوشش بارآور ہو جاتی ہے

سلجھ سکتی نہیں اے دوست یہ تقدیر کی منطق   چڑھائے خم پہ خم کوئی، کوئی قطرہ کو بھی ترسے

حضور قبلہؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں جس کو بیعت کرتا ہوں اسے ٹکٹ دے کر گاڑی پر سوار کر دیتا ہوں وہ منزل کی طرف اسی دن سے روانہ ہو جاتا ہے مگر منزل پر تو وقت سے پہلے نہیں پہنچ سکتا۔ پھر آہستہ آہستہ پیر و مرشد کی خدمت کرنے سے عنایات ہوتی ہیں جس نے حصول مراد کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہو وہ بغیر کامل اعتماد حاصل کئے مہر باطنی کیسے عنایت کر سکتا ہے۔ حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ العالی نے ایک شاندار مثال سے یہ بات سمجھائی کہ انسان جب کسی کو نوکر رکھتا ہے تو اسے ایک روپیہ دیتا ہے جب ایک روپے کا اعتماد حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ ضائع کرنے والا نہیں تو دس روپے دیتا ہے جب مالک نوکر کو اس پر بھی آزما لیتا ہے تو سو روپے دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس پر مکمل اعتماد حاصل ہو جاتا ہے تو اس کو خزانے کی چابیاں بھی دے دیتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے مرشد کو اپنے مخلص محب ہونے کا یقین دلاؤ پھر وہ خزانے کی چابیاں بھی آپ کے حوالے کر دے گا۔

انہیں اعتبار الفت جو نہ ہو سکا ابھی تک   میں سمجھ گیا یقیناً ابھی مجھ میں کچھ کمی ہے۔

اب چند ان سوالات مع جوابات کا جو عام طالبوں کے دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ذکر کرتا ہوں۔

سوال :- کیا کوئی طالب ایک شیخ کو چھوڑ کر کسی دوسرے شیخ سے بیعت کر سکتا ہے ؟

جواب :- چند وجوہات کی بنا پر چھوڑ سکتا ہے۔

۱) اگر نادانی یا غلطی سے کسی ایسے پیر سے بیعت کرلی۔ جو شرع کا پابند نہیں یا یہ معلوم ہو گیا کہ پیر جاہل ہے اسے تو تصوف سے مس بھی نہیں محض بناوٹ تھی تو پھر ساری عمر اس سے بنا بنا رہنا سخت غلطی ہے۔ کیونکہ جو خود واصل نہیں وہ دوسرے کو کیسے واصل کرے گا ایسے پیر سے بیعت توڑ لینا لازم ہے۔ صحبتہ اہل البدع عقہ تورث الاعراض عن الحق (غلط لوگوں کی صحبت اللہ سے منہ موڑ لینے کا باعث ہے)

۲) اگر کوئی شخص کسی متشرع نیک شیخ کی خدمت میں خوش اعتقادی کے ساتھ ایک معتدبہ مدت تک رہے مگر اس کی صحبت میں تاثیر نہ پائے تو اُسے چاہئے کہ دوسری جگہ اپنا مقصود تلاش کرے کیونکہ مقصود خدا تعالیٰ کی ذات ہے نہ کہ شیخ لیکن شیخ اول سے بداعتقاد نہ ہو ممکن ہے کہ وہ کامل و مکمل ہو مگر اس کا حصہ وہاں نہ تھا!

۳) اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصول مقصد ہو جائے یا وہ اتنی دور چلا جائے کہ ملاقات کی امید نہ ہو جب بھی دوسری جگہ تلاش کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ قبر سے فیض لینا کافی ہے دوسرے شیخ کی کیا ضرورت ہے کیونکہ قبر سے فیضِ تعلیم نہیں ہو سکتا۔ البتہ صاحبِ نسبت کو احوال کی ترقی ہو سکتی ہے۔ سو یہ شخص تو ابھی محتاج تعلیم ہے ورنہ کسی کو بھی بیعت کی ضرورت نہ ہوتی لاکھوں قبریں کاملین بلکہ انبیاء علیہم السلام کی موجود ہیں"۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اسے جہاں سے بھی فیض ملے اس کو اپنے پیر ہی کا فیض سمجھے اور اپنے سابقہ پیر سے بداعتقاد نہ ہو کوشش یہ کرے کہ اپنے پیر ہی کے سلسلہ میں کسی سے بیعت کرے ورنہ غیرتِ شیخ سے بعض اوقات رجعت کا خطرہ ہوتا ہے۔ بلا ضرورت محض ہوسناکی سے کئی کئی بیعت کرنا بہت برا ہے اس سے بیعت کی برکت جاتی رہتی ہے اور شیخ کے دل میں ناراضگی پیدا ہو جاتی ہے اس سے نسبت کے منقطع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ہرجائی مشہور ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے کوئی شیخ بھی فیض نہیں دیتا۔

سہ ایسے کی دوستی پہ بھلا کیا ہو اعتبار   ہم سے کبھی ملے کبھی دشمن سے جا ملے

سوال :- شیخ کی زندگی میں کسی دوسرے بزرگ آدمی کی خدمت میں جا سکتا ہے ؟

جواب :- شیخ کے ماسوا کسی دوسرے شیخ کی خدمت میں دو شرط سے جا سکتا ہے ایک تو یہ کہ اس کا مذاق اپنے شیخ کے خلاف نہ ہو دوسرا یہ کہ اس سے تعلیم و تربیت میں سوال نہ کرے خالی زیارت کرے یا کوئی تعویذ وغیرہ لے لے تو کوئی حرج نہیں"۔

سوال :- کیا اپنے شیخ کو سب پیروں سے افضل سمجھے ؟

جواب :- ہر انسان شیخ کو سب سے افضل سمجھ کر ہی اس سے بیعت کرتا ہے لیکن اس میں ایک اشکال ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وفوق کل ذی علم علیم " ہر علم والے پر ایک زیادہ علم والا ہے " تو اس لئے اس طرح سمجھے کہ میری تلاش سے زندہ لوگوں میں اس سے زیادہ نفع پہنچانے والا شخص مجھ کو نہیں مل سکتا "

اختلاف سلاسل کی حیثیت

تصوف میں بیسیوں ہی نہیں بلکہ سیکڑوں طریقے مروج ہیں جن کی ایک طویل فہرست کتابوں میں پائی جاتی ہے لیکن ہر طریقہ اور ہر سلسلہ میں خصوصی شان کی بنیاد پر یہ خیال کر لینا کہ ان طرق وسلاسل میں کوئی اساسی اور بنیادی اختلاف ہے غلط ہے اہل طریق جانتے ہیں کہ یہ قطعاً بے بنیاد خیال ہے اس خصوصی شان کے اختلاف کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ بعض بزرگوں کا اس کی نسبت یہ قول ہے عدد الطرق الی اللہ للناس بعدد الانفاس یعنی جیسے ہر شخص کی سانس دوسرے شخص کی سانس سے مختلف ہے اسی طرح صوفیت کے طریقے اور سلسلے مختلف ہیں۔

قادری نقشبندی سہروردی چشتی سب کے متعلق یہ یقینی طور پر کہا جاتا ہے کہ ان میں ہر طریقہ صحیح اور درست ہے اختلافات جو کچھ صوفیوں میں پائے جاتے ہیں اس کا تعلق ان کے فطری رجحانات اور ان کے خصوصی حالات سے ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب تفہیمات میں طریقہ نقشبندیہ کا ذکر کرتے ہیں " شیخ بہاؤ الدین طریقہ نقشبندیہ کے امام ترکوں کی سرزمین میں مقام احسان کی تجدید کے لئے مقرر کئے گئے ترک قوم میں بھی قوت زیادہ زور دار تھی حضرت شیخ مجذوب تھے۔ یعنی حق تعالیٰ کے لطف خفی نے ان کا انتخاب کر لیا تھا اور ان کے ملکی سر نے الٰہی نور کو قبول کر لیا تھا۔ اس لئے آپ کی نسبت اور آپ کی تربیت کا جو خاص قاعدہ تھا اس سے ایک ایسا مفید طریقہ نکل آیا جو حد سے زیادہ نفع بخش ثابت ہوا "

اگر سب سلسلوں میں غور کیا جائے تو ان کے اسباب کا سراغ بھی لگایا جا سکتا ہے مثلاً خواجہ حسن بصری سے تو لوگ واقف ہی ہیں کہ ظاہری و باطنی علم کے دونوں حلقوں میں آپ کا احترام مساوی کیا جاتا ہے ان کے ہم عصر اور ہم شہر دوسرے پاک نفس بزرگ محمد بن سیرین ہیں۔ بلکہ اب ہم قبر بھی ہیں۔ حال ہی میں مجھے بصرہ جانے کا اتفاق ہوا حضرت امام حسن بصریؒ اور محمد بن سیرین کے مقابر کی زیارت نصیب ہوئی جو ایک ہی کمرہ میں واقع ہیں۔ امام حسن بصریؒ کے بالکل بائیں کی طرف محمد بن سیرینؒ کا مزار مقدس ہے ان دونوں بزرگوں نے صحابہ کرام کو آنکھوں سے دیکھا تھا اور صحابہ ہی کی صحبتوں میں ظاہری و باطنی کمالات کی دولت دونوں نے کمائی تھی محمد بن سیرین حضرت ابو ہریرہؓ کے خصوصی تلمیذ اور ان کے علم کے راوی اور عمل کے نمونہ تھے لیکن ان دونوں کے نظریوں میں اختلاف تھا۔ حسن بصریؒ کا فیصلہ تھا " تعمیل حکم یا دوزخ کی آگ " دوسری طرف ابن سیرین کے حلقہ سے آواز آتی تھی

"رحمت الٰہی یا دوزخ کی آگ"؟

یہ رفع یدین یا آمین بالجہر کہنے والوں کی طرح فروعی اختلاف نہ تھا بلکہ عقائد کا اختلاف تھا لیکن اس اختلاف میں دونوں برگزیدہ ہستیوں کے طبعی رجحانات کو دخل تھا چونکہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ انتہائی مغموم طبع تھے۔ ذکی الحس تھے پھر ایسے مسلمانوں کے ماحول میں ان کو وقت گذارنا پڑا جو دنیا کے لالچ میں پڑ گئے تھے اور دین کی طرف سے عملی کوتاہی میں مبتلا تھے اس کا اثر ان کے دل پر جو پڑا اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ احکام خداوندی کی تعمیل پر حد سے زیادہ زور دیتے تھے قرآن مجید میں سے جو جہنم کی آیات تھیں ان کو پڑھ کر خود بھی روتے تھے لیکن ان کے برعکس ابن سیرین نہایت ہنس مکھ تھے ظرافت اور خوش طبعی ان کی جبلت میں موجود تھی ابو نعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ ابن سیرین مسائل بھی بیان کرتے ساتھ ساتھ ہنستے بھی رہتے تھے ابن سیرین کے متعلق ابو سہل کہا کرتے تھے کان ابن سیرین کثیر المزاح وکثیر الضحک (حلیہ) خوش طبعی اور ظرافت بھی ابن سیرین بہت کیا کرتے تھے اور ہنستے بھی بہت زیادہ تھے۔ ان دونوں کو عوام میں نیک نیت کہا جاتا تھا۔ کہ حسن بصری جو کچھ کہتے ہیں ثواب اور اجر ہی کی نیت سے کہتے ہیں اور محمد بن سیرین اگر مسلمانوں کے طرز عمل سے خاموش رہتے ہیں تو یہ بھی اجر و ثواب ہی کی نیت سے ایسا کرتے ہیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔ قال الحسن احتسابا وسکت محمد احتسابا

پھر باوجود اختلاف کے ایک دوسرے کی بڑی عزت کرتے تھے حسن بصریؒ کی لڑکی کا انتقال ہو گیا تو ثابت البنانی جو حسن بصریؒ کے شاگرد خاص تھے اور بعد میں آپ کے جانشین ہوئے بڑے متقی پرہیز گار تھے۔ جنازہ کے ساتھ تھے ان کا خیال تھا کہ حضرت حسن بصریؒ جنازہ کی نماز پڑھانے کا حکم انہیں دیں گے لیکن ہوا یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ابن سیرین کو کہو کہ وہ نماز جنازہ پڑھائیں۔

چنانچہ اسی طرز عمل کو دیکھ کر ابن حزم نے "ملل" کے حاشیہ ص۵۵ ج ۴ پر یہ فیصلہ لکھا کہ دراصل بات یہ ہے کہ ابن سیرین اور حسن بصری میں کوئی اختلاف ہی نہ تھا دونوں ہی کتاب وسنت کے صریح نتائج سے پیدا ہونے والے عقائد کے پابند تھے البتہ افتاد طبع اور شخصی رجحانات میں دونوں کے جو فرق تھا اس فرق کا ظہور دونوں کے طرز عمل سے ہوتا تھا ورنہ واقعی اگر اختلاف ہوتا تو اپنی صاحبزادی کے جنازہ کی نماز کی فرمائش ابن سیرین سے کیسے کر سکتے تھے۔

غرضیکہ روحانی سلاسل کے اختلاف کی نوعیت بھی اس قسم کی ہے لہذا سب سلسلے صحیح روحانیت کے علمبردار ہیں کسی سلسلہ کے متعلق بدگمانی رکھنا اور ان کی بزرگی کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنا قطعاً جائز نہیں بعض نقشبندی طالبوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سلسلہ کے تفوق کو بیان کرتے ہوئے دوسرے سلسلوں کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ان کے بالمقابل ہمارے بعض قادری بھائیوں کو ان کے خلاف اپنے سلسلہ کی برتری و فوقیت بیان کر کے ان کے بزرگوں کی توہین کرتے دیکھا اس طرز عمل سے سخت بیزاری ہوئی ملا اور صوفی میں یہی تو امتیاز تھا کہ۔

؎ فرقِ صوفی وملا کا بتاؤں تجھ کو اس کی جنت میں کٹی اس کی محبت میں کٹی

صوفیوں میں اس قسم کا عناد اور نفسانی بغض قطعاً نہیں ہونا چاہئیے بعض قادری بھائی حضرت سلطان باہو کے شعروں کو جو آپ نے غلبۂ عشق ومحبت میں اپنے سلسلہ کی شان میں فرمائے ہیں اس کو سند میں لاتے ہیں حالانکہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ صاحب حال تھے۔

؎ ہے بقدر ظرف ہر شے محترم اپنی جگہ جامِ گل اپنی جگہ اور جامِ جم اپنی جگہ
شمع بھی جلتی رہی پروانہ بھی جلتا رہا عشق میں دونوں رہے ثابت قدم اپنی جگہ

اس میں شک نہیں یہ بات عقلاً نقلاً تجربتہً ثابت ہے کہ تمام سلاسل اولیاء میں اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو بلند درجہ عنایت فرمایا ہے۔ تمام سلسلوں والے ان کی عظمت شان کے قائل ہیں اور سبھی ان کی روحانیت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ سب طریقے کے بزرگ آپ کی گیارہویں شریف کرتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ محمد کا رسولوں میں ہے جیسے مرتبہ اعلیٰ ہے افضل اولیاء میں یونہی رتبہ غوث اعظم کا
عطا کی ہے بلندی حق نے اہل اللہ کے جھنڈوں کو مگر سب سے کیا اونچا پھریرا غوث اعظم کا

مگر آپ کی شان کو اس طرح بیان کرنا کہ دوسرے سلسلہ والوں کی حقارت اور ان کی عظمت میں کمی پائی جائے ہرگز جائز نہیں ابتدائے سلوک میں میرا خود بھی طرز عمل تھا اتفاق سے مجھے اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مقدس پر جانے کا اتفاق ہوا باطنی ملاقات کے دوران حضور خواجہ صاحب نے مجھے سخت عتاب کیا کہ تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ چشتی بزرگوں کے خلاف کوئی بات کہو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ حال ہیں وہ کہہ سکتے ہیں میں نے اس دن کے بعد کبھی کسی کے خلاف دل میں وہم وگمان بھی کبھی نہیں کیا سب اہل اللہ ہیں سب حق پر ہیں اور سب خدا کی برگزیدہ ہستیاں ہیں۔

میں اپنے پیر بھائیوں سے بھی اپیل کروں گا کہ وہ بھی اس طرز عمل کو تبدیل کرلیں اسی میں ان کی دین ودنیا میں بہتری ہوگی۔

(شعر) مباش در پئے آزار ہرچہ خواہی کن کہ در طریقت ما غیر ازیں گناہے نیست

عے آئین ماست سینہ راپے کینہ داشتن

سوال :۔ کیا طالب مرید طریقہ قادری سہروردی کسی دوسرے طریقہ میں بیعت کرسکتا ہے؟

جواب :۔ مرشد کامل خواہ کسی طریقہ کا ہو اس سے روگردانی جائز نہیں حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کتاب عین الفقر میں فرماتے ہیں "جو کامل مرشد سے روگردانی کرتا ہے وہ یقیناً اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

روگرداں ہوگا کیونکہ کلمہ طیبہ انہیں دو کلموں سے مرکب ہے جو پیر طالب کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سب سے پہلے یہی پڑھاتا ہے۔ اس لئے وہ کلمہ طیبہ سے روگرداں ہوگا۔ جو کلمہ طیبہ سے روگرداں ہوا اس کے مرتد ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور مرتد کا نماز، روزہ اور کوئی عبادت قبول نہیں۔ اسے مرتد طریقت کہتے ہیں حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں

؎ چوں تو ذات پیر را کر دی قبول   ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

چونکہ قادری سروری طریقہ سب سے افضل ہے اس سے انحراف کرنا تو اور بھی بڑا ہوا کیونکہ اس کی نسبت حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی طرف ہے اور وہ تمام اولیاء اللہ کے سردار اور طریقت و معرفت کے سالار ہیں اس طریقہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ مرشد بھی دعوت اسم ذات اور دعوت قبور سے حضوری ہوتا ہے اگر کسی طالب کو قادری سروری مرشد سے فیض نہیں تو اس کے بدبخت ازلی ہونے اور دائم المحروم ہونے کی دلیل ہے اس طریقہ میں مرید ہونے والے کو خود حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، براہ راست اویسی طریقہ پر فیض دیتے ہیں اتنی بڑی اعلیٰ شخصیت سے نسبت پیدا کرنے کے باوجود بھی اگر وہ فیض سے محروم ہے تو وہ محروم ازلی ہے۔ ایسا شخص کہیں بھی چلا جائے کسی جگہ سے فیض یاب نہیں ہو سکتا انڈا اگر صحیح ہو تو ایک ہی مرغی کے نیچے رکھنے سے بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور اگر انڈا گندہ ہو تو وہ سینکڑوں مرغیوں کے نیچے بھی رکھا جائے تو اس سے بچہ کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ طریقہ قادری سروری میں ایک پیر و مرشد سے اگر فیض نہیں ملا تو اسی طریقہ کے کسی دوسرے شیخ سے بیعت کرے ہو سکتا ہے کہ پہلے پیر سے اس کی نسبت صحیح نہ ہو سکی ہو یا پیر و مرشد کی نسبت حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح نہ ہو دوسری جگہ سے نسبت پیدا ہو جائے لیکن یہ بات کسی طرح بھی جائز نہیں کہ وہ اس طریقہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" واضح رہے کہ جو قادری ہو کر کسی دوسرے صاحب طریقہ سے رجوع کرے گا۔ وہ بے برکت اور گنہگار رہے گا۔ اس کے مراتب سلب کر لئے جائیں گے لیکن سالک کو مرشد پکڑنا ضروری ہے جو شغل مرشد کی رہنمائی کے بغیر کیا جائے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا نہ ہی سالک کسی مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے۔" (شمس العارفین) لہذا اسی سلسلہ میں کوئی اور مرشد تلاش کرے۔ آگے لکھتے ہیں" کہ اگر قادری مرشد نہ مل سکے تو اس کو لازم ہے کہ دن رات میری کتابوں کا مطالعہ کرے اور اس پر عمل کرے انشاء اللہ جلدی ہی اس پر اسرار منکشف ہو جائیں گے اس کو پھر بیعت کی ضرورت نہ رہے گی۔"

چونکہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہیں ہر ولی کسی

نہ کسی نبی کا مظہر ہوتا ہے کسی میں موسویت کسی میں ابراہیمیت اور کسی میں عیسائیت کا غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ مکتوبات شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں کہ میرے اندر موسویت کا ظہور ہے حضور غوث پاک فرماتے ہیں سہ وکل ولی لہٗ قدم وانی علی قدم النبی بدرالکمال

ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے۔ اور میں نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کتاب "گنج الاسرار" میں فرماتے ہیں "کہ حضرت جیلانی قدس سرہ، کے مراتب کا اصل حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن سے ہے" تو جس طرح حضور علیہ السلام سب نبیوں سے افضل واعلیٰ وبرتر وبالا ہیں اسی طرح ان کے حسبی نسبی بیٹے غوث اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے کمالات کے آئینہ دار ہیں وہ سب سلسلوں میں افضل سلسلہ رکھتے ہیں۔

سہ غوث اعظم درمیاں اولیاء چوں محمد درمیان انبیاء !

اس لیے حضرت سلطان صاحب قدس سرہ، اپنی کتاب "تیغ برہنہ" میں فرماتے ہیں "اگر قادری طریقہ کا مرید کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے تو خواہ وہ بانصیب ہی ہو تو بھی بے نصیب اور مردہ ہو جاتا ہے اس واسطے کہ قادری کو قادری سے ہی فتح حاصل ہوتی ہے قادری کے لیے دوسروں کی طرف رجوع کرنا گناہ بلکہ گمراہی کے برابر ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک"

دوسری جگہ اپنی کتاب "اسرار قادری" میں فرماتے ہیں کہ "مرید قادری کو فتح اس کے قادری پن سے ہے اگر وہ کسی اور طریقے کی طرف رجوع کرے تو مرید نہیں پلید ہے اس کی برکت سلب کر لی جاتی ہے اور اس کو کتوں کا درجہ ملتا ہے۔"

اگرچہ بعض قارئین کرام کو حضور سلطان صاحب رح کے مندرجہ بالا الفاظ میں درشتی اور سختی نظر آئے گی لیکن ایک سچے فقیر کو جو چیز صحیح نظر آتی ہے وہ واشگاف الفاظ میں کہہ دیتا ہے۔ لگی لپٹی باتیں کرنا دنیاداروں کا کام ہے۔ فقیر ننگی تلوار ہوتا ہے۔

نکل جاتی ہے سچی بات جس کے منہ سے مستی میں۔ فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

ہم دوسرے طریقے والے لوگوں کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک طریقہ اپنی جگہ بہت سی خوبیوں کا مالک ہے۔ لیکن جو مقام و مرتبہ حضور غوث پاک قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے۔ اس کا انکار کسی سلسلہ والا بھی نہیں کر سکتا بلکہ تمام سلاسل کے مقتدر پیشوا آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں جو ایک الگ مجموعہ کی شکل میں عنقریب شائع ہوگی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

مرشد کامل کی پہچان

مرشد کامل میں جو چند خصوصیات بہت نمایاں ہونی چاہیں، وہ حسب ذیل ہیں

(۱) مرشد کامل توحید کا علمبردار اور متوکل ہوگا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ علیات سلطانی میں فرماتے ہیں "واضح رہے کہ فقیر میں دو صفتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک توحید دوسرا توکل چنانچہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں التوحید والتوکل توأمان توحید اور توکل جوڑے ہیں۔

قولہ تعالیٰ۔ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون "مومن لوگ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں"۔

(۲) مرشد کامل نہایت خلیق، متواضع صادق، عادل، صاحب علم وحیا اور سخی ہوگا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ فقیر کی ایک صفت خلق عظیم ہے جس کے بارے میں تخلقوا باخلاق اللہ (یعنی اللہ کی سی خوشحلت پیدا کرو) واقع ہوا ہے۔ اس میں صدق صدیق اکبرؓ کا اور عدل فاروق اعظمؓ کا حیا عثمان غنیؓ کی اور سخاوت حضرت علی شیر خدا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ہوگی۔ (علیات سلطانی)

(۳) مرشد کامل عالم دین ہوگا۔ اگر کسی کو کسی ظاہری علوم حاصل کرنے کا اتفاق نہ بھی ہوا ہو تو علم لدنی اور فتوحات علم باطنی سے اس پر تمام ظاہری علوم منکشف ہو گئے ہوں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں "من محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو امی بودہ ایم" میں اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ ہوتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا "کہ ایں فقیر را ظاہری علوم چنداں نبود دُما واردات و فتوحات باطنی چنداں علوم کشادکہ برائے اظہار آں دفترہا باید اما بزرگان قلّ ودلّ فرمودہ اند۔

اگرچہ نیست مارا علم ظاہر ز علم باطنی جاں گشتہ طاہر

(ترجمہ) اس فقیر کو علم ظاہری حاصل کرنے کا چنداں موقع نہیں ملا لیکن بذریعہ واردات غیبی اور فتوحات لاریبی ہم پر اس قدر علوم کھلے ہیں کہ ان کے اظہار کے لئے بے شمار دفتر چاہیں لیکن بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بات عمدہ وہ ہے جس کے الفاظ اور عبارت مختصر ہو لیکن اس کے مطالب ومعانی زیادہ اور بکثرت ہوں۔

اگرچہ ہمیں علم ظاہری حاصل نہیں ہے تاہم علم باطنی سے ہمارا دل اور ضمیر آئینہ حق نما کی طرح روشن اور منور ہو گیا ہے چنانچہ علوم ظاہری و باطنی بذریعہ انعکاس اس میں سما گئے ہیں۔ آپ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کتنے بڑے عالم علم لدنی تھے۔

امام عبدالوہاب شعرانی کے مرشد علی الخواص بالکل امی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا اس کے باوجود جب قرآن مجید اور حدیث نبوی کے معانی پر گفتگو کرتے تو بڑے بڑے علماء انگشت بدنداں رہ جاتے حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ نے ان کے اقوال کو اپنی کتاب الجواہر والدرر میں جمع کر دیا ہے۔

حضرت علامہ احمد بن مبارک رحسلجماسی (شہر فاس، الجزائر، افریقہ) اپنے مرشد کامل غوث زماں حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربی رح سے جو امی محض تھے، اکثر آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے متعلق سوال کرتے تھے اور ایسی باتیں دریافت کرتے تھے جن کو وہ متبحر عالم دین ہونے کے باوجود سمجھنے سے قاصر تھے۔ حضرت سید صاحب نے جو علم لدنی سے نہایت عمدہ تشریحیں کیں اور جوابات دیئے ان کو علامہ احمد بن مبارک نے کتابی شکل دے کر سوال و جواب کی صورت میں جمع کر دیا ہے۔ اسی مجموعہ کا نام "ابریز" ہے۔ چنانچہ علامہ فرماتے ہیں "کہ میں نے ان سے اس قدر علوم و معارف اور شمائل و لطائف کا مشاہدہ کیا ہے کہ میرے ہوش جاتے رہے اور انھوں نے مجھے ہمہ تن مسحور و متحیر کر لیا۔ آپ ابریز میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"کہ میں نے کئی مرتبہ آزمایا کہ آپ حدیث اور غیر حدیث میں فرق کر لیتے ہیں تو میں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ یہ کیسے معلوم کر لیتے ہیں تو آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام چھپا نہیں رہ سکتا۔ لیکن ایک بار پھر میں نے یہی سوال کیا تو فرمایا کہ جب انسان موسم سرما میں بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے بھاپ نکلتی ہے لیکن یہ بھاپ موسم گرما میں نہیں نکلتی یہی حال اس شخص کا ہے جو کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتا ہے اس کے کلام سے نور نکلتا ہے اور جو کسی اور کا کلام پڑھتا ہے تو کلام بغیر نور کے نکلتا ہے۔"

اسی طرح کا ایک واقعہ امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ نے اپنی کتاب لواقح الانوار کے ص۹۶ جلد دوم میں بیان کیا ہے کہ حضرت فرغل رح امی تھے ایک روز ایک فقیہ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے اور قرآن پڑھنا شروع کیا فقیہ نے قرأت میں چند آیات چھوڑ دیں اور آگے پڑھنا جاری رکھا حضرت فرغل بول اٹھے آپ نے عبارت چھوڑ دی ہے حضرت فرغل رح نے فرمایا! جب آپ قرآن مجید پڑھ رہے تھے تو مجھے آسمان تک چڑھتا ہوا ایک نور دکھائی دیا کہ یکایک درمیان میں منقطع ہو گیا اور بعد کے نور سے اس کا اتصال نہ ہوا اس سے میں سمجھ گیا کہ آپ نے عبارت چھوڑ دی ہے۔

حضرت مولانا محبوب عالم صاحب توکلی رح نے اپنے پیر و مرشد سائیں توکل شاہ صاحب رح کا ایک واقعہ اپنی کتاب "ذکر خیر" میں لکھا ہے "کہ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رح بالکل امی تھے دستخط بھی نہیں کر سکتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں مسجد میں بیٹھ کر مصری رسم الخط میں لکھی ہوئی ایک تفسیر قرآن مجید کا مطالعہ کر رہا تھا۔ سائیں صاحب میرے پاس آکر بیٹھ گئے آپ نے تفسیر کی ایک سطر پر انگلی رکھ کر کہا کہ مولوی صاحب یہ قرآن کی آیت معلوم ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور بالکل صحیح ہے پھر ایک ورق آگے الٹ کر ایک سطر پر انگلی رکھ کر کہا کہ یہ تو حدیث معلوم ہوتی ہے میں نے عرض کیا کہ حضور بالکل صحیح ہے۔"

مولانا فرماتے ہیں کہ میرے دل میں وہم ہوا کہ آپ بہت اچھے پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ جان بوجھ کر ان پڑھ بنے ہوئے ہیں ورنہ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ یہ قرآن ہے اور یہ حدیث چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو آپ کو کیسے پتہ چل گیا آپ تو عالم ہیں سائیں صاحب نے فرمایا کہ مجھے حروف کی شناخت نہیں میں نے تو جہاں انوار الٰہی کی تجلیات کو پایا وہاں سمجھا کہ یہ قرآن مجید ہے اور جہاں انوار مصطفائی کی جھلک دیکھی وہاں سمجھا کہ یہ حدیث شریف ہوگی۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رح حال ہی میں ہوئے ہیں آپ بھی زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے مگر آپ کے سامنے بعض مولوی امتحاناً جا کر سوال پوچھتے آپ انہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھا دیتے۔

خود ہمارے قبلہ عالم مرشدی فقیر صاحب عربی و فارسی کے عالم نہیں تھے۔ گھر میں ہی اپنے والد قبلہ سے چند کتابیں پڑھیں پھر میٹرک تک پڑھ کر کالج میں اعلےٰ تعلیم کے لئے داخل ہوئے مگر وہاں بھی ایک سال سے زیادہ نہ رہ سکے۔ یہ تو ظاہری تعلیم کی حالت تھی مگر انشراح صدر کا یہ حال تھا کہ قرآن مجید کی آیات کی بہترین تفسیر فرماتے تھے۔ آپ کی کتابیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا سینہ علم باطنی کا گنجینہ تھا اور بغیر تعلیم کے ظاہری علوم کا بھی خزینہ تھا۔

ہر کہ واقف گشت از اسرار ہو   سر مخلوقات چہ بود پیش او
او شما داند یک یک مو بمو   زانکہ پُر ہستند از اسرار ہو   رومی

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ اپنی کتاب "نیع برہنہ" میں فرماتے ہیں "پس کوئی عارف باللہ جاہل نہیں رہتا اگر انہیں ظاہری علم نہ بھی ہو وہ علم باطنی سے کامل ہوتے ہیں ہاں اگر ان میں سے کوئی ظاہری علم بھی رکھتا ہو تو وہ نائب الاولیاء ہے چنانچہ ما اتخذ اللہ ولیاً جاھلاً وارد ہے جیسا کہ "اوتوا العلم درجات" سے واضح ہے۔" سلطان صاحب فرماتے ہیں ؎

ہر کہ علم خواند علم بہر مصطفےٰ   واقف اسرار گردد از الٰہ
علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر   کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

(۴) مرشد کامل جاہل نہیں ہو سکتا

کامل مرشد کو شریعت کا بقدر ضرورت علوم سے واقف ہونا ضروری ہے خواہ کہیں سے تعلیم حاصل کرکے یا صحبت علماء سے یا صحبت اولیاء سے فیض یاب ہوا ہو تاکہ اپنے عقائد و اعمال کو بھی صحیح رکھ سکے اور اپنے طالبین کے عقائد کو بھی محفوظ رکھ سکے ورنہ مصداق ہے

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

حضرت بابا فرید گنج شکر رح فرمایا کرتے تھے۔ را، کہ جاہل پیر مسخر شیطان ہوتا ہے" حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے قرآن و حدیث کے علم کو پیر و مرشد کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ قول الجمیل ص۱۲

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رح کا قول ہے۔

اجتنب صحبة ثلاثة اصناف من الناس العلماء الغافلین والفقراء المداھنین والمتصوفة الجاھلین (کشف المحجوب ۱۳)۔

تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے بچنا چاہئے ایک غافل عالم سے اور دوسرے مکار فقیر سے اور تیسرے جاہل صوفی سے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اول طالب کو چاہیئے کہ علم حاصل کرے اس کے بعد فقیر کا ارادہ کرے ورنہ جہالت سے وہ اس راہ میں گمراہ ہو جائے گا۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة

بیت علم را آموز اول بعد ازاں ایں جا بیا
جاہلاں را پیش حضرت حق تعالیٰ نیست جا

مصرع کہ بے علم نتواں خدا را شناخت! سعدی رح

شعر باجھوں علم جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ "تیغ برہنہ" کے ص ۲۶ پر فرماتے ہیں،

مرشد جاہل بود شیطان مثال
اہل شیطان را نباشد حق وصال

مرشد جاہل بود اہل از خبیث!
بے خبر از نص قرآن و حدیث

مرشد جاہل بود شیطان مرید!
مرشد عالم مثال بایزید!

علامہ اقبال فرماتے ہیں سہ

اندکے گم شو بقرآن و خبر
باز اے نادان بخویش اندر نگر

یہاں اس بات کا بھی خیال رہے کہ بعض اوقات ظاہری علم پڑھنے سے انسان کے اندر ایک قسم کا غرور اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر باطنی علم سیکھنے اور شاگردی حاصل کرنے سے مانع ہوتا ہے ایسے ہی علم کے متعلق کہا گیا ہے "العلم حجاب الاکبر" مولانا رومی رح فرماتے ہیں سہ

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب
حافظ علم است آنکس نے حبیب

علم آں باشد کہ جاں زندہ کند
مرد را باقی و پائندہ کند

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اللھم ارزقنا علماً نافعاً

اے اللہ ہمیں وہ علم عطا فرما جو علم نفع مند ہو اور ایسا علم جس کے ساتھ عمل و عشق نہ ہو اس سے جہالت ہی بہتر ہے

سہ زیں خرد جاہل ہمے باید شدن ! دست در دیوانگی باید زدن !

حضرت سلطان باہو رح فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں عالم ہوئے بھارے ہُو اک حرف عشق دا پڑھ نا جانن بھلے پھرن بچارے ہُو!

لکھ نگاہ جے عالم ویکھے کسے نہ کدھی چاہڑے ہُو اک نگاہ جے عاشق ویکھے حضرت باہو لکھاں ڈیڈھے تارے ہُو

(۱) حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، ارشاد فرماتے ہیں" واضح رہے کہ جو شخص فقر میں قدم رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے آپ کو علم ظاہری و باطنی میں آزمالے کیونکہ جاہل آدمی فقر شروع کرے گا تو آخر کار وہ مجنون و پریشان ہو کر رجعت کھا کر دیوانہ اور کافر بن جائے گا۔ امیر الکونین صکا

(۵) مرشد کامل تہتر فرقوں میں سے صرف ایک ناجی فرقہ اہلسنت و جماعت کے عقائد حقہ کا پابند ہو۔

چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، کتاب امیر الکونین کے ص ۷۸ پر فرماتے ہیں۔

"واضح رہے کہ تہتر فرقے ہیں ان میں سے کوئی بھی اپنے تئیں غلطی پر نہیں کہتا کیونکہ ہر ایک یہی کہتا ہے کہ ہم ہی راستی پر ہیں لیکن ان میں سے بہتر غلطی پر ہیں اور مخالف شرع ہیں۔ صرف اہل سنت و جماعت لوگ راستی پر ہیں پس معلوم ہوا کہ فقیر عارف وہ ہے جو ان تہتر فرقوں کی واقفیت رکھتا ہو لیکن کاربند اہل سنت و جماعت کے طریق پر ہو اور باقی بہتر پر غالب رہے اور انہیں ترک کر دے کیونکہ اہل سنت و جماعت سعید ہیں اس واسطے کہ اس طریقہ کی بنیاد معرفت قرآن پر ہے ان کے سوا سب تقلیدی اور شقی ہیں۔"

(۶) عقائد صحیح ہونے کے ساتھ شریعت کا پورا پابند بھی ہو۔

حضرت قبلہ مرشدی فقیر نور محمد صاحب عرفان حصہ دوم کے ص ۲۵۹ پر فرماتے ہیں۔ کہ بعض سفلی عامل کئی قسم کے کمالات دکھاتے ہیں اور جنات کے ذریعے مختلف قسم کے محیر العقول واقعات پیش کر کے لوگوں کو دام تزویر میں پھنساتے ہیں جنات کے ذریعہ بغض و عداوت اور تسخیر و محبت کے عمل کرتے ہیں لوگوں کو غیبی طور پر دکھ سکھ پہنچاتے ہیں اور آسیب اور جنات کو نکالنے کے عامل ہوتے ہیں" لیکن اسلامی تصوف کے کامل عارف شہباز ان قدس کے نزدیک ان عاملوں کی حیثیت مکھیوں اور پروانوں کی سی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت جنید بغدادی صاحب کا قول ہے۔ اذا رأیت رجلاً یطیر فی الھواء او یمشی علی الماء او یا کل النار و ترک سنۃ من سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاضربہ بالنعلین فانہ شیطان فاصبہ منہ فہو مکروا سند راج

(ترجمہ) جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ ہوا میں اڑتا ہے اور پانی پر چلتا ہے وار الغالیکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کا تارک ہو تو اسے جوتوں سے مار کیونکہ وہ شیطان ہے اور جو کچھ اس سے صادر

ہو رہا ہے وہ مکر اور راندہ درگاہ ہے۔" کسی نے فارسی میں اس کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

مرد درویش بے شریعت اگر ۔۔۔ پیر دبرہوا مگس باشد!
در چو کشتی رواں شود بر آب ۔۔۔ اعتماد شش مکن کہ خس باشد!

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، اپنی تصنیفات میں شریعت کی پابندی پر بہت زور دیتے ہیں
چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ہے

ہر مراتب از شریعت یافتم ۔۔۔ پیشوائے خود شریعت ساختم

نیز فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فقیر سر موئے خلاف شرع کرے اسی وقت سلب ہو کر رجعت کھاتا
ہے ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ جس وقت فقراء حضرات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس منورہ میں
حاضر ہوتے ہیں جب نماز کا وقت آتا ہے تو اس وقت حضور پر نور کی بارگاہ سے حکم ہوتا ہے کہ جو
اولیاء اللہ حاضر مجلس قید حیات میں ہیں وہ جا کر ظاہری نماز ادا کریں ورنہ حضور سے سلب ہو جائیں گے"

بحوالہ سلطان الاوراد ص۲۱۳

(۷) پیر خود بھی ذاکر و شاغل ہو کیونکہ بغیر عمل راہ سلوک کی تعلیم مؤثر نہیں ہوتی چنانچہ بعض سجادہ نشین
حضرات جن کو ولایت آباؤ اجداد سے بطور وراثت ملی ہو دنیا دار ہونے کی وجہ سے رات دن دنیا جمع کرنے اور
جائداد بنانے اور دنیاوی جھگڑوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ فرض نماز پڑھنے
کی بھی ان کو فرصت نہیں ملتی ایسے پیر خود کچھ بھی نہیں کرتے مریدوں کو ورد وظائف چلوں میں لگا دیتے
ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطاه۔
(ترجمہ) جس کے دل کو اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہشات کا پیرو ہے اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا
ہے اس کا کہنا نہ مانو) خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے سچے طالبوں کو بچائے آمین۔

(۸) پیر مصلح ہو اس کا اپنا صالح ہونا کافی نہیں ہے بلکہ مریدوں کی اصلاح و تربیت کرنے میں مہارت
تمام رکھتا ہو تاکہ جو لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہوں وہ نیک بن جائیں چنانچہ بعض کتب تصوف میں لکھا
ہوا دیکھا ہے کہ پیر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک سونا۔ دوسرا سنگ پارس لہذا کامل مرشد کا سنگ پارس ہونا
ضروری ہے جو لوہے کو اپنے ساتھ لگا کر اسے بھی سونا بنا دے خود اگر سونا ہے تو اپنے لئے ہے طالبوں کو
اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اس کی علامت یہ ہو گی کہ اس کی صحبت میں بیٹھنے والے اور اس سے
بیعت ہونے والے اکثر متبع شریعت ہوں گے۔ اور دنیا کی حرص سے پاک ہوں گے۔

(۹) اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس

ہوتی ہو چنانچہ حدیث شریف میں اولیاء اللہ کی علامت یہ بتائی گئی ہے۔ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ (یعنی جب انہیں دیکھیں تو اللہ تعالیٰ یاد آئے) عوام کو اس قسم کا محسوس کرنا دشوار ہے اس لئے عوام ان کے مریدوں میں سے عقلمند قسم کے لوگوں سے مرشد کی تاثیر کا حال دریافت کریں۔

(۱۰) بہ نسبت عوام کے پڑھا لکھا طبقہ اور دیندار قسم کے لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔

(۱۱) بزرگان دین کی صحبت میں کچھ عرصہ رہ کر راہ سلوک کو طے کیا ہو اور ان سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں اور شیخ کامل کی طرف سے اسے بیعت لینے کی اجازت ہو اور ارشاد و تلقین کرنے کا پورا اختیار ہو کیونکہ بعض لوگ صرف تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنے معلومات سے لوگوں کو متاثر کر لیتے ہیں حالانکہ عملی طور پر وہ اس راستہ سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں اس قسم کے لوگ اپنے آپ کو اویسی کہتے ہیں یعنی وہ مدعی ہوتے ہیں کہ ہم نے یہ سارا فیض براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے یا کسی فوت شدہ بزرگ سے حضرت سلطان العارفینؒ ایسے ہی لوگوں کے متعلق لکھتے ہیں " مجھے ان احمقوں پر تعجب آتا ہے جو دراصل تو شیطان کے چیلے چانٹے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اصل میں شیطانی خطرات اور وساوس کے پنجے میں گرفتار ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ہم اویسی ہیں،، اسرار قادری ص ۴۹

در حبیب سے کر کے جدا جبین نیاز | کہیں شریک نہ ہو جانا روسیاہوں میں

اب آئندہ صفحات میں حضور قبلہ مرشدی و مولائی فقیر نور محمد صاحب قادری سروریؒ کی مختصر سوانح حیات پیش کرتا ہوں۔ تفصیلی حالات دیکھنے کے لئے حضور کے صاحبزادہ محترمی عبد الحمید صاحب کی کتاب

(حیات سروری)

ملاحظہ فرمائیں۔

مختصر سوانح حیات

آپ کا اسم گرامی فقیر نور محمد صاحب قادری سروری ہے آپ ۱۳۰۳ھ میں بمقام کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت میر سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو چشتی سلسلہ میں بڑے پائے کے بزرگ تھے جن کے متعلق ان کے پیر و مرشد شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رح نے فرمایا تھا ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد ! واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد (اخبار الاخیار)

آپ نے تصوف میں اکتیس ۳۱ کے قریب کتابیں تصنیف کی ہیں جو فن تصوف میں بلند مرتبہ رکھتی ہیں آپ کا مزار شریف دکن حیدرآباد میں واقع ہے۔

فقیر صاحب کے والد محترم کا اسم گرامی الحاج گل محمد صاحب تھا جو بہت نیک، صالح متقی اور تعداً ترس بزرگوار تھے آپ نے چارج کئے قبلہ فقیر صاحب کو ابتدا ہی سے سکول کی تعلیم دی گئی مڈل میں آپ صوبہ بھر میں اول آئے میٹرک کا امتحان بھی ڈیرہ اسماعیل خاں میں دیا اس کے بعد ہائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ آپ سے اور کام لینا چاہتا تھا دوران تعلیم میں آپ پر کبھی کبھی ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جس سے آپ کو بے انتہا رقت پیدا ہوتی اور ساتھ ہی آنسو جاری ہو جاتے تھے ؎

تیری محبت پہ میں قربان اے جلیل یہ بھی نہیں خیال کہ کس کا خیال ہے

کلاس میں اگر ایسی صورت پیش آتی تو آپ اپنے آنسوؤں کو چھپانے کے لئے کتاب کا سہارا لیتے تھے۔ اکثر اپنے کمرہ کی کھڑکیوں پر اندر سے کاغذ چسپاں کر دیتے کہ مبادا میرے کلاس فیلو مجھے دیکھ نہ لیں چنانچہ آپ اپنے کمرہ میں چھپ کر خدا کی محبت و عشق میں رویا کرتے تھے ؎

رلا سکا نہ جسے کوئی غم زمانے کا وہ تیرے واسطے دنیا سے چھپ کے روتا ہے

آخر مجبور ہو کر کالج کو خیرآباد کہنا پڑا اور لاہور سے سیدھے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مزار مقدس پر پہنچ گئے جہاں پر آپ کو معلوم ہو گیا کہ میری اس کیفیت اور غیبی کرنٹ کا مبدا اور مرکز یہی مقام ہے سب گھر والے پریشان تھے کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ نے دربار شریف پر ہی مستقل طور پر رہنا شروع کر دیا آپ کی داڑھی مبارک آزادانہ طور پر بڑھنے لگی کوٹ پتلون کی جگہ گدڑی نے لے لی اور ہیٹ کے قائم مقام سر پر فقیرانہ ٹوپی آ گئی بعض لوگ آپ پر جنون کا شبہ کرنے لگے آپ عشق الٰہی کی مستی میں کئی کئی دن تک بغیر کھائے پیئے پڑے رہتے تھے اور کبھی قرآن مجید پڑھنا شروع کرتے تو صبح سے لے کر شام تک تلاوت ہی کرتے رہتے غرضیکہ آپ عالم تحیر میں ایک ہی محبوب حقیقی کے جلووں میں گم

رہتے اس استغراقی کیفیت میں دربار شریف سے پیدل کلاچی پہنچ جاتے تھے اور وہاں سے پیدل دربار شریف چلے آتے تھے جنگلوں اور صحراؤں میں راتیں بسر کرتے جہاں رات آجاتی زمین پر ہی لیٹ جاتے ؎

راہرو راہ محبت کا خدا حافظ ہے اس میں دو چار سخت مقام آتے ہیں

یہاں تک کہ آپ نے اس روز روز آنے جانے کی کیفیت سے نجات حاصل کرنے کے لئے بال بچے سمیت دربار شریف پر ڈیرے جادیئے بعض لوگ آپ کو کہتے تھے کہ آپ نے اپنا وطن کیوں چھوڑ دیا ہے آپ فرماتے جس کا مفہوم ایک شاعر نے ادا کیا ہے ؎

جہاں کچھ پھول کھل اٹھیں چمن ہے جہاں ہم بیٹھ جائیں انجمن ہے!

وطن کو یاد کیوں کرتا ہے ناداں یہ کل روئے زمین تیرا وطن ہے!

یہاں دربار شریف پر آپ نے حضرت سلطان باہو رحؒ کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور ہر کتاب کو کئی کئی بار اپنے ہاتھوں سے لکھ کر اپنی روحانی پیاس بجھاتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہمیشہ حضور سلطان صاحب کی کتابوں کو با وضو لکھا ہے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس مقام اور حال کو لکھ رہے ہوتے تو حضرت بادشاہ صاحب اپنی باطنی قوت سے وہ مقام طے کرا دیتے تھے روحانی عروج کا یہ عالم تھا مگر گھر میں فقر و فاقہ سے وقت گزرتا تھا۔ سبحان اللہ ؎

محبت جھونپڑوں میں کیف سے مخمور رہتی ہے محبت اونچے مندروں سے دور رہتی ہے

۱۹۱۲ء کو آپ اپنے والد صاحب کے ہمراہ ملتان کے بزرگوں کی زیارتیں کرتے ہوئے دہلی پہنچے وہاں تمام اولیاء اللہ کے مزارات سے فیض حاصل کرتے ہوئے بمبئی کے راستے بغداد شریف پہنچے یہ وہ دربار عالی ہے جہاں دکھیا دلوں کا علاج ہوتا ہے بے آسروں کے آسرا بھکاریوں کے داتا بیماروں کے مسیحا ناقصوں کے پیر کامل اور کاملوں کے رہنما بے مرادوں کی جھولیاں یہاں سے ہی بھری جاتی ہیں دن رات وہیں دربار غوثیہ پر پڑے رہتے ؎

تیرے تصورات میں راتوں پڑے پڑے ہوتی رہی ہے مجھ کو سحر بھی کبھی کبھی

اس علاقہ کے تمام بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی اور باطنی خزانوں کی بے بہا دولت کو اپنے دامن میں سمیٹا اور پھر واپس دربار حضرت سلطان باہو رحؒ تشریف لے آئے۔

بچپن میں آپ نے حضرت صالح محمد رحؒ صاحب سجادہ نشین دربار شریف سے بیعت فرمائی تھی لیکن اس وقت آپ کو ان باطنی معاملات کا کوئی علم نہ تھا پھر دوبارہ سجادہ نشین صاحب کی وفات کے بعد آپ نے حضرت نور احمد صاحب سجادہ نشین سے بیعت کی اور ان سے قادری سروری سلوک کو طے کیا اور آپ نے فقیر صاحب کو خلافت عنایت فرمائی اور ارشاد و تلقین کی اجازت بھی مرحمت فرمائی ۱۹۲۴ء میں آپ پیر سید علی حیدر القادری البغدادی کے

ہمراہ کوئٹہ تشریف لے گئے اور کافی عرصہ آپ کی معیت میں رہے آپ نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا ۱۹۳۵ء میں یکم جون کو جو ایک قیامت خیز زلزلہ کوئٹہ میں آیا تھا آپ اس زلزلہ میں وہیں مقیم تھے اس میں آپ کا بہت نقصان ہوا وہ خلافت نامہ کا کاغذ اس حادثہ میں گم ہوگیا۔ عرفان حصہ اول کے مسودات بھی اس میں ضائع ہو گئے جسے پھر آپ نے اپنی یادداشت کی بنا پر دوبارہ لکھا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے عرفان اور ترجمہ نور الہدیٰ کو شائع کرنے کا ارادہ کیا مگر مالی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ معرض التوا میں پڑ گیا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ کو حیدرآباد دکن جانے کا اتفاق ہوا وہاں دو بزرگ یوسف شاہ شریف شاہ کے مزاروں پر آپ نے دعوت پڑھی اور کتابوں کی طباعت کے لئے مدد طلب کی چنانچہ وہاں کے وزیر اعظم سے ملاقات کی صورت پیدا ہوگئی ان سے کتابوں کا ذکر کیا اس نے دونوں کتابوں کی اشاعت کے لئے کثیر رقم کی منظوری دے دی آپ نے اس رقم سے پہلی مرتبہ ان دونوں کتابوں کو شائع کیا۔ ۱۹۴۲ء سے لے کر ۱۹۵۵ء تک آپ کا قیام کلاچی میں رہا سال میں دو مرتبہ دربار سلطان العارفین قدس سرہٗ پر تشریف لاتے تھے محرم شریف پر اور چیت کے مہینے میں دربار شریف پر آپ کا قیام مخصوص حجرہ میں جو دربار شریف سے جنوب کی طرف واقع ہے رہتا تھا۔ راقم الحروف کی سب سے پہلی ملاقات حضور سے اسی حجرہ میں ہوئی فقیر نے ۱۹۵۱ء میں طبیہ کالج کا آخری سندی امتحان دیا اور ۱۹۵۲ء کو فقیر کی آپ سے ملاقات ہوئی ۱۹۵۳ء میں آپ سے بیعت کر لی ۱۹۵۵ء میں جو قیامت خیز سیلاب آیا اس میں آپ کے مکانات سیلاب کی نذر ہو گئے معتقدین اور متوسلین کی استدعا پر آپ لائل پور تشریف لے آئے اکثر تشنگان روحانیت آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر روحانی پیاس بجھاتے تھے ابتداء میں لائل پور آپ خانوانہ جھال کے اندر مقیم رہے اسی دوران میں رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز کے مالک میاں عمر دین صاحب ان کی اہلیہ اور ان کے صاحبزادے میاں محمد امین صاحب بھی فقیر صاحب سے بیعت ہو گئے اس سے پہلے چوہدری نیاز الدین صاحب بی اے آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو چکے تھے اور وہ مل میں لیبر آفیسر کے طور پر کام کر رہے تھے انہیں کے ذریعہ مالکان ملز سے بھی تعارف ہوا اور اسی ذریعہ سے میاں صاحبان کی استدعا پر حضور نے ملز کے احاطہ کے اندر رہنا قبول فرما لیا دو سال وہاں قیام کرنے کے بعد ۱۲ فروری ۱۹۵۹ء میں پھر واپس ڈیرہ اسماعیل خاں تشریف لے گئے میں نے انہیں دنوں آپ کے ہجر و فراق میں پنجابی اشعار کی صورت میں آہ دلکا کی جو "پیر داد چھوڑا" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں میری فریاد بارگاہ الٰہی میں سنی گئی حضور پورے نو ماہ کے بعد نومبر ۱۹۵۹ء کو واپس لائل پور تشریف لے آئے آپ کی تشریف آوری پر انتہائی مسرت ہوئی چنانچہ اس خوشی کے موقع پر بھی میں نے اردو نظم کی صورت میں چند اشعار لکھے جو "نزول نور در شہر لائل پور" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں ۱۹۶۰ء کو عرفان حصہ دوم کے شائع کرنے کے لئے جب آپ لاہور تشریف لائے تو آپ کافی کمزور محسوس ہو رہے تھے بیماری گھن کی

طرح آپ کو اندر ہی اندر کھا رہی تھی ۱۴ جون ۱۹۶۰ء آپ حسب معمول دربار سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ موٹر کار پر تشریف لے گئے لیکن طبیعت خراب ہو جانے کی وجہ سے جلد واپس تشریف لے آئے تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد فقیر لاہور سے حضور کی عیادت کے لئے جاتا رہا اس کے بعد مجھے کوئٹہ جانا پڑا میرے بعد ہی آپ کو تکلیف زیادہ ہو گئی اور ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو یہ آفتاب علم معرفت غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے جسم اطہر کو ایک چوبی صندوق میں رکھ کر موٹر کار کے ذریعہ آپ کے وطن مالوف کلاچی شریف پہنچایا گیا جس جگہ آپ کا عبادت خانہ تھا جہاں آپ خلوت میں بیٹھ کر اپنے محبوب حقیقی کے جلووں سے اپنے قلب کو روشن ومنور کیا کرتے تھے وہی جگہ آپ کی آخری آرام گاہ کے لئے منتخب کی گئی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مرکز تجلیات الہی بن گئی۔

راقم الحروف جب کوئٹہ سے لاہور پہنچا تو مجھے آپ کے وصال کا قطعاً علم نہ تھا رات کو خواب میں مجھے ایک کاغذ پر لکھا ہوا دکھایا گیا "الآن سلطان الفقراء فقیر نور محمد صاحب سروری" مجھے علم جفر کا بھی ذوق ہے اس لئے میں اکثر اعداد نکالتا رہتا ہوں میں نے اسی عبارت کے اعداد نکالے تو وہ سن ۱۹۶۰ء نکلے میرے دل میں خدشہ تو پیدا ہو گیا کہ خدا خیر کرے۔ حضور کی طبیعت ٹھیک ہو۔ میرے دل میں آپ کی یاد زیادہ بڑھتی چلی گئی دوسرے روز ہی لائل پور پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضور کا تو وصال ہو چکا ہے چنانچہ میں وہیں سے کلاچی شریف پہنچ گیا آپ کے مزار مقدس پر حاضر ہوا تو بے اختیار چیخیں نکل گئیں روتے روتے ہچکی بندھ گئی اس وقت بے ساختہ پنجابی میں اشعار میری زبان سے نکلنے شروع ہوئے جنہیں بعد میں "نوحہ غم" کے نام سے شائع کیا گیا ہے وہ مجموعہ الگ شائع شدہ ملتا ہے۔

آپ کی خصوصیات

میں چونکہ اس سے پہلے کئی پیروں فقیروں کو مل چکا تھا مجھے جو چند چیزیں آپ میں مخصوص نظر آئیں اور جو میری عقیدت میں مزید پختگی کا باعث بنیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) آپ پیرانہ ٹھاٹھ باٹھ اور بزرگانہ نمائش اور مخصوص پیروں کی وضع قطع اور متکلف نشست و برخاست سے سخت نفرت کرتے تھے چنانچہ مجھے کبھی اپنے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھا ہوا دیکھتے تو فوراً فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب! اچھی طرح کھلے ہو کر بیٹھو کیوں تکلف میں جکڑے بیٹھے ہو اور جب کبھی مجلس میں تشریف لاتے تو ہم سب لوگ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تو آپ سختی سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹھے رہا کرو مجھے تمہارے اس اٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آجکل وہ پیر جو اپنے مخصوص لباس میں جکڑے رہتے ہیں اور خاص قسم

کی نشست و برخاست اور نہایت متقیانہ اور صوفیانہ گفتگو کرنے پر اپنے آپ کو مکلف بناتے رکھتے ہیں ان پر مجھے بڑا رحم آتا ہے وہ بےچارے تو ایک قسم کے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں بےچارے ہر وقت ایک محدود زندگی گذارنے میں مقید ہوتے ہیں کہ شاید ہم سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جائے جس سے مریدوں کی عقیدت میں فرق پڑ جائے اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم کرے، آپ یہ خود تکلف میں پڑتے تھے اور نہ ہمیں تکلف میں پڑنے دیتے تھے حالانکہ اس سے قبل آپ میں کئی پیروں اور مریدوں کو اس عذاب میں مبتلا دیکھ چکا تھا جہاں نشست و برخاست کی خاص ہدایات دی جاتی تھیں آپ کسی کی خوشامد نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی چاپلوسی کرنیکے عادی تھے نہایت بے پرواہی اور بے نیازی سے رہتے تھے میں اپنے آپ کو حضور کا خاص مقرب سمجھتا تھا اور اس میں شک بھی نہیں کہ آپ کی مجھ پر بڑی کرم نوازیاں تھیں پھر بھی بعض اوقات آپ نہایت ہی بے پرواہی سے ملتے تھے اور کوئی بات خلاف شرع آپ کو نظر آتی تو بغیر کسی لحاظ کے سختی سے منع فرما دیا کرتے تھے اور ہر شخص سے خواہ وہ کتنا ہی پرانا خادم ہو ایک ہی طرح کا سلوک فرمایا کرتے تھے میں کئی آدمیوں کے سامنے آپ کی تعریف کرتا تو وہ نہایت عقیدت مندی کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے میرا دل یہ چاہتا تھا کہ اگر حضور تھوڑی سی محبت کا اظہار اس نئے آنے والے سے کریں تو وہ شخص حضور کا گرویدہ ہو جائے گا۔ اور ہمارا پیر بھائی بن جائے گا۔ ہمارا حلقہ وسیع ہو گا۔ لیکن آپ قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے چنانچہ ایک شخص جو بڑا تعلیم یافتہ اور امیر گھرانے کا آدمی تھا اسے میں نے آپ کے پاس بھیجا اس کی نیت تھی کہ وہ مرید ہو جائے گا اور بہت بڑا نذرانہ بھی پیش کرے گا۔ چنانچہ وہ بڑی تکلیف کرکے پوچھتے پوچھتے لائلپور جا تو آنہ جھال (جہاں چند روز سے آپ مقیم تھے) پہنچا اس نے اپنا کامل تعارف کرایا مگر آپ نے بڑی بے نیازی سے اس سے بات چیت کی اس کا ارادہ یہ ہوا کہ میں حضور سے اجازت مانگتا ہوں چونکہ مغرب کا وقت ہے آپ فرمائیں گے کہ آج یہیں ٹھہر جاؤ میں ٹھہر جاؤں گا۔ مگر اس نے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ۔ وہ بےچارا رات کو ایک ہوٹل میں سویا اور صبح گھر واپس آ گیا۔ حالانکہ میں نے اکثر پیروں کو دیکھا ہے کہ جب ان کے پاس کوئی نیا آدمی آ جاتا ہے تو وہ اٹھ کر اس کو گلے لگاتے ہیں اس کی خیریت، پتہ اور کام پوچھتے ہیں پھر چائے اور پر تکلف کھانوں سے نوازتے ہیں اور اس کی ہر طرح سے دل جوئی کرتے ہیں کہ شاید ہمارا مرید بن جائے خاص طور پر اگر ان کے پاس کوئی امیر آدمی آ جائے تو وہ اسے ہر طرح سے پھانسنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۳) پیری مریدی کرنے اور زیادہ عقیدت مند بنانے کا آپ کو قطعاً شوق نہ تھا راقم الحروف کو بہت شوق تھا کہ حضور کا حلقہ عقیدت وسیع ہو اور دوسرے پیروں کی طرح حضور کی بڑی گدی بن جائے چنانچہ میں پوری کوشش کیا کرتا تھا کہ لوگوں کو لا کر آپ کی بیعت کراؤں مگر آپ اس بات کے سخت خلاف تھے کئی بار میں آدمیوں کو لاتا مگر حضور جان بوجھ کر ایسی باتیں شروع کر دیتے جس سے آنے والا متنفر ہو کر چلا جاتا میں اپنی عقیدت سے آپ کی تعریف اکثر

لوگوں کے سامنے بیان کیا کرتا تھا آپ نے مجھے کئی مرتبہ ڈانٹا کہ میری تعریف میں مبالغہ مت کیا کرو اگر تم نے میری طرف کوئی غلط بات منسوب کی تو بارگاہ ایزدی میں خود ذمہ دار ہو گے حضور نے فرمایا کہ میری زندگی میں تو ایسا نہ کیا کرو بعد میں جو میری مرضی ہے بنا دینا لاہور میں ایک بہت بڑے امیر آدمی تھے ان کو میں نے آپ کی بہت تعریف کی اس نے کہا کہ میں حضور کی دعوت کرتا ہوں میں نے بغیر پوچھے ہی دعوت قبول کر لی۔

کیونکہ حضور لاہور کتاب چھپوانے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے اس نے کہا کہ میں کار بھیجوں گا۔ اس میں آپ لوگ آجائیں چنانچہ میں حضور کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت آپ حکیم سلطان احمد صاحب مرحوم کے پاس جو آپ کے پیر بھائی تھے اور اندرون شیرانوالہ دروازہ میں رہتے تھے قیام فرما تھے لوگ کافی بیٹھے ہوئے تھے اطلاع ملی کہ باہر کار آپ کو لینے کے لئے آئی ہوئی ہے میں نے عرض کی کہ حضور! ایک جگہ میں نے آپ کی دعوت قبول کر لی ہے وہ بہت بڑے امیر آدمی ہیں آپ سے وہ بیعت بھی ہونا چاہتے ہیں باہر کار کھڑی ہے جس وقت آپ فرمائیں وہ کار والا آجائے میری یہ بات سن کر آپ کا چہرہ غصہ سے لال سرخ ہو گیا آپ مجلس سے اٹھ کر دوسرے کمرہ میں تشریف لے گئے مجھے بلایا اور فرمایا کہ یاد رکھو آئندہ مجھے کسی امیر آدمی سے ملنے اور دعوت کھانے کے لئے کبھی نہ کہنا مجھے ایسے دنیا دار کتوں سے نفرت ہے۔ ایسے لوگوں سے مل کر میرے دل کو کوفت ہوتی ہے یہ سیاہ باطن لوگ ہمارے بھی دلوں کو سیاہ کر دیتے ہیں آج چونکہ تم وعدہ کر چکے ہو اس لئے چلا جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے آئندہ توبہ کی کہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ اور عرض کیا کہ حضور آج ضرور تشریف لے چلیں چنانچہ آپ نے قبول فرمالیا۔

ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب جو میرے دوست تھے اور کسی مرد درویش کی تلاش میں تھے وہ بیعت کرنا چاہتے تھے انہوں نے مجھے بھی کہا کہ مجھے کسی مرشد کی تلاش ہے اس سلسلہ میں آپ بھی میری رہنمائی کریں میں نے اس کے سامنے حضور کی تعریف کی اس نے کہا کہ تمہارے پیر و مرشد جب بھی تشریف لائیں مجھے ضرور ان سے ملاقات کرائیں چنانچہ حضور لاہور تشریف لائے آپ اس وقت اختر صاحب گل کے ہاں قیام پذیر تھے میں اس مولوی صاحب کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا حضور نے ہماری طرف بغور دیکھا میرا ارادہ تھا کہ آج کچھ ایسی تصوف پر تقریر فرمائیں کہ یہ مولوی صاحب آپ کا مرید ہو کر جائے لیکن آپ نے خلاف طبع اور خلاف معمول اختر صاحب کو فرمایا کہ ریڈیو آپ کے پاس ہے؟ اس نے کہا کہ ہے آپ نے فرمایا کہ لے آؤ کوئی گانا ہی سنیں وہ لے آیا اور اس نے بجلی سے لگا دیا جب گانے شروع ہوئے تو مولوی صاحب کھسیانے سے ہوئے اور جلدی اٹھ کر جانا چاہتے تھے آخر کار جرات کر کے اجازت لی اور چلے گئے حضور نے ریڈیو بند کرا دیا اور مسکرائے اور فرمایا کہ تمہارے مولوی صاحب کو ہم نے کس طرح بھگایا ہے ایک منٹ نہیں بیٹھا اسی طرح کے کئی ایک واقعات ہیں جن میں آپ نے اپنے آپ کو چھپانے کی بے حد کوشش کی ہے اور عام پیری مریدی سے تنفر کا اظہار کیا ہے

(۴) حق گوئی اور سچی بات منہ پر کہہ دینا یہ آپ کا شیوہ تھا خواہ اس میں کتنا ہی نقصان کیوں نہ برداشت کرنا پڑے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب محمد اختر گل صاحب جو حضور کے مخلص مرید ہیں وہ ایک شاہ صاحب کو ہمراہ لے کر حاضر خدمت ہوئے ان شاہ صاحب کی بہت بڑی دکان بیڑیوں کی مال روڈ پر تھی وہ موٹر سائیکل پر آئے اور وہ چاہتے تھے کہ ان کے لئے دعا کریں کہ ان کی دکان میں برکت ہو جائے جناب اختر صاحب نے یہ بھی ذکر کر دیا کہ مولوی ارشد صاحب نے پہلے ان کو برکت کے لئے ایک وظیفہ بتایا تھا آپ نے پوچھا کہ پھر وہ پڑھا کہ نہیں؟ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں نہیں پڑھ سکا آپ کی طبیعت میں جوش آ گیا آپ نے فرمایا کہ ہاں تم دنیا کے کتے کیا وظیفہ پڑھ سکتے ہو تمہارا تو دن رات یہی کام ہے کہ اس دنیا مردار کے پیچھے بھاگتے پھرو۔ نماز روزہ اور ورد وظائف سے تم لوگوں کو کیا غرض حرص و ہوا کے بندوں کے لئے ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں چلے جاؤ یہاں سے۔ اختر صاحب اپنی جگہ شرمندہ تھے ہیں اپنی جگہ نادم تھا چنانچہ فوراً شاہ صاحب کھسیانے سے ہو کر موٹر سائیکل پر سوار ہوئے اور گھر چلے گئے ۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی ! اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ دنیا دار اور مغرور اور متکبر آدمیوں سے اس طرح پیش آتے تھے ورنہ آپ بے حد حلیم الطبع اور متواضع انسان تھے اگر کوئی درویش طبع آدمی آپ کے پاس آتا تھا تو آپ بہت ہی محبت اور انکساری و عاجزی کا اظہار فرمایا کرتے تھے

(۵) شہرت اور خود نمائی سے کوسوں دور بھاگتے تھے لوگوں کی زیادہ آمد و رفت اور معتقدین کے ہجوم سے بھی آپ کو بہت نفرت تھی ایک مرتبہ دربار پر میں حاضر خدمت تھا ایک شخص جو کہ کراچی سے آیا تھا آپ کو ملا اور کہا کہ حضور میں نے آپ کی کتاب "عرفان" پڑھی ہے اس روز سے آپ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا ہے اس لئے اتنی دور سے حاضر خدمت ہوا ہوں آپ نے تھوڑی دیر ٹھہر کر فرمایا کہ واقعی ہم سے بھی ایک غلطی کی ہے کہ کتاب شائع کر دی ہے اس نے ہمیں مشہور کر دیا ہے۔

ایک دفعہ میں لائل پور رحمانیہ ہال میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا کئی لوگ حاجت مند اپنی اپنی مرادیں لے کر آتے اور دعا کرا کے چلے جاتے آپ نے ایک لمبی آہ کھینچی اور فرمایا "کہ مولوی صاحب کیا ہی وہ پر لطف زمانہ تھا جب میں اکیلا جنگلوں میں پھرا کرتا تھا اور مجھے کوئی نہیں پوچھتا تھا قدم قدم پر بے شمار تجلیوں کا ورود ہوتا تھا اب تو میں ان نا اہلوں سے تنگ آ گیا ہوں جو مجھے اپنی ذاتی دنیوی اغراض کے لئے استعمال کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ کوئی پوچھنے نہیں آتا" (آپ یہ فرما رہے تھے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے)۔

آپ اتنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ معتقدین کا گروہ پیچھے ہو اور آپ آگے آگے جا رہے ہوں چنانچہ آپ جب لاہور تشریف لاتے تو ہر روز عصر کے بعد حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ بیرون دہلی دروازہ کے مزار مقدس پر ضرور حاضری دیا کرتے تھے ایک دن ہم چند مریدین بھی پیچھے پیچھے چل پڑے آپ راستہ میں تبسم فرمانے لگے اور فرمایا کہ دیکھو تمہارے ساتھ چلنے سے اتنا اثر ہوا ہے کہ کل میں اکیلا یہاں سے گزرا ہوں کسی نے مجھے سلام تک نہیں دیا لیکن آج تم میرے ساتھ ہو تو سب لوگ اٹھ اٹھ کر سلام کر رہے ہیں میں اسی لئے پسند نہیں کرتا کہ تم میرے ساتھ آؤ چنانچہ آپ کی عادت تھی کہ آپ ہمیشہ ایک آدمی کو ساتھ لے کر جایا کرتے تھے باقی لوگوں کو گھر جانے کی اجازت فرما دیتے تھے ایک مرتبہ جامع مسجد چڑہ منڈی لاہور میں فقیر نے ایک جلسہ منعقد کیا حضور اتفاق سے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ ہمیشہ لاہور میں کسی کتاب کی اشاعت کی غرض سے تشریف لایا کرتے تھے ورنہ کئی مرتبہ دعوت دی گئی مگر آپ لاہور آنے سے انکار فرما دیا کرتے تھے۔

میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ حضور جلسہ کی صدارت قبول فرمالیں آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی صدارت نہیں کی مجھے معاف کریں بڑے اصرار سے جب میں نے عرض کیا کہ اگر صدارت نہیں فرماتے تو کم از کم جلسہ میں شمولیت ہی کو قبول فرمالیں تاکہ ہمارا جلسہ بابرکت ہو جائے آپ نے فرمایا کہ تمہارے جیسا ایک مولوی صاحب میرا معتقد تھا اس نے مجھے جلسہ میں شرکت کی دعوت دی جب میں جلسہ میں گیا تو اس نے اٹھ کر نعرۂ تکبیر کی آواز بلند کی اور فقیر نور محمد صاحب سروری زندہ باد کے نعرے لگوائے گلے میں ہار ڈالے اور میں مارے شرم و حیا کے زمین پر گڑا جاتا تھا میرا جی چاہتا تھا کہ یہاں سے بھاگ جاؤں بڑی مشکل سے چند منٹ گزارے اور چلا آیا اس دن سے میں نے جلسوں جلوسوں میں شریک ہونے سے توبہ کر لی۔

مجھے مخاطب ہو کر فرمایا "کہ تم بھی میرے ساتھ یہی کام کرنا چاہتے ہو گے مجھے مہربانی کر کے معاف کر دو میں مایوس ہو کر واپس چلا آیا۔

(۶) آپ لنگر خانے اور آنے جانے والوں کی سہولت کے لئے قیام گاہ بنانے کے سخت خلاف تھے اور اسے مکار پیروں کی دکان داری سے موسوم کیا کرتے تھے۔ تعویذ۔ گنڈھا، دم جھاڑا ان چیزوں سے آپ کو سخت نفرت تھی ایک مرتبہ لائل پور کے دوران قیام میں آنے جانے والوں کی تکلیف کے پیش نظر عرض کیا کہ حضور کم از کم تھوڑی سی جگہ یہاں ایسی بنوانی چاہیئے جس میں دور سے آنے والے حضرات آرام سے رات گزار سکیں اور ان کمروں کے تمام اخراجات کا میں کفیل ہوں گا۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے جیسا ایک میرا مخلص دوست تھا وہ مجھے کہا کرتا تھا کہ فقیر صاحب آپ تو نرے فقیر ہی ہیں آج کل صرف فقر سے کام نہیں چلتا فقر کے ساتھ کچھ مکر بھی ہونا چاہیئے۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تم بھی مجھے اسی مکر کا سبق دینا چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا

ہمارا مسلک یہ ہے جیسا کہ حضرت بادشاہ سلطان العارفین رح نے ارشاد فرمایا ہے۔

تا نوانی خویشتن را از خلق پوش   عارفانے کے بوند ایں خود فروش

راقم الحروف کے خاندان میں تعویذات لکھنے کا سلسلہ بہت رائج تھا اس لئے میں نے بھی تعویذات کا مکمل علم پیر توکلی شاہ صاحب سے جو علم نجوم، علم رمل، علم جفر کے بہت بڑے ماہرین میں سے تھے حاصل کیا اور اس میں مجھے اچھی خاصی آمدنی تھی مگر آپ نے مجھے سختی سے منع فرما دیا کہ تعویذات اور دم وغیرہ کرنے سے روحانی طاقت میں کمی آجاتی ہے اور فقیر باطن میں عروج حاصل نہیں کر سکتا پھر انہیں تعویذات کے چکر میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ آپ تسخیر اور عوام کے رجحان کو روحانی ترقی کے لئے رجعت قرار دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ بعض خام خیال فقیر جو لباس فقر میں پکے دنیادار ہوتے ہیں وہ عوام کو مسخر کرنے کے لئے وظیفے پڑھا کرتے ہیں حالانکہ سالک زمانہ سلوک میں اس شکار کی طرح دبکے رہتا ہے جو خائف ہو کہ ابھی کوئی شکاری مجھے شکار نہ کر لے یہ دعوتیں کھلانے والے اور دست بوسی کرنے والے تو روحانی عروج حاصل کرنے والوں کو پکڑ کر قعر ذلت میں پھینک دیتے ہیں مولانا رومی کے یہ شعر پڑھے۔

دانہ باشی مرغکانت برچینند   غنچہ باشی کودکانت برکنند

دانہ پنہاں کن سراپا دام شو!   غنچہ پنہاں کن گیاہ بام شو!

میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضور آئندہ تعویذات دینے اور نئے گاہک بنانے سے تو سخت پرہیز کروں گا لیکن جو لوگ سابقہ معتقدین ہیں وہ تنگ کرتے ہیں ان کے لئے کیا کیا جائے آپ نے مجھے ایک تعویذ بتایا اور فرمایا کہ اگر کوئی مجبور کرے تو سب کاموں کے لئے یہ صرف ایک ہی تعویذ لکھ کر دے دیا کرو یہ ہم نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، اور سلطان العارفین رح کی بارگاہ سے منظور کرایا ہے چنانچہ اس منظور شدہ تعویذ کو ہی میں لکھا کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ وہ تعویذ جس میں مشرکانہ الفاظ نہ ہوں اس کے لکھنے سے شریعت میں مخالفت تو نہیں ہے۔ لیکن طالب مولیٰ کے لئے اس قسم کے کاروبار کا کرنا اور دکانداری بنا لینا رجعت کا باعث ہے کئی دفعہ جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ صحیح بات کرنے سے وہمی قسم کی عورتیں مطمئن نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہا کہ میری کتاب نکالو میں نے کہا کہ میں نے تو اس قسم کی کوئی کتاب نہیں پڑھی جو آئندہ کے حالات بتا دے پھر اس نے کہا اچھا کوئی عمل بتا دیں جس سے ہماری مصیبت ختم ہو جائے میں نے کہا کہ صدقہ خیرات کرو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ الصدقات تدفع البلیات۔ صدقہ مصیبتوں کو دور کرتا ہے لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ وہ عورت

میری اس تقریر سے قطعاً اثر پذیر نہیں ہو رہی تھی میں نے محض اس کا امتحان لینے کے لئے کہا کہ جاؤ ایک خاص قسم کا صدقہ دو وہ یہ کہ ایک کنواری لڑکی سے آٹا پسواؤ پھر اس کو سات کنوؤں کے پانی سے گوندھوا ور پھر توے پر ڈال کر اس کی ایک سائیڈ پکالو اور اس روٹی کو کالے رنگ کے کتے کو کھلا دیں میں نے دیکھا کہ وہ عورت میری ان باتوں سے چونک گئی اور ہمہ تن متوجہ ہو کر میری باتوں کو سنتی رہی اور کہنے لگی کہ اب آپ نے صحیح بات بتائی ہے میں ایسا ہی صدقہ کروں گی اس قسم کی توہم پرست عورتوں کو بیوقوف بنانے کے لئے آجکل کے ٹھگ باز مکار اور چالاک عاملین ایسی ہی من گھڑت باتیں بتا لیتے ہیں اور سینکڑوں روپے بٹور لیتے ہیں لہذا ایسے کاروبار سے بچنا اور دامنِ عفت کو داغدار ہونے سے محفوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ چند عورتیں آئیں وہ تعویذ مانگتی تھیں آپ نے فرمایا کہ جاؤ میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ اور تمہارا کام ہو جائے گا مگر وہ بار بار تعویذ کا اصرار کرتی تھیں آپ نے فرمایا کہ میری دعا پر یقین نہیں اور تعویذ پر یقین ہے چلی جاؤ میں تمہارے لئے دعا ہی کروں گا میں نے تعویذ کبھی نہیں لکھا جب وہ دھرنا مار کر بیٹھ گئیں تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اچھا اگر تم نہیں جاتیں تو میں چلا جاتا ہوں چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر چلی گئیں

مکر و فریب اور بناوٹ کو آپ کی فقیری میں قطعاً دخل نہ تھا جو کچھ تھا سچ ہی سچ تھا۔ ایسے درویش منش فقراء کا وجود دنیا سے عنقا ہو گیا ہے یہی مذکورہ بالا وجوہات تھیں کہ خاص خاص خوش قسمت لوگ ہی آپ سے فیض یاب ہو سکے اور ظاہر بین خوشامد پرست آرام کے طالب آپ سے ہمیشہ کنارہ کش رہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ میرے مسلک میں دست بوسی نہ میرے مسلک میں چاپلوسی اسی لئے ناقصوں نے اب تک کیا نہ مجھ کو قبول اب تک

آپ ہمیشہ اپنے روحانی پیشوا اور حقیقی مربی حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کی طرح پیری مریدی، دربار، لنگر، خانقاہ، سجادگی اور دنیوی عز و جاہ سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور اپنی گمنامی میں غلو فرمایا کرتے تھے ظاہری لباس بھی عام رواج کے مطابق زیب تن فرمایا کرتے تھے خاص فقیروں کے لباس میں جس میں لوگوں کی انگشت نمائی اور تشہیر کا باعث ہو پرہیز فرماتے تھے ہمیں بھی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اپنے ظاہر کو عوام کی طرح رکھو اور باطن کو زیادہ درست کرو اور حضور سلطان العارفین قدس سرہ کا یہ شعر وردِ زبان فرمایا کرتے تھے ؎

از درون شو آشنا و ز برون بیگانہ باش
کم بود اندر زمانہ این چنین زیبا روش

اسی لئے آپ کشف و کرامات کے اظہار سے بھی حتی الامکان گریز فرمایا کرتے تھے حالانکہ آپ کا روحانی مقام اتنا بلند تھا کہ روحانیت کے تاجدار آپ کے سامنے سر جھکاتے تھے۔

مقام ولایت

آپ کے باطنی روحانی مرتبہ اور مقام ولایت کے متعلق تو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اس بحرِ معرفت کے پیراک ہوں اور اس وادی طریقت کے بادیہ پیما ہوں تاہم آپ کے مقام کے متعلق چند باتوں کا جو فقیر کو مشاہدہ ہوا ہے وہ بیان کرتا ہوں میں نے اسی کتاب میں دوسری جگہ عرض کیا ہے کہ ابتداء میں میرا روحانی تعلق حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رح سے تھا اور اس میں شک نہیں کہ وہ کامل اولیاء اللہ تھے اور تھوڑے ہی عرصہ میں جو آپ نے میری باطنی بیماریوں کا علاج کیا اور حیرت انگیز طریقے سے روحانی ترقی عطا فرمائی میں اس کا بے حد شکر گزار ہوں اور عمر بھر ممنون منت رہوں گا۔ اسی روحانی تعلق کی بنا پر میں ہمیشہ آپ کے عرس مبارک اور آپ کے روحانی مربی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رح کے عرس پر ضرور حاضری دیا کرتا ہوں اور ادھر حضرت سلطان العارفین رح کے عرس پر بھی ضرور جاتا ہوں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے عرس پر زن و مرد کی خلط ملط اور عوام کا پوری طرح شریعت کی پابندی نہ کرنا اس قسم کی باتیں میرے ذہن میں موجود تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رح کے عرس میں شریک ہوا تو یہاں شریعت کی پابندی اور عوام کا داڑھی کی سنت پر پورا عمل تہجد کی پابندی ان چیزوں کو دیکھ کر میرے دل میں ایک وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے اس قسم کے پابند شرع خاندان کو چھوڑ کر حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری سے تعلق پیدا کر لیا ہے یہ کوئی اچھا کام نہیں کیا میاں صاحب کا مرتبہ اور کرامات اور شہرہ زیادہ ہے میں نے اس وسوسہ کو کئی مرتبہ دل سے نکالا مگر بار بار یہ وسوسہ پختہ ہوتا گیا۔

واپس لاہور آیا رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک چار دیواری ہے جس میں کافی لوگ کھڑے ہیں میں نے دریافت کیا کہ یہاں لوگوں کا ہجوم کیسے ہے لوگوں نے بتایا کہ یہاں میاں شیر محمد شرقپوری تشریف لائے ہوئے ہیں لوگ زیارت کے لئے آئے ہوئے ہیں میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور آپ کی زیارت کے لئے فوراً اندر پہنچا تو میاں صاحب کو ایک شخص وضو کرا رہا تھا آپ وضو کے بعد اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ لیا اور بازو میں بازو ڈال کر نہایت بے تکلفی سے باہر کی طرف نکل پڑے میں خواب میں ہی سوچ رہا تھا کہ میاں صاحب تو ایک مشہور ترین بزرگ ہستی ہیں اور آپ کتنے سادہ ہیں کہ بے تکلفی سے دوستوں کی طرح مجھ سے پیار فرماتے ہوئے مجھے ساتھ لے جا رہے ہیں اتفاقاً سامنے سے حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب سروری تشریف لے آئے حضرت میاں صاحب نے میرے بازو سے بازو نکالا اور فوراً گھٹنوں کے بل گر کر چلنے لگے فقیر صاحب قریب آنے گئے اور حضرت میاں صاحب گھٹنوں کے بل چلتے چلتے آپ کے قدموں کے پاس جا پہنچے آپ نے پہلے قدموں کو چوما اور پھر ان قدموں پر سر رکھ دیا مجھے یہ حالت دیکھ کر وجد طاری ہو گیا اسی وجد میں آگے بڑھا اور حضرت فقیر صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کے لئے اپنا منہ آپ کے ہاتھوں پر رکھا ادھر آنکھ کھل گئی بیداری

کے بعد بھی وہ پورا منظر میری آنکھوں کے سامنے موجود تھا اور بے حد سرور و لذت اور قلب میں ایک وجدانی کیفیت کا ظہور رہا مجھے اس خواب کے بعد پوری طرح یقین ہو گیا کہ حضرت قبلہ فقیر صاحب کا مرتبہ بھی روحانیت میں کچھ کم نہیں جن کی تعظیم حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رح بھی فرماتے ہیں چنانچہ وہ وسوسہ میرے دل سے جاتا رہا۔

ایک مرتبہ میں رحمانیہ مل لائل پور میں حاضر خدمت ہوا رات کو بھی وہیں قیام کیا حضور چونکہ زیادہ ظاہری ورد و وظائف کے پابند نہیں تھے اور نہ ہی کبھی آپ نے تسبیح کا استعمال کیا حضور کافی دیر سے صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے آتے ہی سنتیں پڑھ کر جماعت کرادی میرے دل میں بار بار یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ میں نے کئی بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ورد و وظائف میں ہر وقت لگے رہتے ہیں بڑی ریاضتیں اور چلے کرتے ہیں حضرت صاحب نے نماز کے بعد بغیر استفسار کئے خود بخود ہی مسئلہ شروع فرما دیا آپ فرمانے لگے کہ دیکھو ایک جولاہا ہوتا ہے جو بے چارہ کپڑا بننے کے لئے صبح سے لے کر شام تک سر پیر مارتا ہے اور ظاہری طور پر بے حد مشقت و محنت سے کام لیتا ہے وہ صرف بیس پچیس ہاتھ کپڑا بنتا ہے اس کے مقابلہ میں یہ ٹیکسٹائل مل ہے ادھر بٹن دبایا اور بغیر کسی ظاہری مشقت کے ایک گھنٹہ میں سینکڑوں گز کپڑا بن دیتی ہے۔

اسی طرح فقیر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک جولاہے کی طرح سارا سارا دن منہ اور زبان اور تسبیح چلاتے ہیں زیادہ سے زیادہ دن میں بارہ تیرہ ہزار بار پڑھتے ہیں اور دوسرا فقیر مل کی طرح ہوتا ہے جس کی زبان بند ہوتی ہے اور اس کے ہر بن مو سے ذکر الہٰی جاری ہوتا ہے جو ایک سیکنڈ میں کئی لاکھ مرتبہ اسم ذات کا ورد کرتا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

عشق جنہاں دے ہڈیں رچیا اوہ پھردے چپ چپاتے ھُو لوں لوں دے مڈھ لکھ زباناں اوہ گونگی کردے باتیں ھُو

حضور کشفی طور پر میرے وسوسہ پر مطلع ہو گئے تھے چنانچہ مزید وضاحت کے لئے فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے بھی تمہاری طرح ایک وسوسہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ یہ کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ایک رکاب میں پیر رکھتے تو قرآن شروع فرماتے تھے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو قرآن مجید پورا کا پورا ختم کر لیا کرتے تھے۔ میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ یہ مبالغہ اور جھوٹ معلوم ہوتا ہے آخر قرآن کریم پڑھنے میں وقت صرف ہوتا ہے خواہ کتنا ہی تیز پڑھنے والا کیوں نہ ہو چنانچہ باطن میں اپنے پیر و مرشد و مربی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، کی بارگاہ میں جب حاضری ہوئی تو یہ وسوسہ میرے دل میں موجود تھا حضور نے میرے وسوسہ پر مطلع ہو کر فرمایا کہ فقیر صاحب یہ بات غلط نہیں اور نہ اس میں مبالغہ ہے۔

"کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رکاب میں پیر رکھتے اور دوسری رکاب تک پیر لے جانے کے وقفے تک قرآن مجید ختم کر لیتے تھے"، میں عرض کیا کہ حضور! آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی مشکل بات نہیں میں ابھی تمہیں اس بات کا مشاہدہ کراتا ہوں چنانچہ آپ نے مجھے ایسی باطنی توجہ دی کہ میرے ہر بنِ مُو سے قرآن کریم جاری ہو گیا آپ نے فرمایا کہ اگر تیس حافظ قرآن ہوں تو آدھ گھنٹہ میں قرآن ختم کر لیتے ہیں اور اگر ساٹھ ہوں تو پندرہ منٹ میں اور اگر ۱۲۰ ہوں تو ساڑھے سات منٹ میں غرضیکہ جتنے پڑھنے والے زیادہ ہوں اتنا ہی جلدی ختم ہو گا۔ اور جہاں ایک ایک بال کی زبان سے قرآن جاری ہو وہاں تو جسم کے ایک ایک بال کے حصہ میں ایک ایک لفظ بھی نہیں آتا حضور فرماتے ہیں کہ جب میں نے خود اپنے جسم پر اس کا مشاہدہ کر لیا تو میرا وہ وسوسہ جاتا رہا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی زبان حق ترجمان پر نہایت محبوبیت کے وقت چند کلمات قدسیہ بے اختیار جاری ہوئے ہیں جنہیں رسالہ روحی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس میں آپ نے ایک نہایت ہی مخفی حقیقت کا اظہار کیا ہے جو القاء ربانی اور الہام رحمانی کا نتیجہ ہے اس میں پانچ سلطان الفقراء کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے نام تحریر کئے گئے ہیں جن میں پانچ سلطان الفقراء کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آچکے ہیں اور آئندہ دو سلطان الفقراء کے تشریف لانے کے متعلق بیان کیا ہے اور فرمایا ہے"

تا آنکہ آں دو روح از آشیانۂ وحدت بر مظاہر کثرت نہ نخواہند پرید قیام قیامت نخواہد شد

یعنی جب تک وہ دو روح وحدت کے گھونسلے سے نکل کر عالم کثرت کی فضا میں پرواز نہ کریں قیامت قائم نہ ہو گی لہٰذا ہمیں ان دو روحوں کا انتظار تھا ان دو میں سے ایک حضرت فقیر نور محمد صاحب قادری سروری ہیں جس کے متعلق حضور نے اپنی ظاہری زندگی میں کئی اشارے فرمائے اور بعد میں کئی طرح سے اس مرتبہ پر فائز ہونے کی وضاحت ہو گئی۔ میں نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ حضور آپ سلطان الفقراء کے مرتبہ پر تو نہیں ہیں جن کے آنے کے متعلق حضرت بادشاہ صاحب نے اظہار فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے کہنے کی ضرورت نہیں لیکن آپ کو میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد میری قدر ہو گی اور افسوس کریں گے کہ ایک اعلیٰ ہستی ہمارے ہاتھوں سے چلی گئی جس سے ہم کماحقہٗ فائدہ حاصل نہ کر سکے۔

چنانچہ میں نے خطوط میں آپ کو سلطان الفقراء کے لقب سے لکھنا شروع کیا تو آپ نے اس کا انکار نہیں فرمایا۔ میں نے "پیر دا وچھوڑا" کے نام سے پنجابی میں آپ کے فراق میں اشعار لکھے ہیں ان پر بھی سلطان الفقراء کا لقب لکھا اور پھر آپ کے لائل پور تشریف لانے پر "نزولِ نور در شہر لائل پور" کے نام سے ایک منظوم رسالہ اردو میں تحریر کیا اس پر بھی سلطان الفقراء کا لقب استعمال کیا آپ نے دونوں رسالوں کو ملاحظہ فرمایا مگر آپ نے انکار نہیں فرمایا حالانکہ

حضور کی یہ عادت تھی کہ اگر آپ کی تعریف میں کوئی مبالغہ کی بات کہتا تو فوراً اسے منع فرما دیا کرتے تھے۔ بلکہ ایک مرتبہ صوفی عبدالرحیم صاحب جو حضور کے خادم خاص تھے بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا اس نے پوچھا کہ آپ کی تعریف کیا ہے اور پتہ کیا ہے تو فرمایا کہ مولوی ارشد صاحب کا لکھا ہوا رسالہ اگر کوئی یہاں ہو تو اسے دے دو اس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے لیکن صوفی صاحب کو وہ رسالہ نہ ملا حضور نے فرمایا" کہ مولوی ارشد صاحب مجھے صحیح سمجھ گئے ہیں اور اچھا لکھ سکتے ہیں" اس میں بھی آپ کا مرتبہ سلطان الفقراء کی تصدیق کرنے کی طرف اشارہ تھا۔

کلاچی شریف میں حضور کے وصال کے بعد جب میں حاضر ہوا تو مجھے باطن میں واضح طور پر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "سلطان الفقراء" کے مقام پر فائز کیا ہے۔ کلاچی شریف جانے سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے میرے سامنے کاغذ پیش کیا ہے جس پر نورانی حروف سے تحریر تھا "کان سلطان الفقرا فقیر نور محمد سروری" میں نے اس کے اعداد نکالے تو قدرت کا اتفاق دیکھئے کہ ۱۹۶۰ عدد نکلے جو حضور کے وصال کا سن عیسوی ہے۔

میرے محترم بزرگوار جناب ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب چنیوٹی نے بیان کیا کہ میں نے حضور کے لئے ایک عصا تیار کروایا جس پر میں نے نام لکھوانے کے متعلق دریافت کیا تو میرا ارادہ تھا کہ آپ کے نام کے پہلے سلطان الفقراء لکھوا دوں مگر آپ نے فرمایا کہ نام کے بعد ایچ ایچ کا اضافہ کر دیں میں اس پر حیران تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے یہ کوئی ڈگری تو نہیں آپ نے فرمایا کہ حیران کیوں ہوتے ہو اس کا مطلب ہے ہز ہائی نس یعنی سلطان ہے۔ جناب مولوی ضیاء الحق صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ آج رات مجھے سلطان الفقراء کا لباس پہنایا گیا ہے اور اس نوری قبا میں جہاں بٹن ہوتے ہیں وہاں کلمہ شریف نوری حروف میں تحریر تھا۔

(بحوالہ رہنمائے زندگی دسمبر ۱۹۶۱ء)

اسی مذکورہ بالا رسالہ میں میرے محترم رفیق طریقت ڈاکٹر محمد رفیق صاحب حجازی نے حضور کا ایک خط نقل کیا ہے جسے آپ نے کلاچی شریف حضور کے عرس کے موقع پر پڑھ کر سنایا تھا اس میں بھی حضور کے قلم سے جو الفاظ صادر ہوئے ہیں وہ بھی آپ کی حقیقت اور مقام ولایت پر ایک بین ثبوت ہیں وہ یہ ہیں:

"اللہ تعالیٰ شاہد حال ہے کہ آج طریقہ قادری میں جو باطنی اور روحانی نسبت اس فقیر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے محبوب سبحانی قدس سرہٗ اور مرشد حضرت سلطان العارفین رح کے ساتھ حاصل ہے۔ آج روئے زمین پر وہ کسی کو حاصل نہیں"

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضور سلطان الفقراء کے مرتبہ پر فائز تھے اب صرف ایک اور سلطان الفقراء کا انتظار ہے اس کے بعد یقیناً قیامت قائم ہو جائے گی قرب قیامت کے تمام آثار ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

کشف آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کشف فقیر کے لئے ایک معمولی اور ادنیٰ سی بات ہے میں نے دیکھا ہے کہ جو انسان سانس لیتا ہے اور اندر سے کاربن خارج کرتا ہے اس کے ساتھ اس کے خیالات بھی باہر آتے ہیں جو عارف کامل کے کان سن لیتے ہیں چنانچہ حضور ایک مرتبہ ایک گاؤں تشریف لے گئے چند درویش بھی ساتھ تھے کھانا کھانے کے بعد عشاء کی اذان ہوئی تو سب نے خاموش ہو کر اذان کو سنا حضور اس گاؤں میں پہلی مرتبہ آئے تھے اس لئے آپ کو کسی آدمی سے واقفیت نہ تھی آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے اذان کے کلمات سنے ہیں اور مجھے اس کے ساتھ چند الفاظ اور بھی سنائی دیئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ پارہ۔ گندھک آملہ سار۔ ہڑتال ورقی۔ قلمی شورہ۔ نوشادر۔ درویشوں نے سمجھا شاید موذن کوئی حکیم ہوگا۔ رات کو تو وہیں قیام گاہ میں نماز ادا کی اور سویرے صبح کی نماز کے لئے سب حضور کے ساتھ مسجد میں چلے گئے فجر کی نماز پڑھ کر واپس قیام گاہ پر آئے تو گاؤں کے امام مسجد نے دیکھا کہ کوئی فقیر اور درویش لوگ معلوم ہوتے ہیں وہ بھی قیام گاہ پر پہنچ گیا حضور لیٹ گئے وہ آگے بڑھ کر آپ کو دبانے لگا اور باتوں باتوں میں پوچھتا ہے کہ حضور آپ نے تو بہت سیاحی کی ہوگی کوئی کیمیا گری کا نسخہ بھی ہاتھ لگا ہے یا نہیں؟

آپ نے فرمایا کہ رات عشاء کی اذان تم نے دی تھی؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے ہی دی تھی فرمایا کہ میں تمہاری اس بیماری کے متعلق اپنے درویشوں کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ تمہیں تو اذان کے کلمات سنائی دے رہے ہیں اور میں ساتھ ساتھ پارہ۔ قلمی شورہ۔ گندھک آملہ سار وغیرہ کے الفاظ بھی سن رہا ہوں تمام درویش کھل کھلا کر ہنسنے لگے۔

ایک مرتبہ میں نے حضور سے قصیدہ غوثیہ پڑھنے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا کہ اس میں رجعت کا بہت اندیشہ ہوتا ہے چنانچہ اس پر آپ نے کئی واقعات بھی سنائے اور ایک واقعہ میں خود بھی مشاہدہ کر چکا تھا کہ ایک ہمارا پیر بھائی مولوی لاہور کے رہنے والے نے قصیدہ غوثیہ پڑھنا شروع کیا تو اس کی طبیعت میں ایسی جلالت پیدا ہوئی کہ اس نے کئی آدمیوں پر چھرے سے حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا اور وہ کافی عرصہ تک اس مقدمہ میں پھنسا رہا اس سلسلہ میں میرے پاس بھی روحانی امداد کے لئے آتا رہا اسی اثنا میں اس کو قصیدہ غوثیہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا حضور پیر و مرشد کے صدقہ اس کی بریت ہو گئی۔

حضور نے مجھے بھی قصیدہ غوثیہ پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی میں نے پڑھنا شروع کر دیا چند دن کے بعد میری طبیعت میں اس قدر غصہ پیدا ہونے لگا کہ جی چاہتا تھا کہ کسی آدمی کے منہ پر تھپڑ رسید کر دوں حالانکہ میرے ہمنشین اور رفیق کار حضرات جانتے ہیں کہ میں بے حد متانت مزاج اور حلیم الطبع انسان ہوں بعض اوقات جہاں کسی موقع پر غصہ کرنے کی ضرورت بھی ہو وہاں بھی غصہ نہیں آتا تھا اور میں اس

نرم طبیعت سے بہت نقصانات بھی اٹھانا پڑتا تھا مگر فطرتی طبع کو بدلنا میرے لئے مشکل تھا لیکن قصیدہ شریف پڑھنے سے چند دن میں ایسا انقلاب پیدا ہو گیا کہ میں خلافِ معمول ہر شخص سے ترش روئی اور بد مزاجی سے پیش آنے لگا ایک دو طالب علموں کو مارا بھی مسجد کے مقتدیوں سے بھی چند ایک سے لڑائی ہو گئی ہر وقت نماز میں طبیعت نے کڑھنا شروع کیا دل چاہتا تھا کہ چاقو کسی کے پیٹ میں گھونپ دوں۔ اس کا سبب میں نے محسوس کیا کہ کہیں قصیدہ غوثیہ کی رجعت نہ ہو میں حضور کو خط لکھنا ہی چاہتا تھا کہ آپ کا خلافِ توقع خط آ گیا کہ قصیدہ غوثیہ میں اگر ایسے ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو اس کا پڑھنا ترک کر دیں اور میں لعینہٖ اسی قسم کے حالات میں مبتلا تھا چنانچہ میں نے اس کا پڑھنا چھوڑ دیا۔

آپ کو اکثر کئی باتوں کا انکشاف ہو جاتا تھا مگر اخفائے حال کے لئے اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے حضور نے ایک مرتبہ اپنے پیرو مرشد و مربی حضرت فقیر نور احمد سائیں رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت سلطان العارفین رح کی اولاد میں سے تھے اور نہایت بلند پایہ بزرگ تھے حضور نے ان کے ایک کشف باطنی کا واقعہ سنایا فرمایا کہ میں سلوک کے ابتدائی زمانہ میں جب تھا تو میں ہمیشہ حضرت سلطان باہو رح کی کتابوں کو باوضو اپنے ہاتھ سے لکھتا رہتا تھا اس وقت پرانا کچا دربار شریف تھا گاؤں اور دربار شریف کے درمیان ایک کچی مسجد تھی عموماً اس میں بیٹھ کر کتب تحریر کیا کرتا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد نور احمد سائیں گھوڑی پر دربار شریف کو ہمیشہ جایا کرتے تھے اور میں جب انہیں گزرتے دیکھتا تو تعظیماً ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا جب آپ دور نکل جاتے تو پھر لکھنا شروع کر دیتا ایک رات حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے باطن میں میرے ساتھ اس قدر شفقت و محبت کا اظہار فرمایا کہ میری خوشی کی انتہا نہ رہی میں نے اس باطنی معاملہ کا ذکر کسی سے نہ کیا سارا دن لذت و سرور میں مگن رہا حسبِ معمول حضرت نور احمد سائیں رح عصر کے بعد دربار شریف کی طرف جا رہے تھے آپ نے گھوڑی کا رخ میری مسجد کی طرف کر دیا میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ الٰہی خیر ہو آپ میری طرف کیوں آ رہے ہیں۔ میں تعظیماً کھڑا ہو کر آپ کا انتظار کرنے لگا۔ آپ بے حد منکسر المزاج اور عاجزی پسند قسم کے بزرگ تھے آپ دستخط فرماتے تو اپنے آپ کو "فقیر احموں" لکھا کرتے تھے اور کوئی نام دریافت کرتا تو فرماتے کہ میرا نام فقیر احموں ہے" احمد" تو بڑے شان والے کا نام ہے اور میں نہایت گنہگار اور حقیر ترین انسان ہوں۔

چنانچہ میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے کہ لاؤ فقیرا کل راتیں جہڑا بادشاہ صاحب نے تیرے اتے کرم کیتا اسے ایس احموں نوں وی پتہ اے۔" میں نے نہایت مودبانہ طور پر عرض کیا کہ حضور آپ کو کیوں نہ پتہ ہو آخر یہ آپ ہی کے صدقہ میں بادشاہ صاحب کی مجھ پر کرم نوازیاں ہیں ورنہ میں کس لائق ہوں! آپ یہ فرما کر دربار شریف کی طرف چلے گئے۔

باطنی تصرفات و انکشافات

ایک مرتبہ حضور قبلہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے میں نے اپنے غریب خانہ پر حضور کو دعوت دی تو آپ نے منظور فرما لیا اور تشریف لے آئے ان دنوں میں میاں محمد دین کراؤن بس والے کی جامع مسجد (جو باغبانپورہ میں واقع ہے) کا خطیب تھا وہاں ہی حضور کے قیام کا انتظام کیا گیا اکثر لوگ آپ کو ملنے کے لئے آنے لگے شیخ مقبول احمد میرا ایک دوست تھا اس کا چچا ہندو پاکستان کی پارٹیشن کے دوران میں تجارت کے سلسلہ میں کراچی گیا ہوا تھا پھر وہ واپس نہ آیا انہوں نے اس کی تلاش میں بہت کوشش کی لیکن وہ نہ مل سکا اور نہ اس کی موت وحیات کے متعلق علم ہو سکا شیخ مقبول احمد نے مجھے کہا کہ حضور سے میرے چچا کے متعلق دریافت کریں اور وہ اتنا بتا دیں کہ وہ مر چکا ہے یا ابھی تک زندہ ہے؟

چنانچہ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ میں کل اس کے متعلق بتا دوں گا۔ چنانچہ دوسرے روز جب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ وہ مر گیا ہے شیخ صاحب کو آپ کی زبان پر یقین تھا اس لئے انہوں نے اس بات پر یقین کرتے ہوئے واپس چلے گئے میں نے حضور سے دریافت کیا کہ حضور! یہ حساب تو مجھے بھی سکھا دیں اکثر اس کی ضرورت پڑتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! یہ کوئی علم جفر یا نجوم کا حساب نہیں کہ میں اس کا قاعدہ آپ کو بتا دوں بلکہ رات کو جب میں عالم ارواح میں گیا تو وہاں کے اس فرشتہ سے جو ارواح کے اعداد وشمار کو لکھتا رہتا ہے اور ہر آنے والی روح کا اسے علم ہوتا ہے اس سے دریافت کیا کہ اس نام کا شیخ فلاں سال میں آپ کے ہاں آیا ہے یا نہیں؟ اس نے رجسٹر کو دیکھ کر بتایا کہ وہ آچکا ہے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ فلاں شخص کی روح کو حاضر کیا جائے فوراً ہی اس شیخ کی روح آگئی اور اس کی وہ صورت مثالی یعنی مرنے کے وقت جس شکل اور لباس میں تھا وہ بھی پیش کی گئی چنانچہ آپ نے جو اس کا حلیہ اور لباس بتایا میں نے شیخ مقبول احمد سے دریافت کیا تو وہ بالکل صحیح اور درست نکلا۔

ایک مرتبہ حضور نے ذکر فرمایا کہ میرے ہمراہ میرا بھائی تھا ہم دونوں رات کے ایک بجے ملتان کی ایک سرائے میں رات گذارنے کیلئے آئے ایک کمرہ میں ایک چارپائی اور ایک دوسرے کمرہ میں چارپائی خالی تھی ہمارا خیال تھا کہ ایک کمرہ میں اکٹھے رہتے وہاں ایک ہندو سویا ہوا تھا میں نے اسے کہا کہ تم دوسرے کمرہ میں چلے جاؤ وہاں چارپائی خالی ہے تاکہ ہم دونوں ساتھی ایک ہی کمرہ میں رات گذار سکیں۔ لیکن وہ اس بات پر رضامند نہ ہوا۔ آخر کار ہم نے فیصلہ کیا کہ ایک ہی چارپائی پر رات بسر کر لیں دونوں ایک ہی چارپائی پر لیٹ گئے حضور نے فرمایا کہ مجھے نیند نہیں آتی تھی اس لئے میں نے خیال کیا کہ وضو کر کے نوافل ہی پڑھیں چنانچہ میں نے دونوں چارپائیوں کے درمیان جگہ خالی تھی وہاں کپڑا بچھایا نوافل ادا کئے مراقبہ کر رہا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ بزرگان دین کے کئی واقعات پڑھے ہیں کہ وہ ہندوؤں کو توجہ دیتے تھے اور انہیں کلمہ جاری کر دیتے تھے۔

چنانچہ میں نے بطور آزمائش اس ہندو کے سینہ پر کلمہ لا الہ الا اللہ کا تصور کیا جب پورے زور سے توجہ دی تو سونے ہی بلبلا اٹھا اور اس کی زبان پر بے اختیار کلمہ جاری ہو گیا۔ اٹھ کر باہر کو بھاگا کئی لوگ باہر پھر رہے تھے۔ جس نے پوچھا لالہ جی کیا بات ہے؟ کہا کہ لا الہ الا اللہ کسی نے پوچھا کہ تمہیں ہوا کیا؟ کہا کہ لا الہ الا اللہ لوگ اسے پکڑتے تو وہ کہتا لا الہ الا اللہ" اس کے حواس باختہ تھے اور وہ دیوانوں اور پاگلوں کی طرح بھاگتا اور لا الہ الا اللہ پڑھتا تھا کافی دیر کے بعد اس کی حالت معمول کے مطابق ہوئی لوگ حیران تھے کہ اسے ہوا کیا ہے میرا بھائی مجھے کہنے لگا کہ تم نے اسے کچھ کیا ہو گا میں نے کہا کہ ہاں میں نے صرف تجربہ کرنے کے لئے نفی اثبات کی توجہ دی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور محرم شریف کے موقع پر دربار حضرت سلطان باہو رح پر تشریف فرما تھے تمام درباروں کا اوقاف کے ماتحت آنے کا ذکر شروع ہوا اور کسی نے کہا کہ حکومت نے پالیسی مرتب کی ہے کہ وہ تمام درباروں کا انتظام سنبھال لے گی میں نے عرض کیا کہ حضور قبل ازیں کئی مرتبہ یہ بل پاس ہوا ہے مگر اس پر عمل نہ کیا جا سکا آپ نے فرمایا کہ اس دفعہ اس پر ضرور عمل ہو گا کیونکہ میں نے باطن میں دیکھا ہے کہ تمام اولیاء اللہ کی روحوں کا ایک عظیم اجتماع ہوا ہے جس میں سب کو یہ شکایت تھی کہ ہمارے سجادہ نشین حضرات عیاشی و فحاشی میں مبتلا ہو کر دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل ہو چکے ہیں اس لئے ان سے چھین کر اس کا انتظام کسی دوسرے ہاتھ میں جانا چاہیے چنانچہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ پھر اس کی ابتداء میرے مزار سے ہونی چاہیے۔ کیونکہ سب سے زیادہ خرابی میرے ہاں موجود ہے اب چونکہ خود اولیاء اللہ اس بات پر رضامند ہو چکے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ یہ تمام مزارات حکومت کی تحویل میں آ جائیں۔

چنانچہ ابھی تین ماہ نہ گزرنے پائے تھے کہ داتا گنج بخش رح کا مزار اوقاف کے ماتحت آ گیا پھر اس کے یکے بعد دیگرے مزارات اوقاف کی تحویل میں آنے لگے جس وقت حضور نے یہ فرمایا تھا اس وقت اس بات کا قطعاً یقین نہیں آتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت داتا گنج بخش رح کے مزار پر ایک نوجوان شخص سے ملاقات ہوئی جو فرقہ اہل حدیث کے مشہور رہنما مولانا داؤد غزنوی کا بیٹا ابوبکر غزنوی تھا اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے ایک تکلیف ہے اس کے لئے کوئی مشورہ دیں تاکہ میری جان اس بلا سے نجات حاصل کر جائے۔ اس نے بتایا کہ اسے کبھی کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ بے شمار مکھیاں اس پر ٹوٹ پڑتی ہیں اور سخت تکلیف دیتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان اور اطباء کرام اس عجیب و غریب کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور مجھے ان مکھیوں نے رات کو نیند حرام کر دی ہے دن کو چین نہیں آتا خدارا بتائیے کہ کیا کیا جائے میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ لائل پور میرے پیر و مرشد حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قبلہ کو ملیں تو وہ اس کا روحانی علاج کریں گے۔ چنانچہ وہ دوسرے روز ہی لائلپور حضور کی خدمت میں پہنچ گیا اور جا کر کہا کہ میں روحانی طاقت

کافائدہ نہیں لیکن آپ جس طرح چاہیں علاج کریں آپ نے فرمایا کہ اگر تم نہیں مانتے تو نہ مانو چلے جاؤ پھر ہمارے پاس کیا لینے آئے ہو لیکن وہ انتہائی مجبوری کا اظہار کرکے کہنے لگا کہ آپ خدا کے لیے اس کا امداد فرمائیں چنانچہ حضور فقیر صاحب نے اس کو کہا کہ یہ بیماری تو جاتی رہے گی لیکن تم وہابی ہی رہو گے چنانچہ آپ نے اس کے لئے "رسالہ روحی" پڑھنے کو تجویز فرمایا ایک کٹر قسم کے غیر مقلد وہابی کے لئے یہ رسالہ زہر قاتل تھا مگر اس کو مجبوراً پڑھنا پڑا ایک دفعہ مجھے وہ ملا اس نے کہا کہ آپ کے پیر صاحب نے ایک ایسا نسخہ تجویز کیا ہے جو نہ نگلا جاتا ہے اور نہ ہی اگلا جاتا ہے۔ مجبوری اسے پڑھتا ضرور ہوں چنانچہ چند دن کے بعد اس کا یہ مرض بالکل جاتا رہا کچھ دنوں کے بعد میں نے سنا کہ ابوبکر غزنوی کے بعض ہم مشربوں نے اس اعتقاد کو دور کرنے کے لئے کہ وہ رسالہ روحی کے پڑھنے سے صحت مند ہوا ہے یہ کہنا شروع کیا کہ دراصل یہ پیر لوگ جنوں کے عامل ہوتے ہیں اور اپنے تابع جنوں کو حکم دیتے ہیں کہ فلاں شخص پر مسلط ہو کر اسے تنگ کرو جب وہ شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو وہ عامل لوگ اسے اپنا معتقد بنانے کے لئے جنوں کو واپس بلا لیتے ہیں وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اس درویش کے تصرف اور دعا سے ٹھیک ہوئے ہیں اس طرح لوگوں کو اپنا معتقد اور مرید بنا لیتے ہیں مجھے ایک شخص کے ذریعے معلوم ہوا کہ ابوبکر غزنوی بھی حضور فقیر صاحب کے متعلق اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور یہ صرف انہیں لوگوں کا خیال نہیں بلکہ ان کے بڑے گرو گھنٹال ابن تیمیہ بھی بزرگوں کے متعلق اسی قسم کے خیالات کا پروپیگنڈا کیا کرتا تھا جن لوگوں کو قبورِ اولیاء اللہ سے روحانی فیض حاصل ہوتا اور وہ لوگ ابن تیمیہ کو جا کر سناتے تو انہیں وہ یہی جواب دیا کرتا تھا کہ دراصل جن لوگوں کو قبور اولیاء اللہ سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہاں اس فوت ہونے والے بزرگ کے متعلق جنات اس کی قبر کے پاس رہتے ہیں اور زائرین کے کام کر دیا کرتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ صاحب قبر نے سب کچھ فیض دیا ہے مگر ابن تیمیہ جیسے اندھے، غفلت زدہ ناحق شناس کو کیا علم کہ اولیاء اللہ کیسے تصرف کرتے ہیں ؎

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کر گسوں میں ۔۔۔ اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

حضور فقیر صاحب نے ایک مرتبہ باطنی مجالس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض وقت باطن میں عجیب و غریب باتوں کا ظہور ہوتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر کیا کہ ایک باطنی مجلس میں شریک ہونے کے لئے میں گیا تو مجلس کے باہر ایک دربان کھڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ ٹکٹ دکھاؤ اس کے بغیر اندر جانے کی اجازت نہیں سامنے دور سے مجھے مجلس دکھائی دے رہی تھی بڑے بڑے نورانی چہروں والے رونق افروز تھے دل بیتاب تھا کہ فوراً حاضر ہوں مگر دربان مصر تھا کہ ٹکٹ دکھاؤ فوراً ہی بے اختیار میں نے سر پر ہاتھ رکھا تو ٹوپی کے اوپر سے مجھے ٹکٹ ہاتھ میں آگیا وہ دکھایا تو اندر داخل ہوا۔

غرضیکہ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ سیر و سیاحت اور اولیاء اللہ کے مزارات سے روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے دور دور مقامات کا سفر کرتے ہیں گزارا ہے اور کچھ وقت اپنے مرشد و مربی حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کے مزار پر گزارا ہے آپ نے حضرت سلطان العارفین رح کی کتابوں کا بہت مطالعہ کیا اور تمام کتابوں کو کئی کئی مرتبہ اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے آپ کو جہاں جہاں بھی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی کتاب کا پتہ چلا وہیں پہنچے اور اسے نقل کر لیا چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضور کی پوری چالیس تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے اور سب قلمی میرے پاس موجود ہیں جن میں سے بعض کتابیں تو بالکل شائع ہی نہیں ہوئیں چونکہ حضرت سلطان العارفین رح کی تمام کتابیں فارسی میں تھیں اس لئے آپ کی بہت خواہش تھی کہ تمام کتابوں کا اردو ترجمہ کر کے شائع کی جائیں کیونکہ بعض تراجم جو بازار میں ملتے تھے ان میں تراجم کی بہت غلطیاں تھیں۔ چونکہ اصطلاحاتِ تصوف سے ناواقف لوگوں کے ترجمے کئے ہوئے تھے اور انہوں نے بعض جگہ کچھ کا کچھ بنا دیا تھا۔ آپ نے نور الہدیٰ کا ترجمہ حق نما کے نام سے شائع کیا جس میں مشکل مقامات کو آپ نے حاشیہ پر حل کر دیا ہے اور نہایت ہی اعلیٰ ترجمہ کیا ہے وہ بہت ہی مقبول ہوا ہے پھر "عقل بیدار" کا ترجمہ کیا اسے شائع کرنا ہی چاہتے تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

آپ نے "عرفان" کو دو حصوں میں تحریر کیا ہے اس میں آپ نے دنیائے تصوف کے وہ بیش بہا جواہرات انڈیل دیے ہیں جن سے قدر دان لوگ رہتی دنیا تک آپ کے ممنون منت رہیں گے حقیقت یہ ہے کہ آپ نے متلاشیان راہ حقیقت کے لئے ایسی کتابیں مشعل راہ مرتب کی ہیں جن سے قیامت تک لوگ مستفیض ہوتے رہیں گے اور آپ کے بے شمار احسانات کے گیت گاتے رہیں گے۔ آپ نے رسالہ روحی کی شرح نہایت ہی بسط سے بہترین طریقہ پر کی ہے اور پھر اس میں سلسلہ قادریہ کے وظائف و معمولات کو بھی شامل کر دیا ہے جس کا نام سلطان الاوراد یعنی مخزن الاسرار ہے پھر آپ نے حضرت سلطان باہو قدس سرہ کے پنجابی ابیات کی شرح اردو زبان میں لکھی ہے پرانی پنجابی زبان اور پھر بعض جگہ نہایت ہی ادق مضمون کو آپ نے احسن طریقہ سے حل کیا ہے اور بعض وہ الحاقی اشعار جنہیں بعض بے دین قسم کے ملنگوں نے آخر میں ہو لگا کر دیوان میں شامل کر دیا ہے ان کو باطنی طور پر حضرت سلطان صاحب سے دریافت کر کے اور ظاہری تحقیق و تدقیق کر کے خارج از دیوان کر دیا ہے۔ آپ کئی مرتبہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور کے اشعار کے مضامین آپ کی تصنیفات کے مضامین سے ملتے جلتے ہیں اور جو آپ کی تصنیفات کے خلاف ہیں وہ الحاقی ہیں جو ملنگوں نے اپنی مطلب برآری کے لئے داخل کر دیئے ہیں مثلاً ؎

ن نفل نمازاں کم زناں دے روزہ صرفہ روٹی ہُو
مکے ڈیول سو میوجا دن جنہاں گھر وچ نردٹی ہُو
اچیاں بانگاں سوئی دیون نیت جنہاں دی کھوٹی ہُو
کی پرواہ تنہاں نوں باہو جنہاں گھر وچ جلیبی پٹی ہُو

حالانکہ آپ نے مفتاح العارفین میں لکھا ہے "اکثر گمراہ لوگ ذکر سے منع کرتے ہیں بہتر تو یہ ہے کہ ایسے بدمذہب لوگوں کا تو چہرہ نہ دیکھے جو ظاہر کو آراستہ رکھتے ہیں اور باطن میں بالکل بے دین ہیں ایسے لوگ کہتے ہیں کہ نفلی روزے رکھنا روٹی کا صرفہ ہے نفلی نمازیں پڑھنا بیوہ عورتوں کا کام ہے اور حج کو جانا جہان کا سیر کرنا ہے اور دل ہاتھ میں لانا مردوں کا کام ہے اپنی کتاب محکم الفقراء میں تحریر کرتے ہیں "نفلی نمازیں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے اور نفلی روزے رکھنا جان کی پاکیزگی اور اسلام کی سنت بجالانا ہے اور حج کرنا ایمان کی سلامتی ہے جو عبادت الٰہی سے منع کرے وہ شیطان ہے۔"

اتنی وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی جو ان اشعار کو آپ کی طرف منسوب کرے وہ پرلے درجے کا بے ذوق انسان ہے اسی قسم کے اور بہت سے اشعار جن میں شعائرِ اسلامی کی توہین اور اسلامی کاموں کی خفت ظاہر ہوتی ہے ان سب کو خارج کرکے باقی اشعار بمعہ اردو ترجمہ و تشریح شائع کیا ہے جس کا نام انوار سلطانی رکھا ہے۔

دو کتابیں اسرار سروری، اسبار سروری کے مسودات چھوڑ گئے ہیں جنہیں آپ شائع نہ کرا سکے (ان میں سروری طریقہ کے اسرار و رموز اور بعض ظاہری سیر و سیاحت کے عجیب و غریب واقعات اور بعض باطنی سیروں اور دعوتوں کے بیانات ہیں خدا کرے کہ ان کی اشاعت کا بندوبست ہو جائے حیات ظاہری کے آخری دنوں میں آپ نے عرفان حصہ اول کا انگلش میں ترجمہ کیا ہوا شائع کرایا اور آپ نے فرمایا کہ بس میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ اب مجھے مزید زندہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے میری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے چنانچہ آپ اس کے بعد چند ہی دنوں تک زندہ رہے اور پھر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے خدا تعالیٰ نے آپ کو جاودانی زندگی عنایت کی ہے آپ اب اپنی قبر شریف سے دنیا کو فیض پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو آپ کے روحانی فیض کا کثیر حصہ عنایت فرمائے آمین۔

رباعی

سرودے رفتہ باز آید کہ نا ید؟
نسیمے از حجاز آید کہ نا ید؟
سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ نا ید

حضرت فقیر صاحب قبلہ سے ملاقات کا پہلا دن

۱۹۴۷ء میں جس سال پاکستان معرضِ وجود میں آیا اسی سال میں نے درسِ نظامیہ کی تکمیل مرکزی انجمن حزب الاحناف کے دار العلوم واقع اندرون دہلی دروازہ لاہور میں کی سند حاصل کرنے کے بعد طبیہ کالج لاہور میں داخل ہو گیا ۱۹۵۱ء میں طب کی سند بھی حاصل کر لی حزب الاحناف سے سند حاصل کرنے کے بعد ہی مجھے روحانی اور باطنی علم کے حاصل کرنے کا شوق دامنگیر ہو گیا تھا چنانچہ اس مقصد کے لئے طبیہ کالج کی چھٹیوں میں ہر سال تین ماہ مرشد کی تلاش میں مختلف علاقوں میں چلا جاتا تھا۔ کئی بزرگوں سے ملاقات کی اور طویل سفر اختیار کئے ملتان، بہاولپور، سندھ، کوئٹہ بلوچستان اور کراچی میں مختلف بزرگوں سے اس مقصد کی خاطر ملاقاتیں کیں پنجاب کے اکثر گدی نشینوں کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن طبیعت کسی جگہ مطمئن نہ ہوئی۔

جہاں جہاں بھی کوئی زندگی کی ٹھوکر تھی! لئے پھری مری قسمت وہیں وہیں مجھ کو!

مطمئن نہ ہونے کی دو وجوہ تھیں ایک تو طبیعت پر مولویت کا رنگ غالب تھا شریعت کی کسوٹی پر کوئی پورا نہیں اترتا تھا ہر جگہ کوئی نہ کوئی شرعی غلطی نظر آتی تو بددل ہو جاتا، دوسری بات جو مانع ہوئی وہ یہ تھی کہ میں اس باطنی راستہ کو عملی طور پر طے کرنا چاہتا تھا اور وہ منازلِ سلوک جو کتابوں میں لکھے ہوئے تھے ان کے حصول کے لئے کوشاں تھا لیکن جس پیر کے پاس بیعت ہونے کے لئے جاتا وہ منزلوں کے نام سے چڑتے تھے اور بیعت کے بعد لوگوں کو تصوف کی گہری باتیں کرنے سے منع کرتے تھے اس لئے میں کسی متصوف کے پھندے میں نہ آسکا۔

تیرا جلوہ کچھ بھی تسلیِ دلِ ناصبور نہ کر سکا وہی گریۂ سحری رہا وہی آہ نیم شبی رہی

رسمی طور پر بیعت کرنے کا مجھے ذوق نہ تھا حالانکہ کئی پیروں سے مجھے دنیوی منفعت اور ظاہری فوائد حاصل کرنے کے کافی امکانات تھے ان سے بیعت کر کے میں اپنی مولویت کو چمکا سکتا تھا مقبولیت اور شہرت حاصل کرنے کے وہ اچھے ذرائع تھے لیکن اس کا مجھے قطعاً شوق نہ تھا۔ آخر کار ایک بزرگوار حضرت سید نور الحسن شاہ صاحبؒ آف حضرت کیلیانوالہ خلیفہ اعظم حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی ان کو دیکھتے ہی عقیدت ہو گئی دل میں کشش ہوئی ان کے چہرہ کی نورانیت کہتی تھی کہ یہاں کچھ ضرور ہے۔

ٹپکتی ہے نگاہوں سے برستی ہے اداؤں سے محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

آپ نے اپنے طریقہ نقشبندیہ کے وظائف بتائے جن کے کرنے سے میری لذت و سرور میں بہت اضافہ ہوا نماز تہجد کا پورا پابند ہو گیا ایک دفعہ میں نے استدعا کی کہ مجھے مسنون طریقہ سے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرمائیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہمارا یہی طریقہ ہے کہ ہم وظائف بتا دیتے ہیں اسی طریقہ سے ہمارا فیض جاری ہو جاتا ہے۔ میری والدہ صاحبہ آپ کی بہت عقیدت مند تھیں ایک دفعہ ان کے ساتھ حاضر ہونے کا اتفاق ہوا آپ نے والدہ صاحبہ کو فرمایا "کہ تمہارے بیٹے کی طبیعت بہت اچھی ہے" میں نے اس کا مفہوم یہ لیا کہ آپ نے میرے خلق کی تعریف فرمائی ہے لیکن والدہ صاحبہ سے معلوم ہوا کہ یہ ان کی خاص اصطلاح ہے جس میں روحانیت حاصل کرنے کی استعداد ہوتی ہے اس کو فرماتے ہیں کہ اس کی طبیعت اچھی ہے تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ بیمار ہو گئے وصال ہونے سے قریباً ایک ماہ پہلے عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا دل میں بار بار یہ خیال آتا کہ حضور شاہ صاحب کی یہ بیماری مرض الموت نظر آتی ہے میں کیا کروں آپ نے فرمایا کہ میں تو اب شاید اس بیماری سے نجات حاصل نہیں کر سکوں گا تمہیں قادری خاندان سے بہت فیض حاصل ہو گا تم حضرت سلطان باہوؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرو۔ مجھے نقشبندی حضرات سے بہت عقیدت تھی کیونکہ میرے آباؤ اجداد سب نقشبندی سلسلہ کے خلفاء تھے چنانچہ قبلہ دادا صاحب حضرت مولانا محمد دین صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو بہت بڑے صوفی تھے آپ للہ شریف والوں کے خلیفہ تھے۔ نانا صاحب جناب مولانا غلام مصطفٰے صاحب نیشدوی رحمتہ اللہ علیہ بھی للہ شریف کے ہی خلیفہ تھے اس لئے میں نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی دوسرا میرا خیال یہ بھی تھا کہ شاید آپ میری عقیدت کا امتحان لینا چاہتے ہیں اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا آپ کے وصال کے بعد طبیعت میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ ہر وقت متفکر رہتا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ ؎

اے جہانِ عشق اب تک تشنۂ تسکین ہوں ‏ ‏ ‏ ‏ لا کہیں سے مانگ کر آسودگی میرے لئے

ایک دن مجھے آپ کے وہ آخری الفاظ یاد آئے "کہ تمہیں قادری خاندان سے بہت فیض ہو گا۔ تم حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کی کتابیں پڑھا کرو"۔ میں اسی ذوق و شوق میں حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کے دربار شریف پر پہنچا آپ کی کتابیں خریدیں اور پڑھنا شروع کر دیا آپ کی کتابیں ہیں معرفت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آیا۔ آپ سے عقیدت بڑھتی گئی۔ دربار شریف پر کئی بار حاضر ہوا خیال یہ تھا کہ جب تک آپ کے سلسلہ میں ظاہری بیعت نہ کروں آپ سے فیض حاصل کرنا ناممکن ہے اس لئے آپ کے خاندان میں تمام صاحبزادگان کی خدمت میں حاضر ہوا مگر میری مولویت جو قدم قدم پر شریعت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پرجا پہنچتی اور پرکھتی تھی اس نے کسی پر عقیدت نہ جمنے دی ایک دن حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے مزار مقدس پر بہت روپا اور رات کو استخارہ بھی کیا کہ حضور آپ ہی میری رہنمائی فرمائیں کہ میں آپ تک کیسے پہنچوں چنانچہ اسی رات خواب میں کسی نے مجھے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کے مرید ہو جاؤ میں نے اس بزرگ کو پوری طرح خواب میں دیکھا چہرہ بھاری اور گول نہایت نورانی وضع قطع ریش مبارک کو مہندی لگی ہوئی تھی پیشانی فراخ اور آنکھیں شمع کی طرح جگمگا رہی تھیں خواب سے بیدار ہوا وہ چہرہ ذہن میں

منقش تھا میں نے صبح ہی اسی قسم کے بزرگ کی تلاش شروع کر دی آپ کی اولاد اور آپ کے خلفاء میں وہ صورت کہیں نظر نہ آئی سخت مایوس ہوا میں نے ایک درویش سے جو حضور ہی کے مزار پر مقیم تھا اس خواب کا ذکر کیا اس نے کہا کہ یہ شکل و صورت جو تمہیں دکھائی گئی ہے تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی ہے وہ کہتا تھا کہ میں کئی مرتبہ آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں میں نے بھی یہی خیال کر لیا کہ غالباً آپ کی زیارت ہوئی ہے لیکن پھر سوچتا کہ جس بات کا میں نے استخارہ کیا تھا اس کا جواب تو نہیں ملا کیونکہ میں نے تو یہ پوچھا تھا کہ بیعت کس سے کروں۔

اسی کشمکش میں واپس گھر چلا آیا پھر محرم شریف میں عرس پر حاضر ہوا تو مختلف علاقوں سے آپ کے خلفاء آئے ہوئے تھے سب کی زیارت سے مشرف ہوا ایک شخص نے بتایا کہ کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک خلیفہ صاحب بھی تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی بھی زیارت کر دیجئے چنانچہ ان کا کمرہ دریافت کر کے وہاں پہنچا کمرے میں داخل ہوتے ہی جب ان پر نظر پڑی تو مجھے وہ خواب والی شکل و صورت بالکل سامنے آگئی مجھے یہ یقین ہو گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی طرف خواب میں اشارہ کیا گیا ہے دل باغ باغ ہو گیا جس محبوب کی تلاش تھی وہ مل گیا۔ لیکن میں نے حوصلہ سے کام لیا مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے میں نے فقیر صاحب سے دل کی پریشانی اور کسی پر عقیدت نہ جمنے کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ مرشد پکڑنے کے لئے پوری تسلی کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ معاملہ کوئی ایک دو دن کا نہیں ہوتا صرف دنیوی زندگی ہی نہیں بلکہ اس سے تو آخری زندگی بھی وابستہ ہے اس لئے ضرور سوچ سمجھ کر مرید ہونا چاہیئے۔ میں نے آپ سے اس خواب کا ذکر نہ کیا آپ نے فرمایا کہ جب انسان کسی کام میں متردد و پریشان ہو اور ظاہری طور پر اس مشکل کے حل ہونے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آئے تو اس کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کیا جائے اللہ تعالیٰ سے اس کا حل دریافت کیا جائے چنانچہ میں نے اس مشکل کے لئے آپ سے استخارہ دریافت کیا آپ نے بہت مختصر سا استخارہ کہ دو سورتیں پڑھ کر سو جانا بتایا اور فرمایا کہ جہاں تمہارا نصیبہ ہو گا وہ خود مل جائے گا میں بیتاب تھا کہ جلد از جلد بیعت کر لوں مگر آپ نے باوجود میرے اصرار کرنے کے فرمایا کہ استخارہ کر و اطمینان کر لو اس دفعہ تو میں بغیر بیعت کئے واپس گھر چلا آیا آپ کی ایک تصنیف "عرفان" خرید لایا گھر آتے ہی اسے پڑھنا شروع کیا دل نوری شعاعوں سے جگمگا اٹھا تین دن وہ استخارہ بھی کیا ہر رات حضور کی پر نور آنکھیں اور مقدس چہرہ دکھائی دیتا تھا آخری رات خواب میں آپ نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑا اور پوچھا "کہ مولوی صاحب کچھ یقین بھی آیا ہے کہ نہیں؟" اور میری اس کتاب سے بھی کچھ حقائق کھلے ہیں کہ نہیں؟" میں نے خواب میں ہی عرض کیا کہ حضور آپ نے تو کمال ہی کر دیا ہے اس کتاب نے تو میرے دل کے روزن کھول دیئے ہیں۔ صبح اٹھا جی چاہتا تھا کہ ابھی کلاچی شریف پہنچ کر بیعت کر لوں مگر بے سرو سامانی اور مالی کمزوری نے اجازت نہ دی اس لئے آئندہ سال محرم شریف پر ہی حاضری کا مصمم ارادہ کر لیا یقین دن بدن بڑھتا گیا۔

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

دن رات میرے سے چینی میں گزرتے گئے آخر کار محرم شریف کا مہینہ آیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے وہی خواب والے الفاظ دہرائے "کہ مولوی صاحب کچھ یقین بھی آیا ہے کہ نہیں؟ اور ساتھ ہی تبسم فرماتے تھے اور کہتے تھے "کہ مولوی آدمی والیقین بعبنان بڑا مشکل کم ہوتا ہے"، میں نے عرض کیا کہ حضور اب اس سے بڑھ کر اور کیا یقین ہوگا میں نے تو آپ کو پہلے ہی خواب میں دیکھا ہوا تھا آخر خدا خدا کر کے وہ وقت آیا انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور آپ نے مجھے بیعت فرما لیا اللہ تعالیٰ نے میری شقاوت کو سعادت سے بدلا اور شر کو خیر میں تبدیل کیا میں اس دن کو اپنی خوش قسمتی کا پہلا دن سمجھتا ہوں جس دن حضور نے مجھے بیعت فرمایا۔

یارب کسی کی درد محبت کی نیند ہو   راحت سی قلب زار میں پلنے لگا ہوں میں

پہلے دن ہی آپ نے ایک بشارت بھی فرمائی وہ یہ تھی کہ فقیر صاحب سے میں اپنی زندگی کے حالات اور خاندانی تعارف بیان کر رہا تھا جب میں نے عرض کیا کہ حضور میرے والد میرے دادا سب خلفائے نقشبند تھے اور ان کے بہت لوگ مرید تھے آپ نے فرمایا "کہ تمہارے بھی لوگ بہت مرید ہوں گے"، اس کے بعد قادری سلوک کا آغاز ہوا اس دوران میں جن قلبی واردات اور وجدانی کیفیات کا مجھے احساس ہوتا رہا ان کا احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے تاہم بعض باتیں صفحہ قرطاس پر لاؤں گا تاکہ دوسرے لوگوں میں بھی ذوق جستجو پیدا ہوا اور وہ بھی ان نعمتہائے غیر مترقبہ باطنی سے بہرہ مند ہوں۔

حدیث دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ   خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

بندہ فقیر کی روحانی تربیت

چونکہ اس طریقہ سلوک کی ابتداء تصور اسم اللہ ذات اسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے اور مبتدی اس میں بہت گھبرا جاتا ہے کیونکہ تصور قائم نہیں ہوتا اور کافی وقت لگتا ہے انسان سمجھتا ہے کہ میں وقت کو ضائع کر رہا ہوں کوئی وظیفہ پڑھنے کا ہو تو اس سے کچھ نہ کچھ دل کو تسکین ہوتی ہے۔ لیکن بالکل خاموش ہو کر آنکھیں بند کر کے تصور کرتے رہنے سے جب کہ ابھی قلب میں لذت بھی پیدا نہ ہوئی ہو دل میں بڑی بیزاری پیدا ہوتی ہے میں نے حضور کی خدمت میں بھی عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ کئے جاؤ اسی میں راستہ کھلے گا پہلے طالب کو راہ خدا میں مالی و جانی قربانی دینی پڑتی ہے دنیا کی گندگی سے استنجا کرنا پڑتا ہے آب تقویٰ سے وضو کر کے مرشد کامل کی نظر محبت کا منتظر رہنا پڑتا ہے پھر شیخ کامل اپنی توجہ سے طالب کے دل میں اسم اللہ ذات کا نور بھر دیتا ہے باطنی آنکھیں کھلتی ہیں پھر بھی شیخ کامل کی خوشنودی کا محتاج رہنا پڑتا ہے یہی کلید کامیابی ہے۔

مرشد کامل خدا و رسول کی بارگاہ میں پیش کر دیتا ہے اس پر انوار کی تجلی پڑتی ہے تو وہ صاحب رشد

ہدایت بن جاتا ہے۔ میں نے گھر واپس آکر حضور کی بارگاہ میں ایک عریضہ لکھا جس میں پہلے آپ کی تعریف میں چند شعر تھے اور آخر میں آپ سے نظر عنایت کرنے کی التجا کی ہوئی تھی وہ مندرجہ ذیل ہیں ؎

در وصف حضرت قبلہ عالم فقیر نور محمد سروری قادری

ادام اللہ فیوضہم و برکاتہم

مرشد ما ہست پیر بے مثال ! — این چنیں ہرگز ندیدم باکمال !
صورتش چوں صورت باہوؒ بداں — معرفت از صورتش گشتہ عیاں !
ہست باہوؒ بے گماں در ذات او — ہست ذات او فنا در ذات ہو!
ذات او در ذات باہوؒ شد فنا — پس نماند او ذات ہو را شد بقا!
چوں نظر افتاد بر لوح جبیں — دیدمش نور محمد بالیقین !
ہست جانش واقف اسرار ہو — ہست ذاتش مطلع انوار ہو !
از دو چشمش نور اسم اللہ عیاں — "صورتش بر خاک جاں بر لامکاں"
گر نہ بینی نور حق در ذات او ! — کور بادا این چنیں چشمان تو !
گر ترا باز است آں دیدہ یقیں — کن نظر نور محمد را بہ بیں ! !
گفتگوئے او بود ہر دل نشیں — نطق او شیریں مثال انگبیں
منبع علم جدید و ہم قدیم ! — مجمع البحرین صوفی و حکیم ! !
ہست "عرفان" یک کتابش بے مثال — چوں بخوانی فیض یابی لامحال ! !
طرز و انداز نگارش بے نظیر — دل نواز و دل گداز و دلپذیر
حرف حرفش ہست گوہر آبدار ! — غوطہ زن در قلزمش گوہر برآر
معنی لفظش نگنجد در بیان ! — ہست تحریرش غذائے روح و جاں
مردہ عرفاں از کلامش زندہ شد — فقر از تعلیم او پائندہ شد
آں مئے وحدت کہ باہوؒ دادہ بود — در سبوئے سروری افتادہ بود !
آں شراب کہنہ را ایں پیش کرد — عصر حاضر را دید در جام نو ! !
بہرہ خواہی چو از عرفان او ! — دامن او گیر محکم زود شو !

در میانِ حلقۂ درسش نشین | تا بیابی نورِ عرفان بالیقین
اے لقائے تو جوابِ ہر سوال | مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
اے پناہ بے دلان و خستہ حال | رہبرِ دنیا و دین و حال و قال
من سیاہ دل آمدہ ام سوئے تو | بس توکل کردہ بر بازوئے تو!
مہر الطاف و عنایت ہائے خویش | زود نہ مرہم تو بر دلہائے ریش
جرعۂ از جامِ عرفانم بدہ! | عشق دہ ہم سوزِ ایمانم بدہ
چشم بینا و دلِ بیدار بخش | از محبت پیالہ سرشار بخش!
تو نویس اللہ بر لوحِ دلم | مختصر این مدعا آوردہ ام ..... !!

پیش کردہ

فقیر ارشد پناھوی سروری قادری عفی عنہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور فقیر صاحب کی توجہ سے اسم اللہ ذات سورج کی طرح قلب و نظر میں چمکنے لگا۔ لذت و سرور سے سینہ بھر جاتا اور نوری تجلیوں میں ایسا گم ہو جاتا جو حد بیان سے باہر ہے اس کے بعد دوسری چیز جو اس سلوک میں بنیادی اور کلیدی چیز ہے وہ قبر پر دعوت پڑھنے اور روحانی سے ملاقات کرکے اس سے فیض حاصل کرنا ہے اس کے لیے تیار کرنا شروع کیا چنانچہ آپ نے مجھ سے سورہ مزمل شریف کے تین چلے کرائے پہلے چلے میں ہر روز دو سو مرتبہ سورہ مزمل شریف باوضو روزہ رکھ کر کسی بزرگ کی قبر کے پاس پڑھنے کو فرمایا چنانچہ میں نے اسے پوری طرح باشرائط پڑھ لیا۔ پھر دوسری مرتبہ ایک سو چالیس مرتبہ ہر روز باشرائط دس دن میں مکمل کرایا یہ میں نے رمضان شریف میں اعتکافی حالت میں مکمل کیا تیسرا چلہ یہ کرایا کہ ہر روز چالیس مرتبہ سورہ مزمل شریف پڑھنا چالیس دن تک چنانچہ اسے بھی بفضل خدا مکمل کر لیا پھر ہر روز گیارہ مرتبہ عمر بھر پڑھنے کے لئے فرمایا۔

اس کے بعد ایک سال رمضان شریف میں اعتکاف کی حالت میں سوا لاکھ یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ پڑھنے کو بتایا آپ نے فرمایا کہ بغیر توجہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی یہ راستہ طے نہیں ہو سکتا آپ کے توسل اور نگاہِ کرم سے یہ دشوار گذار راستہ بڑی آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔

مانا کہ محبت کی راہ میں ہر گام پہ سو خطرے ہیں | لیکن یہ سفر آساں بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

حضور کئی مرتبہ جب کسی کتاب کی اشاعت کے لئے لاہور تشریف لاتے تو اس بندہ حقیر اور گنہگار کے پاس بھی چند دن قیام فرماتے اور دوران قیام میں کئی باطنی فیوض و برکات سے نوازتے کبھی کبھی جب کسی

اولیاء اللہ پر دعوت پڑھنے کے لئے تشریف لے جاتے تو مجھے ساتھ رکھتے لیکن کسی روحانی سے ملاقات کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی میں نے کئی مرتبہ عرض کیا کہ حضور دعوت پڑھنے کی مجھے بھی اجازت عنایت فرمائیں لیکن آپ یہ کہہ کر کہ یہ کام بڑا مشکل ہے جان جوکھوں کا کام ہے اس میں ابھی نہ پڑو ہمیشہ ٹال دیتے تھے پھر ایک موقع پر حضور نے مجھے فرمایا کہ دعوت پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ اولیاء اللہ کے مزار کو منتخب کر لو اور پڑھنا شروع کر دو جب تمہیں اس روحانی سے آہستہ آہستہ لگاؤ پیدا ہوگا اور اس کی روح اور تمہاری روح میں محبت پیدا ہوگی تو درمیان سے ناسوتی پردے ہٹ جائیں گے تمہاری روح اولیاء اللہ کی روح سے ملاقات کرے گی میں نے کئی مزاروں کو منتخب کر کے مہینوں پڑھتا رہا لیکن کسی سے ملاقات نہ ہو سکی البتہ دل پر کبھی کبھی رقت پیدا ہو جاتی تھی حضور نے فرمایا کہ اس رقت کا پیدا ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ روحانی تمہاری طرف توجہ کرتا ہے لیکن مجھے اس سے بالکل تشفی نہ ہوئی ایک دفعہ بھری مجلس میں گستاخی کی اور عرض کر دی کہ حضور اگر اس کا نام ہی دعوت قبر ہے تو یہ تو بالکل فضول ہے جب تک ملاقات نہ ہو مجھے قطعاً یقین نہیں آتا۔

آہ ناکامی میری، آہ! ناکامی میری ۔۔۔ حال دل کہنا پڑا ہے دنیا بھر کے سامنے

حضور نے وعدہ فرمایا کہ اس دفعہ جب ہم لاہور آئیں گے تو ہم تمہیں ساتھ بٹھا کر پڑھائیں گے یہ کام گھبرانے سے نہیں بنتے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور شیخ کامل کی توجہ سے بنتے ہیں۔

دکھ کے دل اس نے آہ کیا پایا ۔۔۔ جس کی اک آرزو نہ بن آئی

چنانچہ جب حضور لاہور تشریف لائے تو میں نے وہ وعدہ یاد دلایا آپ نے فرمایا کہ اچھا میاں میر رحمۃ اللہ علیہ رات کو چلیں گے پروگرام کے مطابق رات کو وہاں پہنچے رات کو سونے کا پروگرام مسجد ہی میں رکھا رات کو دعوت پڑھنے کے لئے وہاں کے خادم سے بات چیت کی اور کچھ نذرانہ دیا اس نے کہا کہ آپ جب مجھے جگائیں گے میں دروازہ کھول دوں گا رات کے ایک بجے اٹھ کر وضو کیا خادم کو بلایا دروازہ کھول کر حضور نے فرمایا کہ جیسے میں پڑھوں تم بھی ساتھ ساتھ اسی طرح پڑھتے رہنا چنانچہ پہلے تہجد کی نماز پھر دو نفل برائے دعوت قبر پھر حسب قاعدہ اذان کہہ کر سورہ مزمل شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر مسجد میں جا کر لیٹ گئے بس غنودگی سی پیدا ہوتے ہی میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہو گئی آپ کے چہرہ سے ایک نورانی روشنی جیسے بجلی سے نکلتی ہے نکل کر حضور قبلہ کے سینہ پر پڑ رہی تھی مجھے تو یہ دیکھ کر ہی اس قدر لذت آئی جو بیان نہیں کی جا سکتی بات چیت تو نہ ہوئی خالی زیارت سے ہی اتنا محظوظ ہوا کہ یہ سرور پورا ایک ہفتہ میرے سینہ میں باقی رہا یہ روحانی کی ملاقات کا پہلا دن تھا اس کے بعد پھر جہاں بھی پڑھتا روحانی سے ملاقات ہو جاتی تھی حقیقت یہ ہے کہ ایک بہت بڑی سعادت ہے لیکن بغیر شیخ کامل کی توجہ سے یہ راستہ بہت مشکل ہے الحمدللہ کہ مدتوں کی آرزو بر آئی

جس آرزو اور تمنا کے لیے میں نے بہت سے دنیاوی کاموں کو ترک کیا اگر یہ آرزو برنہ آتی تو خدا معلوم میرا حال کیا ہوتا

نکل کر دیر و کعبہ سے اگر ملتا نہ مے خانہ ۔ تو ٹھکرائے ہوئے انسان خدا جانے کہاں جاتے

حضور کا بندہ حقیر کو خلافت عنایت کرنا

حضور سے مجھے بے انتہا محبت تھی جی چاہتا تھا کہ اب زندگی کے چند دن باقی ہیں وہ حضور کی خدمت میں ہی گزر جائیں مگر آپ اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ بال بچے چھوڑ کر دنیاوی کاروبار کو ترک کر کے ہمیشہ اس فقیری کے لئے وقف ہو جاؤں بہر حال یہ بھی غنیمت تھی کہ آپ نے لائل پور میں سکونت اختیار کر لی تھی جس سے ملاقات کرنے میں بہت آسانی تھی جب طبیعت میں تڑپ پیدا ہوتی لائلپور حضور کی خدمت میں پہنچ گئے۔ روحانی پیاس بجھائی اور ایک ہی دن میں واپس آ گئے باطنی لطائف کے کھلنے سے ایک قسم کی تسخیر پیدا ہو گئی تھی لوگ معتقد ہونے شروع ہو گئے لیکن جو بھی معتقد ہوتا اسے حضور کی خدمت میں لے جاتا اور آپ کا مرید کرا دیتا تھا۔ ۲۱ ماہ فروری ۱۹۵۹ء کو آپ نے اچانک واپس اپنے وطن ڈیرہ اسماعیل خان جانے کا پروگرام بنا لیا اور شہر ڈیرہ اسماعیل خان میں کرائے پر مکان لے کر رہائش اختیار کر لی۔ اس سے طبیعت کو بہت بڑا صدمہ ہوا۔

خموشی میں مصیبت اور بھی سنگین ہوتی ہے ۔ تڑپ اے دل تڑپنے میں ذرا تسکین ہوتی ہے

میں نے چند اشعار پنجابی میں فراقیہ لکھے جو کہ "پیر دا وچھوڑا" کے نام سے الگ چھپے ہوئے ہیں۔ حضور پورے نو ماہ کے بعد نومبر ۱۹۵۹ء کو پھر واپس لائل پور تشریف لے آئے جس سے طبیعت بہت خوش ہوئی جس پر پھر میں نے مسرت افزا اشعار بنام "نزول نور در شہر لائل پور" تحریر کئے وہ بھی چھپے ہوئے ہیں ان کے آخر میں میں نے جو عرض مدعا کیا اس کے چند شعر یہ ہیں۔

حضور آخر میں اب اپنی تمنا عرض کرتا ہوں ۔ قبولیت اگر ہو تو میں اتنا عرض کرتا ہوں

نہ دولت چاہیئے مجھ کو نہ ثروت کی ضرورت ہے ۔ مجھے بس آپ کی نظر عنایت کی ضرورت ہے

نظر ہی جو کی تھی آپ پر سلطان باہو نے ۔ کیا تھا ایک پل میں دیدہ ور سلطان باہو نے

مجھے بھی اب وہی نظر کرم درکار ہے حضرت ۔ کہ ہو جس سے میرے قلب و نظر میں نور کی کثرت

ملے مجھ کو بھی فیض غوث اعظم فیض سلطانی ۔ کہ جس سے دور ہو جائے یہ سب دل کی پریشانی

میں ہوں بس آپ کا ہے لاج میری آپ کے ہاتھوں ۔ یہ بن جائے میری تقدیر بگڑی آپ کے ہاتھوں

کئی احباب جب مجھے مرید کرنے پر مجبور کرتے تھے لیکن چونکہ مجھے اجازت نہ تھی اس لئے ان کو یہ کہتا تھا کہ حضور جب لاہور تشریف لائیں گے تو ان کی خدمت میں تمہیں پیش کر دیا جائے گا لیکن ایک صاحب جو پہلے

پرانے معتقد اور دوست تھے وہ مجھے ہی اپنا پیر سمجھتے تھے میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں نے جہاں سے فیض لیا ہے وہاں جا کر تمہیں مرید کرادوں گا لیکن وہ مصر تھے کہ میں تو تمہیں ہی اپنا پیر سمجھتا ہوں خواہ تم مجھے کہیں بھی پھینک دو حیٹ اور زمینداروں کا عقیدہ بڑا پختہ ہوتا ہے بہرحال مجھے بھی ان سے پیار تھا جی ہی چاہتا تھا۔ کہ اس کی دین و دنیا سنور جائے اس لیئے اسے ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی کہ حضور یہ مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں اسے مرید بناؤں لیکن مجھے چونکہ آپ کی طرف سے اجازت نہیں اس لیئے میں اس کو آپ کی خدمت میں لایا ہوں آپ اسے اپنے غلاموں کے حلقہ میں شامل کرلیں بیچ میں وہ بول اٹھا کہ حضور میں نے تو دلی طور پر ان کو اپنا پیر بنا لیا ہے اب آگے ان کی مرضی میں انکار نہیں کر سکتا حضور نے مجھے فرمایا کہ جو تمہیں مرید کرنے پر اصرار کرے اسے مرید بنا لیا کرو میری طرف سے تم کو اجازت ہے" میں نے عرض کی کہ اچھا اس کو تو اب مرید کرلیں حضور نے فرمایا کہ تم ہی مرید کرلو اس کا اعتقاد تم پر ہے میں نے عرض کی کہ حضور آپ کے سامنے تو میں یہ جراءت نہیں کر سکتا بہرحال کچھ دیر ٹھہر کر حضور نے اس کو مرید بنا لیا اس کا نام حکیم نذر محمد چستانہ ہے تحصیل شورکوٹ کے بڑے زمینداروں میں سے ہے میرا وہ طبیہ کالج کے زمانے کا دوست اور ہم سبق اور ہم استاد تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اب تو ہم نے تمہیں شرف دوامی کا تمغہ عنایت کر دیا ہے حضور نے میرے اس شعر کی طرف اشارہ فرمایا جو میں عرض مدعا کے طور پر لکھا تھا۔

؎ حضور اب چاہیئے مجھ کو صلہ کچھ تو غلامی کا۔ طفیل پانچ تن تمغہ ملے شرفِ دوامی کا

میں نے لاہور پہنچتے ہی ان احباب کو جو مجھے مرید بنانے پر مجبور کرتے تھے انہیں مرید بنا لیا بعض پیر بھائیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ مولوی ارشد نے اب مرید بنانے شروع کر دیئے ہیں تو انہیں دلی صدمہ ہوا کیونکہ وہ حضور کے پرانے خدمت گزار تھے اور وہ اس آرزو میں تھے کہ خلافت ہمیں ملے گی انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ حضور نے تو تمسخر کیا تھا کہ تم بھی مرید بنا لیا کرو لیکن مولوی صاحب نے سچ مچ ہی مرید بنانے شروع کر دیئے ہیں یہ خبر مجھے بھی پہنچی حضور ان دنوں بیمار تھے میں لائل پور گیا تو آپ لیٹے ہوئے تھے میں نے حضور کو عرض کیا کہ بعض پیر بھائی یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت صاحب نے تو مخول کیا تھا مولوی نے واقعی مرید بنانے شروع کر دیئے ہیں اس لیئے اگر آپ نے مجھے صحیح طور پر ہی اپنا خلیفہ بنایا ہے تو لکھ کر مجھے عنایت فرمائیں یا سب کے سامنے اعلان فرمائیں تاکہ کسی کو طعن و تشنیع کا موقع نہ ملے حضور نے فرمایا کہ ہمارے سلسلہ میں خلافت دینے کے لیئے تشہیر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ "لوگ تمہارے مرید بنیں گے اور ان طعن و تشنیع کرنے والوں کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ بس اسی کو اپنی خلافت کا نشان سمجھیں" مجھے تسلی ہوگئی پھر میں نے کسی کے سامنے اس کا ذکر تک بھی نہ کیا۔

؎ موقوف تیری چشمِ کرم پر ہیں رحمتیں !!! تو مہربان نہ ہو تو کوئی مہربان نہ ہو !!!

ایک اعتراض کا جواب

جو لوگ مجھے خلافت دیئے جانے پر ناراض ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضور فقیر صاحب قبلہ قدس سرہ نے کسی کو بھی خلیفہ نہیں بنایا ان کا اعتراض خود حضور کی ذات گرامی پر عاید ہوتا ہے کیونکہ آپ نے نور الہدیٰ کے حاشیہ ص۵ پر لکھا ہے۔

"جس طرح طالب صادق مرشد کامل کی طلب اور تلاش میں رہتے ہیں اسی طرح مرشد کامل طالب صادق کی تلاش کرتے رہتے ہیں کیونکہ مرشد کامل کو جب دولت باطنی کا بحساب نصاب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہو جاتا ہے تو ایسے مرشد پر اس مال باطن کی زکوٰۃ فرض اور واجب ہو جاتی ہے مرشد کامل کو دو طالب کامل اور واصل بنانے فرض اور ضروری ہوتے ہیں دو طالب گویا تکمیل شدہ ہدایت کے گواہ ہوتے ہیں اگر زیادہ طالبوں کو اللہ تعالیٰ کے فیض اور فضل سے بہرہ ور کرتا ہے تو یہ اس کے لئے کار خیر ہے لیکن اگر مرشد عارف کامل باوجود کمال اور عرفان کسی طالب کو کمال تک نہ پہنچائے اور اپنا نوری تخم کسی طالب کی زمین میں نہ ڈالے اور سرسبز نہ کرے تو وہ اپنی دولت باطنی کی زکوٰۃ کے بار سے سبکدوش نہیں ہوتا۔"

لہٰذا جو لوگ حضور کے خلیفے بنانے پر اعتراض کرتے ہیں اور کسی کو خلیفہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو گویا معترض لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا تو حضور مرشد کامل نہ تھے۔ اور اگر کامل تھے تو آپ نے نہ تو اپنی تکمیل کے دو گواہ بنائے اور نہ وہ اپنے نصاب باطنی کی فرض زکوٰۃ سے سبکدوش ہوئے معاذ اللہ۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر!! اپنے بیگانے ذرا پہچان کر!!

آپ کی نظر عنایت سے کئی خلافتوں کا ملنا

مجھے حضور فقیر صاحب کی تربیت اور خلافت کے بعد اگرچہ کسی اور بزرگ کے پاس جانے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق دل میں پیدا ہو جائے اور خدمت خلق کا جذبہ حسن اخلاق اور نور بصیرت کو عام کرنے کا سلیقہ آ جائے۔

دیکھیں جو اور کو بھی تیرے دیکھنے کے بعد اے حسن یار ہم وہ نہیں ہیں نظر فروش

لیکن حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق کہ کسی کامل فقیر کی جستجو کر اگرچہ وہ دور دراز فاصلہ پر رہتا ہے تو بھی اس کی زیارت سے باز نہ رہ، بحکم الفقراء مجھے اختلاف بزرگوں کی زیارتیں کیں اور انہیں اپنا پیر صحبت بنایا ان سے فیوض و برکات حاصل کئے اور جو کچھ ان سے حاصل ہوا اسے یہی سمجھ کر قبول کیا کہ یہ بھی حضرت قبلہ فقیر صاحب کا ہی فیض ہے اور انہوں نے جو خلافت عنایت کی وہ بھی پہلی خلافت کی تصدیق سمجھ کر قبول کر لی ان بعض کا تذکرہ بطور تحدیث نعمت یہاں تحریر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

(۱) سب سے پہلے تو حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، کی اولاد میں سے حضرت سید پیر طاہر علاؤالدین صاحب

مدظلہ العالی کی ذات گرامی ہے جن کے چہرہ اقدس کو دیکھ کر حضور غوث پاک کا نورانی چہرہ یاد آجاتا ہے جو علمی و علمی طور پر حضور غوث پاک کے سچے جانشین اور آپ کے حسبی و نسبی وارث ہیں جن کو دیکھنا عبادت جن کی محبت ولایت، جن کی ایک نگاہ و غیابت سے سلوک و عرفان کی منزلیں، فنا و بقا کے مدارج اور باطنی کشائش کے راستے ایک دم طے ہو جاتے ہیں اعلیٰ حضرت بریلوی رح فرماتے ہیں۔

سہ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا — تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا۔

آپ مجھ پر بہت مہربان ہیں آپ نے مجھے خلافت عنایت فرما کر صاحب ارشاد بنایا ہے۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاءُ

پائی ہے اس عشق میں لذت اے امیر — سو دل ہوں تو یار سے بے لگائے نہ ہوں

(۲) دوسری جگہ وہ ہے جس جگہ کو دیکھ کر مدینہ کی پہاڑیاں یاد آجاتی ہیں جن پہاڑیوں میں ایک غار کے اندر ایک نورانی شکل کا انسان جسے دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس کا قلب نور معرفت سے لبریز جس کی پیشانی تجلیات الٰہی کا مرکز جس کا سینہ اسرار الٰہی کا خزینہ جس کی زبان سے ہر وقت محبت الٰہی کے گیت گائے جاتے ہیں آپ زندہ پیر کے نام سے مشہور ہیں حضرت شاہ آپ کا اسم گرامی ہے حضرت شاہ صاحب ایک صحیح النسل سید ہیں چاروں سلسلوں میں ارشاد و تلقین کرنے کا کام کرتے ہیں بڑے خلیق، وسیع الصدر، کریم النفس اور سخی مرد ہیں آپ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مداح ہیں طریقہ قادریہ کے مطابق ہر وقت ذکر کراتے ہیں ہر وقت کلمہ طیبہ کی صدائوں سے وہ وادی گھگول شریف گونجتی رہتی ہے کوہاٹ کا وہ علاقہ بڑا خوش نصیب ہے جن کے پاس وقت کا غوث اور رہنما ہر وقت موجود رہتا ہے آپ کے آستانہ عالیہ پر لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

جدھر دیکھو ادھر جھنڈے گڑے ہیں انکی عظمت کے — سلاطین زمن قائل ہیں ان کی شان و شوکت کے

وہ قبلہ مرشدی فقیر نور محمد صاحب قدس سرہ کی ولایت اور ان کے درجۂ عظمیٰ کے قائل ہیں وہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی پرواہ نہیں کرتے لیکن مجھ پر خاص کرم فرماتے ہیں یہ میری خوش قسمتی ہے آپ نے چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی مجھے اجازت عنایت فرمائی ہے آپ سے مجھے باطنی طور پر بھی بہت فائدہ ہوا ہے۔

سے نہ در بند تخم دل از آب و گل! — بے نگاہ ہے از خدا وندان دل!

(۳) حضور غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے مجھ حقیر کو یکم اکتوبر ۱۹۶۲ء کو اپنے آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے کا شرف بخشا ہے قادر نے آپ کو قدرت بخشی ہے کہ وہ ایک ذرہ بے مقدار کو آفتاب بنا سکتے ہیں وہ ایک مور بے مایہ کو ہمدوش سلیمان کر سکتے ہیں طریقہ قادری میں ذاتی انوار عنایت کرتے ہیں وہ علم عرفان کے سرچشمہ ہدایت کے مینار گمراہوں کے راہنما نوری حضوری لوگوں کے پیشوا ہیں میں گیارہ دن آپ کے آستانہ

عالیہ سے چمٹ کر رو رہا ہوں اور یہ رباعی میری زبان پر جاری تھی ۔

منم یکم بہ کنم عرض غوثِ اعظم را خدا سپرد نبود کار ہردو عالم را!!!
تو آں شہی کہ کنی رو فضائے پیرم را ببر ز خاطر ناشاد محنت و غم را

آپ کے باطنی فیوض و برکات کا ذکر کرنا تو خود ستائی اور ریا کاری پر محمول ہوگا۔ اس لئے بیان کرنے سے معذور ہوں لیکن ظاہری طور پر یہ مقبولیت بخشی کہ آپ کی درگاہِ عالیہ کے نقیب اشرف جو آپ کی اولاد میں سے تھے جس کا نام نامی اسم گرامی سید ابراہیم الجیلانی تھا آپ نے میرے لئے خاص دیوان خانہ میں رہائش کا انتظام فرمایا اور ہر روز رات کو جب زیارت کے لئے تشریف لاتے مجھے ساتھ لے جاتے آپ نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے براہ راست بیعت کروائی اور مجھے آپ کے سپرد کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرماتے رہے اے غوث اعظم یہ اس کو آپ کا بیٹا بناتا ہوں آپ اس پر نگاہ کرم رکھیں اس کو اپنی عنایات سے محروم نہ رکھیں انہوں نے ایسے ایسے الفاظ سے میرے لئے بہت کچھ فرمایا چونکہ اس وقت مجھ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اس لئے مجھے وہ یاد بھی نہیں رہے بہر حال ۔

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے خوبی قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

آپ نے بھی مجھے صاحب مجاز بنایا اور سلسلہ قادریہ میں بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور خلافت و لایت سے نوازا۔ الحمدللہ۔

مجھے بہت افسوس ہوا جبکہ بصرہ میں جہاز پر سوار ہوتے ہی پتہ چلا کہ آپ کا حرکت قلب بند ہو جانے سے اچانک انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

انہی بزرگانِ دین کی پیہم عنایات کا نتیجہ ہے کہ اب دن بدن لوگ حلقۂ عقیدت میں کثرت سے شامل ہو رہے ہیں اگرچہ میں اس قابل نہیں لیکن میں ان سب کو اپنے پیر و مرشد فقیر نور محمد صاحب قادری سروری رح اور حضرت سلطان باہو قدس سرہ حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے سپرد کر دیتا ہوں وہ خود ان کی اصلاح کر دیتے ہیں اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کر دیتے ہیں۔

ہے اس کی چشم عنایت پہ گردشِ عالم جدھر ہوا اس کی نظر سب ادھر کو دیکھتے ہیں

حضور نے اپنی زندگی میں کونسا کارنامہ ادا کیا

(۱) حالات حاضرہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں سب سے بڑی بیماری جو عام پھیلتی اور بڑھتی جا رہی ہے وہ ہے دہریت، لادینی اور اسلام سے آزادی خاص طور پر کالجیٹ طبقہ اور فلسفہ زدہ نوجوان جو قرآن مجید پڑھنے کی بجائے کارل مارکس اور ڈارون کی تھیوری کا مطالعہ

کرتے ہیں بزرگان دین کی کتابیں پڑھنے کی بجائے فحش ناول اور بے پردہ ڈرامے پڑھتے ہیں۔ غزالی اور محی الدین ابن عربی کا فلسفہ پڑھنے کی بجائے جدید فلسفیوں کانٹ، ہیگل، نٹشے اور برگیسان کے فلسفے کو پسند کرتے ہیں۔

نئی تہذیب نے ذہنیتیں ایسی بدل ڈالیں   مسلمان ہیں نیا فرد بن وا ایمان ہوتے جاتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام سے دور اور دہریت کے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ اگر نظم کی صورت میں علامہ اقبال نے اس کے خلاف جہاد کیا ہے تو نثر کی صورت میں فقیر صاحب نے اس سے بھی زیادہ کام کیا ہے چنانچہ عرفان کے حصہ اول میں آپ نے خدا تعالیٰ کی ذات کے ثبوت میں علمی، عقلی طریقے سے سمجھایا ہے۔ نئی روشنی والوں کے لئے ان کے مسلمہ اصولوں اور انگریزی کتابوں کے حوالہ جات سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے خالق و مالک ہونے پر بین ثبوت دیئے ہیں۔

(۲) صحیح تصوف کو بیان کرتے ہوئے جھوٹے پیروں اور مدعیان ولایت کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔ صحیح اور جھوٹ کو الگ الگ بیان کر دیا ہے تاکہ قارئین کرام اس دام ہمرنگ زمین میں کہیں پھنس کر متاع ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں اور سچے طالبوں کو تصوف کے ایسے اصول بتاتے ہیں جو سہل الحصول، سریع الاثر اور موجودہ زمانے کے حالات کے مطابق ہیں۔

اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے ہے تو   ترے لئے ہے مرا شعلہ نوا قندیل!

اور مسلمانوں کے وہ فرقے جو اکثر اہلسنت و جماعت پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتے رہتے ہیں اور صوفیوں کے فعل و عمل پر ناجائز تنقید کرنے کے عادی ہیں۔ ان کے خلاف بھی بہترین مواد جمع کیا ہے۔ موجودہ دور میں تقریروں سے ملک و ملت پر اتنا اثر نہیں ڈالا جا سکتا جتنا تحریری طور پر کیونکہ یہ زمانہ پریس کا زمانہ ہے۔ تقریریں وقتی طور پر کچھ اثر کرتی ہیں۔ مگر وہ دیرپا نہیں ہوتیں تحریریں وہ ان مٹ نقوش ہیں جو تادیر دنیا پر ثبت رہتے ہیں اور دنیا کے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں مردہ قلوب ان سے زندہ ہوتے رہتے ہیں اور بھولے ہوئے انسان ان کتابوں سے درس عبرت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ اس موثر طریقہ سے خاموش تبلیغ فرمائی۔ ع چوں رومی در جہاں دادم اذاں من

(۳) ایک اور بہت بڑا کارنامہ جو آپ نے سرانجام دیا ہے اور جس احسان کا بدلہ دنیا کبھی نہیں اتار سکتی یہ ہے کہ یورپ کے ان سپرچولسٹوں کا دعوےٰ باطل کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ مرے ہوئے آدمیوں کی روحوں کو بلا کر ان سے ان کے عزیزوں دوستوں اور عام لوگوں کو ملا سکتے ہیں۔ بات چیت کرا سکتے ہیں۔ حضرت صاحب نے ان کے اس دعوے پر بہت غور کیا ہے۔ ان کے رسائل لٹریچر اور اخبار منگوا کر اس کی پوری حقیقت سے آگاہی

حاصل کی ہے۔ چنانچہ اس کی مکمل روئیداد عرفان حصہ اول میں درج ہے۔ جب وہ روحیں آتی ہیں تو گھر والوں کے نام لے لے کر ان کو پکارتی ہیں۔ ان کے آپس میں جو خفیہ راز ہوتے ہیں وہ بتا دیتی ہیں۔ صحیح صحیح حالات کے بتانے سے ملاقات کرنے والے کو یہ یقین آجاتا تھا۔ کہ واقعی یہ ہمارے ہی آباؤ اجداد ہیں۔ لیکن بعض چیزیں وہ ایسی بتائی ہیں جن کی زد تمام مذاہب پر خصوصاً اسلامی عقائد پر پڑتی ہے۔ یوم حساب یوم آخرت، عذاب قبر، حشر نشر، منکر نکیر، قیامت، سزا و جزا، وجود جنت و دوزخ وغیرہ اگر ان آنے والی روحوں کو صحیح مان لیا جائے تو وہ ان سب چیزوں کا انکار کرتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز بھی یہاں نہیں ہے۔ نہ جنت نہ دوزخ نہ خدا نعوذ باللہ ابتداء میں یورپ والے روحوں کو نہیں مانتے تھے لیکن جب سے روحوں کو ماننے لگے ہیں اب خدا سے بھی منکر ہو بیٹھے ہیں۔ اس قسم کی دہریت اور بے دینی نے ان کو ایسے دلدل میں ڈال دیا ہے جس سے ان کا نکلنا بہت مشکل ہو گیا ہے اس کے اثرات مسلمانوں تک بھی پہنچ چکے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا حادثہ ہے۔ اور اسلامی عقائد کے خلاف ایک کھلا چیلنج ہے۔ جسے ہمارے پیر و مرشد نے قبول کیا اور اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ آپ نے اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ آخر یہ کیا بلا ہے۔ جو آکر بات چیت کرتی ہے۔ آپ اس نتیجے پر پہنچے (جیسے عرفان کے حصہ دوم میں لکھا ہے) سوال یہ ہے۔ کہ اسلامی عقائد کے مطابق جس وقت انسان پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا کہ آیا آپ پر بھی مسلط کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا دیا گیا ہے۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پر غلبہ عطا کیا ہے۔ اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔" یہ ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جسے ہمزاد یا ڈپلیکیٹ بھی کہتے ہیں۔ جب آدمی مر جاتا ہے تو وہ لطیف جسم معنوی اولاد کی طرح پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یہ سپریولسٹ متوفی انسان کے کسی ایسے غیبی لطیف مجسد کو حاضر کر لیتے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو اسی مردہ متوفی کا جسم اور روح یا روح بتاتا ہے۔ تو اس سے مختلف آسمانی مذاہب اور ادیان خصوصاً مذہب اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ انسان کی اصلی روح کے متعلق عذاب جانکنی و قبر کا سوال و جواب وغیرہ اپنی جگہ مسلم اور قائم ہیں" عرفان حصہ دوم اس حقیقت کے اظہار کرنے پر کئی لوگوں کو یقین ہو گیا ہے۔ کہ وہ روح کو نہیں بلکہ ہمزاد کو حاضر کرتے ہیں۔

سه وہ اپنی دانست میں نشیمن فلک کی زد سے بچا چکے تھے۔ قریب برق تپاں تو دیکھو مٹی کہاں ہے گری کہاں ہے

جو شخص تمام عالم باطنی طے کر چکا ہو۔ اور عالم ارواح کے سیر کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ اس کو وہی پوری طرح سمجھ سکتا ہے۔ یہ بے چارے عالم ناسوت میں پھنسے ہوئے دنیادار سپریچولسٹ صرف ہمزاد جو عالم ناسوت یعنی عالم سفلی کی چیز ہے۔ اسے ہی حاضر کر کے اسے ہی سب سے بڑا کمال سمجھتے ہیں

حالانکہ ایک عالم علم دعوت سے باطن میں ایسی ایسی مجالس نورانی میں حاضر ہوتا ہے۔ اور کئی مرتبہ تمام ارواح کو حاضر کرتا ہے جس سے اس کے قلب میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ جس سے وہ تمام دنیا کو روشن و منور کر دیتا ہے۔ باطن میں ایک اولیاء اللہ کی روح کو ملنے کے بعد جو کیفیت انسان پر طاری ہوتی ہے۔ اسے باطن سے واقفیت رکھنے والا شخص ہی بتا سکتا ہے۔ کہ اس میں کیا لطف و سرور ہوتا ہے۔ صاحب دعوت کئی کئی دن تک اس نشہ میں مست و مخمور رہتا ہے۔ یہ دنیا کے کتنے جو حاضرات ارواح کا نام دے کر لوگوں کو اپنے دام تذویر میں پھنسائے ہیں۔ اور حصول انکا ذریعہ اور پیسے بٹورنے کا طریقہ بنا رکھا ہے۔

جن مجالس حاضرات ارواح کا ذکر کیا گیا ہے۔ یورپ میں وہاں ان مجالس میں شریک ہونے والوں کو دس روپے فیس ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ سپرچولسٹ ان کیفیات کو کیا جانیں جو ایک سالک پر وارد ہوتی ہیں انہیں تو عالم ارواح کی بو تک بھی نہیں آسکتی۔ ہمزاد کو حاضر کرنے کا تو ایک سستی کھیل ہے۔ جسے انہوں نے ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے۔

اس مرد خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو۔ تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحب آفاق۔

حضور قبلہؒ نے جس وقت یہ آواز اٹھائی تھی۔ اس وقت بعض لوگوں کو تعجب انگیز معلوم ہوئی تھی۔ حال ہی میں میں نے ایک کتاب مصر سے منگوائی ہے۔ جس کا نام "الروح" دیا گیا ہے اس کے مصنف السید محمد الحریری البیومی نے بھی بعینہ وہی بات جو حضورؒ نے لکھی ہے اس کا انکشاف کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں

من المعلوم فی کل الادیان قدیماً وحدیثاً و خصوصاً فی الدین الاسلامی ان اللہ خلق مع کل انسان قرین یولد معہ من عالم الروحانیۃ وھی مسألۃ معلومۃ اخبر بھا النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقالوا وانت یارسول اللہ لک قرین قال نعم لی قرین اسلم ولا یأمرنی الا بخیر۔

تمام نئے اور پرانے ادیان میں یہ بات مشہور ہے خاص طور اسلامی عقائد میں کہ اللہ تعالیٰ جب انسان کو پیدا کرتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ایک ہمزاد بھی مسلط کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ اسلام سے صحابہ نے پوچھا کہ کیا یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی وہ ہے فرمایا "ہاں" میرے ساتھ بھی ہے۔ لیکن وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اور مجھے بھلائی کا حکم دیتا ہے۔"

آگے بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ کہ یہ ہمزاد زندگی بھر اس انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ انسان کے تمام معاملات سے واقف ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ علوم جو انسان دنیا میں حاصل کرتا ہے یا کوئی کتاب لکھتا ہے اس کا بھی وہ عالم ہوتا ہے۔ اس کے تمام رشتہ داروں دوستوں اور اسکی زندگی کے ہر نشیب و فراز سے آگاہ ہوتا ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے۔ تو وہ قضائے الٰہی تک کافی عرصہ تک زندہ رہتا ہے۔ کیونکہ اس

کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ جن کی قسم سے ہوتا ہے اگرچہ بعض صفات میں منفرد بھی ہے یہ لکھ کر اب سپرچولسٹ کے حاضر کرنے کے متعلق لکھتے ہیں

فاذا جتمعت جماعة لاستحضار روح شخص متوفی وطلبته بای وسیلة من وسائلهم فن یحضر هذا القرین بالجاذبیة الروحیة او التوجه الفکری الی هؤلاء الجماعة ویملی الی اوسیطهم انه فلان المتوفی وهو فی صادق فی تعبیره ومخطی فی الحقیقة وبنفس الاصل یخبرهم بحوادث شخصه المتوفی واطواره واحواله فاضبطه بالضبط فینعقد الحاضرون انهم احضر روح فلان وهم مخدعون هذا"

جس وقت اُن سپرچولسٹوں کی جماعت کسی متوفی کی روح کو بلانے کے لئے حلقہ بناتی ہے تو وہ ہمزاد ان کی قوت جاذبہ اور توجہ سے میڈیم یعنی وسیط کے اندر آ کر کہتی ہے کہ میں فلاں متوفی کی روح ہوں اس کا ہمزاد ہونے کی وجہ سے تو وہ سچا ہوتا ہے لیکن روح کہنے کی وجہ سے جھوٹا ہوتا ہے ان کو متوفی کے تمام حالات و واقعات گذشتہ بتا دیتا ہے۔ حاضرین کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ یہ اس متوفی کی روح ہے حالانکہ ان کو دھوکا دیا جاتا ہے۔"

آگے لکھتے ہیں ولو کان الامر کذلک وان الارواح تسبح فی الفضاء بعد الموت بدون رابط لبطل ماجاءت به الکتب السماویة من ان هناک برزخ للارواح تمکث فیه لحین یوم الحساب والجزاء من جنة او نار حسب اعمالها"

اگر یہ ایسا ہی ہو جیسے وہ آ کر کہتی ہے کہ میں فلاں کی روح ہوں اور مرنے کے بعد روح بھی بغیر قید و بند ہر جگہ پھرتی رہتی ہے تو وہ مسئلہ جو تمام آسمانی کتابوں میں ہے۔ کہ جنت و دوزخ میں جانے سے پہلے برزخ میں رہتی ہے۔ غلط ہو جائے گا۔

روح صرف اولیاء اللہ اور بزرگوں کی مرنے کے بعد آزاد ہوتی ہے خصوصاً انبیاء علیہم السلام کی لیکن ان کی ملاقات صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جنھوں نے ریاضت کر کے نفسانی حجابات کو دور کر لیا ہو اور ان پر عالم ملکوت منکشف ہو چکا ہو۔ وہ سوتے جاگتے ہر حالت میں ان سے ملتے ہیں ان سے فیض حاصل کرتے ہیں یہاں تک کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ ہیں وہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری کی حالت میں مل کر خاص خاص باتیں کرتے ہیں اس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں سب واقعات جمع کر دیئے ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ وہ لوگ جو بیداری کی حالت میں حضور علیہ السلام سے ملاقات کرتے ہیں وہ ابراہیم متبولی رح، ابوالحسن شاذلی رح، ابراہیم دسوقی رح اور سید بدوی رح اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح اور احمد رفاعی وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض نیک لوگ مراقبہ میں خوابوں میں حسب قوت روحانی ملاقات کرتے ہیں یہ نہیں کہ ہر کس و ناکس ان سے ملاقات کر لے۔

مقصد یہ ہے کہ حضور نے اس قسم کا صحیح انکشاف کر کے لوگوں کو ایک بہت بڑی غلطی سے بچا لیا ہے

(۲) چند ایسے روحانی آدمیوں کو تربیت و تعلیم دی ہے۔ اور انہیں باطنی انوار و برکات سے مستفیض کیا ہے۔ جو آئندہ نسلوں تک فیض پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے۔ اور اس طرح یہ روحانی سلسلہ تا ابد روئے زمین پر دائم و قائم رہے گا۔

مسلمان تھام لیں گے جب رسول اللہ کا دامن — موثر کافروں کا کوئی بھی حیلہ نہیں ہوگا۔

آپ کی آئندہ خواہشات کیا تھیں

آپ کی آئندہ جو خواہشات تھیں۔ ان کا اظہار انہوں نے خود اپنی کتابوں میں کر دیا ہے آپ انہیں کے الفاظ میں سن لیں۔ عرفان حصہ دوم میں لکھتے ہیں افسوس ہے مسلمان اپنی اصلی موروثی فن اور روحانی علم سے بالکل تہی دست ہو گئے ہیں عموماً تمام عالم اسلام خصوصاً پاکستان میں تو مسلمانوں کی کوئی ایسی انجمن یا سوسائٹی نہیں جو اصلی معنوں میں صوفی اور روحانی کہلانے کی مستحق ہو جو علم روحانیت کے ہر دو علمی اور عملی پہلوؤں میں ترقی کر کے تجربے اور مشاہدے حاصل کرتی ہو وہاں نام کے لباس دکاندار رسمی اور رواجی صوفی بے شمار ہیں جنہیں تصوف اور روحانیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں بس خالی "پدرم سلطان بود" کے بل بوتے پر اور اپنے باپ دادا کی قبروں پر روضے بنا کر سجادگی کا جال بچھا کر عرفان سادہ لوح کی طرح احمق مریدوں کو خالی طفل تسلیوں میں پھنسائے رکھتے ہیں۔ اور ان کے مال، جان اور ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

میراث میں پہنچی ہے انہیں مسند ارشاد — زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

برخلاف اس کے یورپ کے لوگ ہر طرح سے بیدار اور منظم ہیں ان کے ہاں ہر قسم کے علوم و فنون کے باقاعدہ ادارے، خاص انجمنیں اور منظم سوسائٹیاں ہیں۔ اور جملہ امرا اور اکابر قوم ہر مفید فن اور کارآمد علم کی ترقی اور توسیع میں کوشاں ہیں۔ اور ان علوم و فنون کے عاملین اور ماہرین کی امداد کرتے ہیں حتیٰ کہ خود حکومت بھی ایسے برگزیدہ اور چیدہ اشخاص کی ہر طرح پشت پناہی اور حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس نے مغرب کو بام عروج کے فلک الافلاک پر پہنچا دیا ہے۔ اور اسی ہمدردی، تنظیم اور اتحاد میں ان کی ترقی اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔ افسوس کہ ہماری قوم میں اگر کوئی باکمال شخص پیدا ہو جائے تو قوم کا ہر فرد اس سے الٹا حسد کرتا ہے اور سب لوگ اس کی دشمنی اور عداوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے کام اور مشن میں روڑے اٹکاتے ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے موروثی علم روحانیت کو اپنائیں اور اس کے لئے باقاعدہ انجمنیں اور سوسائٹیاں قائم کریں اور اس کے لئے ہر قسم کا لٹریچر مہیا کریں حتیٰ کہ اس علم کے حصول کے لئے غیر ممالک میں بھی جانا پڑے تو اپنے چیدہ اور قابل اشخاص کو وہاں بھیج کر اور وہاں اس علم کو عملی طور پر حاصل کر کے اسے اپنے ملک میں شائع کریں

جیساکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔ طلب کرو علم اگرچہ اس کی طلب میں چین تک جانا پڑے۔" اگر مسلمانوں نے اس طرف قدم اٹھایا تو انشاء اللہ وہ تھوڑے دنوں میں جن شیاطین اور سفلی ارواح تو کیا پاک نوری مخلوق یعنی مومن جن ملائکہ اور مومن انسان اولیاء اللہ اور انبیاء کی مقدس ارواح کی حاضرات کر کے ان سے ایسے حیرت انگیز کام لیں گے جس سے وہ دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر لیں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جس وقت ملکۂ سبا یعنی بلقیس کو اپنا زیر فرمان بنانا چاہا تو انہوں نے کس طرح اس سے اپنا روحانی لوہا منوایا اور دینی باطنی بادشاہی اور غیبی لشکر کا یقین دلا کر اسے اپنا مرید معتقد اور آخر میں مسلمان بنایا۔"

سے دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ　　　بتکدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

دوسری خواہش کے متعلق لکھتے ہیں "انبیاء و مرسلین اور اولیاء کاملین کے پاس علم کا مغز اور مخ ہوتا ہے اور علماء بے عمل کے پاس علم کا محض خشک بے لذت چھلکا ہوتا ہے۔ اس لئے سکولوں اور کالجوں میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک علم روحانیت اور تصوف کا شعبہ ہونا چاہئے۔ اور اس کے اصلی روحانی علماء اور کامل فقراء کی خدمات حاصل کرنی چاہیں۔ ظاہری علم شریعت اور کسبی علم روایت تو ظاہری علماء سے کسبی طور پر حاصل ہو جاتا ہے لیکن علم تصدیق اور علم ہدایت کتابوں کے کاغذی دفینوں اور ظاہری کسبی عالموں کی زبانی تقریروں سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ علمائے عاملین اور فقراء کاملین کے سینوں سے سینوں میں بطور نظر و توجہ منتقل ہوتا ہے۔"

ان مذکورۃ الصدر دونوں عبارتوں سے قارئین کرام پر حضور کی خواہشات واضح ہو چکی ہوں گی۔ خلاصہ یہ کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ایک روحانی انجمن کی تشکیل کی جائے جس کے لئے ایک بہت بڑی وسیع جگہ خریدی جائے اس میں خاص خاص ممبر بنائے جائیں وہاں روحانی مجالس منعقد ہوں جن میں یورپ کے سپر چولسٹوں کی طرح اولیاء اللہ کی روحوں کو بلا کر ان سے استفادہ کیا جائے۔ اور نیک اور صالح جنات سے بھی فائدہ حاصل کیا جائے۔ ان روحوں کے بلانے اور ان کے لئے خاص قسم کی جگہ بنانے اور ان کے لئے خاص خاص ہدایت جو حضور نے مجھے لکھائی ہیں وہ میرے پاس موجود ہیں ان کا پرائیویٹ طور پر تجربہ کیا گیا ہے وہ تجربہ صحیح ثابت ہوا ہے لیکن آپ کی خواہش کے مطابق وسیع پیمانے پر ابھی سلسلہ قائم نہیں کیا جا سکا۔

بے معرکہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں　　　جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

دوسری خواہش کے مطابق زبانی طور پر حضور فرمایا کرتے تھے کہ اسی جگہ ایک روحانی کالج کی بنیاد بھی رکھی جائے۔ اگر اتنا کام نہ ہو سکے تو کم از کم موجودہ کالجوں میں ہی اس روحانی سلسلہ کو جاری کیا جائے۔

آئندہ میرے ذمہ جو کام تلقین وارشاد کا ڈالا گیا

آپ کی یہ دیرینہ خواہش تھی جس کا اظہار پہلے صفحات میں کیا

جا چکا ہے مگر آپ کو اپنی عمر کا جام لبریز ہوتا نظر آ رہا تھا۔ اس لئے آپ نے یہ کام میرے ذمہ لگایا آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس دور ترقی عقل و سائنس میں تصوف کو "ان سائنٹیفک" قرار دے دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے ثابت کر دیا جائے کہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اگرچہ ان روحانی چیزوں کا زیادہ تعلق ایمان و تصدیق سے ہے اور یہ مادی چیزوں کی طرح عام مشاہدات سے بالاتر ہے۔ پھر بھی اس مادی دنیا کے اذہان، یقین کے لئے چند ایسی چیزوں کی سخت ضرورت ہے جو گمراہ لوگوں کے لئے سرمۂ بصیرت کا کام دے چونکہ تصوف کے اسرار و رموز کی تحقیق ایک آدمی کے بس کی بات نہ تھی آپ نے ایک روحانی سوسائٹی قائم کرنے کا ارادہ فرمایا جو مل کر اس کام کو سرانجام دیں اس لئے آپ ہی کے ایماء پر انجمن غلامان الاولیاء لاہور کی تشکیل عمل میں لائی گئی اور اس روحانی سلسلہ کی تکمیل کے لئے ایک مرکزی جگہ متعین کرنے اس میں کئی رہائشی کمرے، ایک وسیع تہ خانہ اور ایک مسجد تعمیر کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا جس کے لئے کم از کم دو کنال جگہ حاصل کرنے کا فیصلہ کیا گیا انشاء اللہ العزیز آپ کی روحانی امداد سے یہ آرزو بر آئے گی اور یہ تمنا پوری ہو کر رہے گی۔ ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے ! جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا !
بلبل کو دیا رونا تو پروانے کو جلنا ! غم ہم کو دیا جو سب سے مشکل نظر آیا

اب ایسے مخلص ارکان کی اشد ضرورت ہے جو روحانی کاموں میں دلچسپی لینے کا جذبہ رکھتے ہوں وہ اس سوسائٹی کے ممبر نہیں مالی امداد بھی کریں اور کچھ وقت بھی مختص کریں تاکہ آپ کے بتائے ہوئے معمولات کے مطابق کام شروع کیا جا سکے۔

اس مرکزی روحانی مدرسہ کا نام "جامعہ صوفیہ" تجویز کیا گیا ہے جس کے مختلف اوقات میں اجتماع ہوا کریں گے۔ اور اس میں صرف ممبر حضرات ہی شریک ہو سکیں گے اور وہ اجلاس بند تہ خانے میں ہوا کریں گے باہر پہرہ ہوگا۔ کوئی غیر آدمی اس میں شریک نہیں ہو سکے گا۔ اور تمام ممبروں سے اس بات کا حلف لیا جائے گا کہ تاوقتیکہ کسی بات کے ظاہر کرنے کا متفقہ فیصلہ نہ ہو وہ کسی بات کو دوسروں تک نہ پہنچائیں۔

ممبر سازی کا کام شروع ہے۔ فی الحال صرف پچاس آدمی شریک کئے جائیں گے۔ جو ہماری مقرر کردہ شرائط پر پورا اترے گا۔ اسے لیا جائے گا۔ عنقریب پمفلٹ کی شکل میں اس کے تفصیلی حالات، شرائط ممبر سازی اور دیگر قوانین و ضوابط اور مختلف کوائف سے آگاہ کیا جائے گا۔

؎ کوئی ہنگامہ برپا کر کسی شورش کا ہو بانی ۔ ؎ کیا خاموش رہ کر بزم عالم سے گذر جانا

طریقہ قادری سروری کی تعریف

طریقہ قادریہ کی نسبت حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی طرف ہے آپ بعض طالبوں سے پوری طرح ریاضت کراتے اور ورد و وظائف اور چلوں کی بھٹی میں ڈال کر زرِ خالص کی طرح ان کے بواطن کو چمکا دیتے تھے اور بعض کو ایک ہی نگاہِ فیض بخش سے پاک و صاف کر کے اس کے اندر کیفیت نوری رکھ دیتے جو بڑھتے بڑھتے کمال کو پہنچ جاتا، پہلے طریقہ سے فیض حاصل کرنے والوں کو قادری زاہدی اور دوسرے طریقہ سے فیض حاصل کرنے والوں کو قادری سروری کے نام سے موسوم کیا گیا۔

سروری کا معنی لغت میں "سرداری" "جاگیر بخشنا" کے آتے ہیں جس طرح ایک شخص زندگی بھر محنت و مشقت کر کے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے اپنی جائیداد پیدا کرتا ہے ان کماتے ہوئے روپوں سے اگر جائیدادیں خریدے اور ایک عظیم رقبہ کا مالک بن جاوے اس کی مثال قادری زاہدی کی سی ہے اور ایک بادشاہ جب کسی آدمی پر کسی وجہ سے راضی ہو جاتے اور خوشی میں وہ اسے ایک بہت بڑی جائیداد کا مالک بنا دے پوری ریاست کی جاگیر بخش دے تو اسے جاگیر دار کہتے ہیں اس کی مثال قادری سروری کی سی ہے۔ چنانچہ مرشد کامل قادری سروری طالب صادق کو ایک ہی نگاہ سے سب کچھ عنایت کر دیتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ سروری کی نسبت حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، یہ مطلب بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ سرورِ کائنات حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ صفاتی نام ہے جسے فارسی والوں نے استعمال کیا ہے۔ اگر اس لفظ سرورِ کائنات سے سروری کہا گیا ہے تو یہاں سرورِ کائناتی ہونا چاہیئے تھا۔ اور صرف سرور حضور علیہ السلام کے صفاتی ناموں میں نہ ہی معروف و مشہور ننانوے ناموں میں ہے اور نہ ہی فارسی زبان والوں نے استعمال کیا ہے لہٰذا پہلا معنی ہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اب اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ ایسا طریقہ جس سے طالبانِ حق کو رنج، ریاضت، چلّے حبسِ دم، ذکر و فکر اور مجاہدہ میں نہ ڈالا جائے بلکہ اسے ایک ہی نگاہ سے گنجِ بے رنج رازِ بے ریاضت اور مشاہدہ بے مجاہدہ عطا کر دیا جائے اس کو قادری سروری کہا جاتا ہے چنانچہ

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ وعظ میں فرمایا "اے اہل عراق! فقر اور ولایت کے درجات اور مقامات میرے ہاں معمولی کپڑوں کی طرح لٹک رہے ہیں، میں جسے چاہوں ایک دم میں بلا محنت و رنج پہنا دیتا ہوں اے لڑکے مجھ سے ایک کلمہ سننے کے لئے اگر تجھے سالہا سال سفر کرنا پڑے تب بھی اسے غنیمت خیال کر، اے لڑکے ولایت کے درجے اور فقر کی خلعتیں یہاں میری مجلس میں تقسیم ہوتی ہیں۔ سلطان الاوراد صفحہ ۱۴۰

حضرت سلطان العارفین اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں "کہ آپ (شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ) روزانہ تین ہزار طالبوں کو اللہ تعالیٰ سے واصل فرماتے اور دو ہزار طالبوں کو ہر روز بزم نبوی میں پہنچاتے۔ بحوالہ سلطان الاوراد صفحہ ۱۶۷

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے وعظ کے ذریعہ فیض نہیں بخشا اسے کتابی صورت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کیا اور ان کتابوں کے شروع میں آپ نے کئی الفاظ میں طالبان حق کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ مثلاً نور الہدیٰ کے ابتدا میں آپ فرماتے ہیں "واس کتاب اسرار الوحی کو اگر ناقص شخص پڑھے گا کامل ہو جائے گا اور اگر کامل شخص پڑھے گا عامل کل ہو جائے گا اور اگر عامل کل پڑھے گا مکمل ہو جائے گا اگر مکمل پڑھے گا اکمل ہو جائے گا، اگر اکمل پڑھے جامع مرشد صاحب جمعیت ہو جائیگا۔

دوسری جگہ فرمایا ہے "واس تصنیف علم تصوف کے قیل و قال سے پڑھنے والا فوراً حضور میں پہنچ جائے گا اور مشاہدہ معرفت اور قرب معراج وصال اسے حاصل ہو جائے گا۔ اور حقیقت کونین سے واقف احوال ہو جائے گا۔" ایک چھوٹے سے رسالہ روحی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں "کہ اگر کوئی ولی واصل عالم روحانیت یا عالم قدس شہود میں اپنے درجے سے گر گیا ہو تو اگر اس کتاب کو وسیلہ بناتے تو اس کے لئے مرشد کامل ثابت ہوگی۔ اگر توسل باین کتاب نہ گرفت او راقسم و اگر مارا نرسانیم ما راقسم۔

یعنی اگر اس نے اس کتاب سے توسل نہ پکڑا تو اسے قسم ہے۔ اگر ہم نے اسے نہ پہنچایا ہمیں قسم ہے۔ اگر سالک سلوک کا طالب اسے پنجہ مار کر مضبوط پکڑے گا محض اس کے دوام استقامت اور مواظبت سے عارف زندہ دل و روشن ضمیر بن جائے گا۔ ابیات

هر که طالب حق بود من حاضرم
ز ابتدا تا انتها یک دم برم

طالب بیا طالب بیا طالب بیا
تا رسانم روز اول با خدا

اسی سلسلہ کے باکمال بزرگ جو ابھی حال ہی میں ہوئے ہیں حضرت فقیر نور محمد صاحب

سروری قادری قدس سرہ جن کے حالات میں یہ کتاب "تذکرہ نور" لکھی جا رہی ہے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بھی اپنے پیر و مرشد کی طرح کتابوں میں بہت کچھ لکھ دیا ہے اس قسم کی کتاب کسی نے آج تک لکھی ہے اور نہ ہی لکھ سکے گا اگر کوئی طالب صادق ان کو پڑھے گا اور اس پر عمل کرے گا انشاء اللہ العزیز کامیاب و روشن بن جائے گا آپ کئی مرتبہ ٹھنڈا سانس لے کر فرمایا کرتے تھے کہ افسوس اس زمانہ میں جو بھی آتا ہے وہ دنیاوی اغراض و مقاصد حصول زر کے لئے آتا ہے۔ اور طالب عزو جاہ ہوتا ہے میں نے آج تک اپنی ہمت اور قوت کے مطابق کسی کو نہیں پایا آج بھی دنیا میں اکسیر نظر درویش تو موجود ہے مگر عالم میں طالب صاحب استعداد مثل کبریت احمر مفقود ہے۔ ایک خط کے جواب میں آپ نے لکھا:

اللہ تعالیٰ شاہد حال ہے کہ آج طریقہ قادری میں جو باطنی اور روحانی نسبت اس فقیر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیر محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز اور مرشد سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے ساتھ حاصل ہے آج روئے زمین پر کسی کو حاصل نہیں۔ افسوس ہے اگر مجھے خودستائی اور فریب عبارت کا خوف نہ ہوتا تو میں ایسی بات لکھ دیتا، جسے دیکھ کر آپ حیران اور دنگ رہ جاتے اور ہمارا یہ شجرۃ النور اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک نوری ہستیوں کے ہاتھوں لگا ہوا ہے اور یہ دن بدن بڑھتا اور پھیلتا پھولتا اور بار آور ہوتا چلا جائے گا اور حاسد اسے دیکھ کر جلتے، سڑتے اور مرتے مٹتے چلے جائیں گے۔

بحوالہ فیض سروری ص ۳۰۲

غرضیکہ یہ سلسلہ سروری قادری انشاء اللہ پورے شان و شوکت سے اپنی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے ہمیشہ دنیا پر باقی رہے گا۔ اور صاحب استعداد انسان ہمیشہ اس سے فیض یاب ہو کر کائنات کو روحانی فیض بخشتے رہیں گے اگر ان سے دنیا خالی ہو گئی تو یقین جانیں کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

سلسلہ قادری سروری کی خصوصیات

(۱) یہ سلسلہ قادری سروری تمام نسبتوں کا مجموعہ ہے تمام نسبتیں جو ہر ایک سلسلہ میں فرداً فرداً پائی جاتی ہیں وہ سب کی سب اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ اب ان نسبتوں کا حال بیان کیا جاتا ہے

نسبت سکینہ حلاوتِ مناجات، شمول رحمت، انوار اسمائے الٰہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگی میں باحسن وجوہ پائی جاتی تھیں اور ان کی زندگیاں اسی نسبت سے روشن تھیں اُن سے اسلئے گریز کرنا کہ اس سے کاروبار میں خلل پڑتا ہے اور اس سے خیالات میں تشویش پڑتی ہے غلط ہے اس نسبت کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ اسم اللہ کا ذکر جہری اور درود شریف کی کثرت ہے۔ چنانچہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ "ہمعات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس نسبت کو حاصل کرنے کا سب سے یقینی طریقہ یہ ہے کہ اسم "اللہ" کا ذکر کیا جائے۔ لکھتے ہیں کہ ایک ہزار بار اسم اللہ کا ذکر کرنے کے بعد درود شریف پڑھے ذکر کرتے وقت وہ لفظ اللہ کی تشدید پر زور دے اور اس لفظ کو اس کے صحیح مخرج سے نکالے"

چنانچہ سلسلہ قادریہ سروریہ میں بلندی کو کلمہ شریف اور اللہ کے ورد پہ لگایا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو اندر سے کلمہ شریف کی آواز سنائی دیتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ' فرماتے ہیں "ضرب کلمہ کے ذکر جہر کی آواز سننے والے کو یکبارگی معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اور خاص الخاص بن جاتا ہے کلمہ کے ذکر جہر سے درد اور شوق پیدا ہوتا ہے ذکر کرنے والا بیخود ہو کر گر پڑتا ہے اور ستر روز تک اسی حالت میں رہتا ہے اور ہر روز ستر نفسانی حجاب دور ہوتے ہیں۔ (قرب دیدار) ص۱۳

پنجابی شعروں میں حضورؒ نے فرمایا ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے مرشد من وچہ لائی ہو

نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ہو،

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن پر آئی ہو

شالا جیوے میرا مرشد حضرت باہو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

نسبت اویسیہ یہ نسبت تو چونکہ قادریہ سلسلہ کی مابہ الامتیاز شے ہے اس لئے اس کا حاصل کرنا تو لازم اور ضروری ہے اور اس کے حصول کے لئے کسی روح کے ساتھ خاص مناسبت پیدا کی جاتی ہے جس سے اس روح کا فیضان شروع ہو جاتا ہے چنانچہ دعوت قبور کا طریقہ اسی غرض کے لئے اس طریقہ میں خصوصی طور پر رائج کیا گیا ہے جس سے نیک روحوں کے ساتھ خاص قسم کا لگاؤ پیدا کیا جاتا ہے جس سے نیک روحوں کا فیضان آئینہ قلب پر منقش ہوتا جاتا ہے اور آخر کار اس روحانی کے تمام فیوض و برکات سے صاحب دعوت بہرہ مند ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ اپنے متعلق رسالہ روحی میں فرماتے ہیں

؎ دست بیعت کرد مارا مصطفےٰ ولد خود خوانداست مارا مجتبےٰ

یعنی مجھے حضور علیہ السلام نے خود دست بیعت فرمایا اور حضرت مجتبےٰ نے اپنا فرزند بنایا ہے ۔ چنانچہ بوقت بیعت باطنی حضور علیہ السلام نے فرمایا خذ بیدی یا ولدی پھر حضور علیہ السلام نے آپ کو محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تاکہ وہ انہیں باطنی فیض سے مالا مال کریں یہ سب اویسی طریقے کا فیض ہے

نسبت یادداشت جس میں دل کو مرتبہ "بے نشانی" کی طرف مائل کرنا پڑتا ہے اور اس کے سوا دل میں کسی دوسری خواہش کا باقی نہ رہنا اور جذبۂ محبت کی انتہائی کیفیت میں سرشار ہو کر چشم دل کو مسلسل اسی جانب متوجہ کر دینا یہ اس نسبت کا خلاصہ ہے جو بوجہ اتم اس سلسلہ میں موجود ہے ۔ اس سلسلہ میں تصور اسم ذات اللہ پر خاص طور پر توجہ دی جاتی ہے اور جس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اور طبیعتوں کو اس کی طرف مائل کرنے کیلئے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رح نے اپنی کتابوں میں بہت زور دیا ہے اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ اپنی کتاب ہمعات میں فرماتے ہیں "فقیر ابوالعلی کے متبعین میں سے عوام یہی نسبت رکھتے تھے فقیر نے ان میں سے ایک بڑی جماعت کو دیکھا بھی ہے ان میں سے وہ لوگ جو اسم "اللہ" کو اپنے خیال میں موجود اور حاضر پاتے ہیں اور وہ اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں"

نسبت توحید جس کا ماحصل اور منشا یہ ہے کہ فقیر جب خدا تعالےٰ کی یاد میں اسطرح مشغول ہوتا ہے کہ وہ شوق و بیدین کثرت کے اندر وحدت کا جلوہ دیکھتا ہے اور عشق الٰہی میں وہ اسقدر مستغرق ہوتا ہے کہ اسے ہر شے کی حقیقت میں ایک ہی

ذات جلوہ گر نظر آتی ہے اس مقام سے ہر فقیر کو گزرنا پڑتا ہے جس وقت وہ اس حال میں ہوتا ہے تو اس کی زبان پہ اس قسم کے کلمات جاری ہوتے ہیں جو اس حال کو واضح کرتے ہیں چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ پر جب یہ حال طاری ہوا اور آپ کی زبان اقدس پر چند کلمات طاری ہوئے جسے "رسالہ روحی" کے نام سے پکارا جاتا ہے اس کے چند جملے یہ ہیں "سبحان اللہ از احسام عناصر خاکی بہزار مظہر ظہور آثار جمال وجلال قدرت ہائے کاملہ آئینہ باصفا ساختہ تماشائے روئے زیبائے فرائید خود باخود نماد عشق مے باز خود نظرہ خود ناظر وخود منظور خود عشق، خود عاشق وخود معشوق اگر پردہ را از خود براندازی ہمہ یک ذات ودوئی ہمہ از احوال چشم لیسن"

(ترجمہ) اسکی قدرت کاملہ گویا ایک آئینہ باصفا بناکر اس میں اپنے بے مثل حسن کا تماشا دیکھ رہی ہے اور اپنے آپ سے عشق کا جوا کھیل رہی ہے خود نظر، خود ناظر اور خود منظور ہے خود عشق خود عاشق اور خود معشوق ہے۔ اے طالب اگر تو اپنی خودی کا پردہ درمیان سے اٹھائے تو تجھے ایک ہی ذات جلوہ گر نظر آئے یہ تمام دوئی (عالم کثرت) تیری بھینگی آنکھ کا فریب ہے"

یہ حضور کا حال ہے ورنہ میرے قبلہ مرشدی فقیر صاحب نے باطن میں آپ سے دریافت کیا کہ ہمارے سلسلہ قادریہ سروریہ کا نظریہ توحید میں وجودی ہے یا شہودی؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہمارا مسلک شہود کا مؤید ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ ایک توحید علمی ہے اور ایک توحید حالی اور فرمایا کہ فقیر کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا گیا کہ بعض لوگوں کے لئے توحید علمی نفع مند نہیں ہوتی بلکہ الٹا نہیں نقصان ہوتا ہے بات یہ ہے کہ بے کار کی دلیل بازی جسے سو فسطائیت کہتے ہیں اسی توحید علمی سے پیدا ہوتی ہے اور اسی توحید علمی کی وجہ سے ہی لوگ شرعی اور عرفی احکام ومصالح میں تساہل کے مرتکب ہوتے ہیں باقی رہا توحید حالی کا معاملہ سو توحید حالی تو ایک بہت بڑا کمال ہے کہ زبان اس کے مطالب کو ادا کرنے سے قاصر ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء"

دوسری جگہ پر شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اگرچہ میں نے توحید وجودی اور شہودی کو نزاع لفظی قرار دے کر ایک ہی بات ہونا ثابت کیا ہے اور دونوں کو میں نے صحیح قرار دیا ہے لیکن آپ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ مجھے باطن میں شہودی اعتقاد والوں کے چہرے نورانی دکھائے گئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فیوض الحرمین کے صفحہ ۴ پر اپنے ایک مکاشفہ کا ذکر کیا کہ میں نے دربار الٰہی میں گذارش کی کہ صوفیائے کرام کے دو مسالک گروہ وجودیہ اور شہودیہ میں سے حق پر کون ہے؟ تو دربار الٰہی سے اشارہ ہوا کہ دونوں حق پر ہیں اور دونوں جنتی ہیں مگر شہودیہ زیادہ انوار و برکات کے مالک ہیں، نیز آپ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ مجھے صوفیائے کرام وجودیہ اور شہودیہ کے درمیان حکم بنایا گیا تو میں نے دونوں کو حق پایا مگر شہودیہ کے چہروں پر نورانی تجلی دیکھی۔ واللہ اعلم بالصواب

نسبت عشق و وجد

اس نسبت کا خلاصہ یہ ہے کہ عارف کامل میں ایک ایسی نسبت کا پیدا ہو جانا کہ وہ ذکر حق تعالےٰ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور اسی کے ذکر و فکر میں برابر منہمک رہے اور اس کے دل میں ایک قسم کا اضطراب اور بے قراری کی حالت پیدا ہو جائے ایسے شخص کے سامنے جب اللہ تعالےٰ کا نام لیا جائے یا قرآن مجید پڑھا جائے تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں بعض ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہیں جس سے ان کے قلق و اضطراب کا پتہ چلتا ہے اور بعض اوقات جذبہ میں ان کے جسم میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور وہ غیر اختیاری حرکات کرنے لگتا ہے جسے وجد کہتے ہیں، چنانچہ یہ نسبت سلسلہ قادری سروری میں بہت ہے اس کا مظاہرہ حضرت سلطان العارفین رح کے عرس مقدس کے موقعہ پر ہوتا ہے، جب طالب حضور سلطان باہوؒ قدس سرہ کے پنجابی اشعار پڑھتے ہیں اور حق باہوؒ کے نعرہ لگاتے ہوئے پروانوں کی طرح مزار مقدس پر گرتے ہیں، حضرت سلطان صاحبؒ نے اپنے شعروں میں عشق کا سبق دیا ہے مثلاً

ایمان سلامت ہر کوئی آکھے عشق سلامت کوئی ہو
عشق منگن تھیں ایہہ شرمانہ ں میرے دل نوں غیرت ہوئی ہو
جس جاگہ تے عشق پہنچا وے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو
عشق سلامت رکھیں میرا حضرت باہو ایمان نوں دیاں دھروئی ہو

مختصراً میں نے ان نسبتوں کا ذکر کر دیا ہے جو صوفیائے کرام کے مختلف طریقوں میں پائی جاتی ہیں اگرچہ ہر نسبت کو الگ الگ ہر ایک صاحب طریقت میں ثابت کرنا مشکل ہے عموماً دو دو تین تین ملی جلی نسبتوں کے لوگ حامل ہوتے ہیں، لیکن بعض سلسلوں میں کسی نسبت کا غلبہ ہوتا ہے تو

اسے ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مثلاً قادریوں میں نسبت اویسیہ کا غلبہ ہے اور چشتیوں میں نسبت عشق و وجد کا غلبہ ہے اور نقشبندیوں میں نسبت یادداشت کا غلبہ ہے اور سہروردیوں میں نسبت سکینہ کا ظہور زیادہ ہے اور سلسلہ اکبریہ میں نسبت توحید کا زیادہ جلوہ ہے لیکن سلسلہ قادریہ سروریہ میں تمام نسبتیں ملی جلی پائی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ تمام نسبتوں کا مجموعہ ہے اس میں ہر وہ چیز جو تمام سلاسل اولیاء میں الگ الگ پائی جاتی ہیں کامل و مکمل طور پر اس میں پائی جاتی ہیں یہ تمام سلسلوں سے اعلیٰ و افضل و برتر و بالا ہے ویسے تو ہر صاحب سلسلہ کو اپنے طریقہ پر ناز ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ۔ لیکن یہ حقیقت ہے، کہ اس سلسلہ کو تمام طبقاتِ طریقت پر فوقیت حاصل ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ ۔

(۲) اس ترقی یافتہ دور میں جبکہ مادیات کا پورا عروج ہے سب لوگ سائنس کے ذریعہ وہ کام جو سال میں سرانجام پاتا تھا اس کو مہینوں میں سرانجام دے رہے ہیں اور جو کام مہینوں میں ختم ہوتا تھا اسے دن میں اور دنوں کا کام گھنٹہ میں وقوع پذیر ہو رہا ہے چنانچہ سرعتِ سیر میں ترقی کا یہ حال ہے کہ بیل گاڑیوں، سائیکلوں اور پھر موٹروں اور ریلوں اور پھر طیاروں پر بھی اکتفا کرنے کے لئے لوگ تیار نہیں اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے لئے سوچ بچار کر رہے ہیں اور کپڑا جو کھڈیوں میں صرف دس بارہ گز دن میں تیار ہوتا تھا ہزاروں گز دن میں ملیں تیار کر رہی ہیں۔ آٹا پیسنے کے لئے گھر میں چکیاں ہوتی تھیں جس کا کام بھی مشینوں پہ ہو رہا ہے، غرضیکہ ہر قسم کے عیش و آرام کے لئے آلات تیار کر لئے گئے ہیں جن میں انسانی زندگی میں کافی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ ایسے دورِ ترقی میں روحانی نظام میں بھی ایک ایسی انقلابی تحریک کی ضرورت تھی جو بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں، ذکر و اذکار اور چلوں سے بے نیاز کر دیتی اور مادی نظام کی طرح روحانی نظام کے حصول میں بھی دقتیں پیش نہ آتیں چنانچہ آج سے اڑھائی سو سال پہلے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے اپنے نورِ بصیرت سے دیکھ لیا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جبکہ اس قسم کے روحانی نظام کی ضرورت محسوس کی جائے گی۔ آپ نے کتابوں کے اندر اس نظام کو درج فرما دیا اور ان میں تحریر کر دیا کہ جو شخص ان کتابوں کو اخلاص، یقین اور اعتقاد سے پڑھے گا اس کو مرشدِ کامل کا کام دیں گی اور صرف ان کتابوں کے مطالعہ سے ہی طالب کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور معرفت نصیب ہوگا اور اسے مجلسِ محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری نصیب ہو گی۔

چنانچہ آپ نے ان کتب میں سب سے زیادہ جن چیزوں پہ زور دیا ہے وہ صرف ۲ علم ہیں ایک تصور اسم ذات اور دوسرا تصرف دعوت القبور۔

تصور اسم ذات سے انسان کے اندر روحانی قوت حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے قلب کے اندر صفائی روح کے اندر جلا اور باطن کے اندر وسعت پیدا ہوتی ہے، اور قرب و مشاہدہ، اور واردات غیبی، تجلیات لاریبی کے حصول کا مادہ پیدا ہوتا ہے، چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں، "جو شخص اسم ذات اللہ کو اخلاص زبان سے بار بار پڑھتا ہے اور ساتھ ہی دلی تصدیق بھی کرتا ہے تو دل اور زبان اسم الٰہی سے جنبش میں آتے ہیں، دل سے خطرات اور گمراہی کی کدورت اور سیاہی دور ہو جاتی ہے، اور سورج کی طرح روشنی نمودار ہوتی ہے، مفتاح العارفین ص ۲۶

دل کی پاکیزگی اور صفات قلب کا علاج یہ ہے کہ اسم ذات کے تصور کی مشق مرقوم ہمیشہ کرے اس سے طمع، حرص، خودپسندی اور کبر وغیرہ تمام ناشائستہ صفات دفع ہو جاتی ہیں، اور خطرات کا خناس خرطوم سر جاتا ہے، قرب دیدار ص ۲۷

اس کے بعد دوسرا نمبر دعوت قبور کا آتا ہے اس کے پڑھنے میں یہ حکمت ہے وہ ذی استعداد شخصیتیں جنہوں نے اپنی گراں مایہ عمر کو صرف کر کے روحانی قوتوں کو حاصل کیا۔ خداوند قدوس کی ذاتی تجلیات کو اپنے اندر سمویا مشاہدات باطنی سے قلوب کو معمور کیا اور واردات غیبی کے لئے اپنے جسم کو گہوارہ بنایا اور بے پناہ قوتوں اور لامحدود طاقتوں کو اپنے اندر جمع کیا وہ تمام کی تمام صاحب علم دعوت قبور ان سے حاصل کر کے اپنے کام میں لاتا ہے چنانچہ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں:۔

"اگر صاحب دعوت باترتیب دعوت پڑھے گا تو تمام انبیاء، اصحاب، اولیاء اللہ غوث، قطب، شہید، ابدال، اوتاد، فقیر، درویش، عارف، ولی، مومن، مسلمان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک کے تمام روحانیات اس کے گرداگرد صف بصف کھڑے ہوں گے اور وہ سب کے ساتھ مصافحہ کرے گا، قرب دیدار ص ۳۳

اور ان سے باطنی فیوض کے خزانے حاصل کرے گا اور وہ بیش بہا خزانے اپنے دامن

مراد ہیں اکٹھا کرنے گا جن کے لئے سینکڑوں چلّے اور ہزاروں ورد و وظائف، اور لاکھوں مراقبے مجاہدے اور ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں بلکہ میں یوں کہوں گا کہ اگر کسی کو عمر نوح بھی میسّر آجائے تو وہ اتنے کمالاتِ روحانی حاصل نہیں کر سکتا جتنے صاحب علم دعوت ایک دعوت میں حاصل کر لیتا ہے

مادی ترقی کرنے کا راز بھی یہی تھا کہ ایک سائنس دان نے ایک نظریہ قائم کیا اس کے بعد دوسرا سائنس دان آیا اس نے اس کے نظریہ پہ مدتوں تجربات کر کرکے ایک آلہ ایجاد کیا اور مر گیا اب جو بھی سائنسدان آئے گا اسی پہ ہی اپنی قابلیت اور تجربات سے دیوارا ستوار کرتا چلا جائے گا چنانچہ جس نے سب سے پہلے پہیہ تیار کیا تھا وہ مر گیا اسی پہ بیل گاڑیوں سے لے کر ریل تک مختلف اوقات میں ترقی کی گئی۔

لیکن روحانی ترقی میں یہ بات نہ تھی ہر شخص جو دنیا میں پیدا ہوتا اور اسے روحانی دنیا میں داخل ہونے کا شوق ہوتا اسے از سرِ نو ریاضتیں مجاہدے اور ورد وظائف سے روحانی کمال حاصل کرنا پڑتا جب وہ حاصل کر لیتا تو عمر کا بہت کم حصہ اس کے استعمال کرنے اور اس سے گمراہوں، مرتدوں اور بدمزاجوں کی روحانی اصلاح کرنے کا موقع ملتا۔

اس میں کتنی ہی وقت کی بچت ہے اور کیسا ہی سہل الحصول طریقہ ہے جس سے تھوڑے سے وقت میں کمال حاصل کر کے اصلاحِ اخلاق اور اصلاحِ معاشرہ میں جو تصوّف اسلامی کا حقیقی مقصد ہے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

ع۳ تلمیذ الکمال اور خوبی طریقہ قادریہ سروریہ میں یہ ہے کہ ان کا طریقہ ملامتیہ ہے جو تمام باطنی طریقوں میں افضل و اعلےٰ ہوتا ہے بعض حضرات کو چونکہ ملامتیہ کی صحیح تعریف اور اس کے مقام کا علم نہیں ہوگا اس لئے یہاں مختصراً عرض کرتا ہوں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی کتاب، فتوحات مکیہ میں تیسری جلد باب ع۳۰۹ میں رجال اللہ کی سہ گانہ تقسیم فرمائی ہے اور کہا ہے انّ رجال اللہ ثلاثۃ لا رابع لھم (مردان خدا کی تین ہی قسمیں ہیں کوئی چوتھی قسم ان کے سوا نہیں ہے)

العباد، اہل خلق و فتوت، ملامتیہ ان کی نہائت ہی مختصر اور جامع تعریف یہ ہے۔ العباد ان زاہدوں کو کہتے ہیں جو لذائذ دنیا کو ترک کر کے صرف ظاہری شریعت کی پوری پابندی کرتے ہیں۔ اور

باطن کو خراب کرنے والے امور سے بھی احتراز کرتے ہیں وہبی اور لدنی علم سے انہیں کوئی لگاؤ نہیں ہوتا اور کشفی اسرار و رموز سے وہ ناآشنا ہوتے ہیں۔

اہل خلق وفتوت وہ باکمال مردان خدا ہیں کہ وہ پہلے طبقہ عباد کی طرح ریاضت، مجاہدہ، تقوےٰ، پارسائی، زہد، توکل میں بھی مشغول رہتے ہیں، لیکن احوال و مقامات، کشف و کرامات، اور علوم اسرار و رموز کو بھی حاصل کرتے ہیں اور وہ باطنی غیبی واردات میں صبح وشام کوشش کرتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنی کرامات کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں یہ حضرات پہلے طبقہ عباد سے زیادہ بلند درجہ کے مالک ہوتے ہیں چونکہ یہ بلند اخلاق اور جواں مردانہ ہمت والے لوگ ہوتے ہیں اس لئے ان کو اہل خلق وفتوت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے

ملامتیہ:- یہ تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو نماز پنجگانہ کے فرائض اور مقررہ سنتوں پر مزید نوافل کا اضافہ نہیں کرتے، اور شریعت کے فرائض و واجبات کی تعمیل کرنے والے عام مسلمانوں سے کسی قسم کا امتیاز اپنی زندگی میں پیدا ہونے نہیں دیتے وہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور عام لوگوں سے بات چیت بھی کرتے ہیں غرضیکہ کوئی چیز ان میں ایسی نہیں ہوتی جو عوام الناس سے ان کو ممتاز کرسکے جس طرح عوام الناس فرائض وسنن کے پابند ہوتے ہیں بظاہر ان کے اندر بھی اس سے زیادہ نظر نہیں آتا۔

چونکہ مجھے اس آخرالذکر طبقہ کو بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا اس کو مزید تفصیل سے عرض کرتا ہوں "ملامتیہ" سے مراد شیخ اکبرؒ کی نگاہ میں وہ گروہ ہے جو اعمال میں تکثیر تو کرتا ہے مگر ان کے اخفا کا اہتمام کرتا ہے جس سے عوام سمجھتے ہیں کہ یہ دوسرے سے زیادہ کچھ نہیں کرتے وہ ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے اپنے اعمال چھپاتے ہیں اور رندوں کی سی وضع بنائے رکھتے ہیں، کیونکہ ہجوم عوام سے ان کے معمولات میں خلل پڑتا ہے اس لئے عوام کو وہ ڈاکو سمجھتے ہیں۔

شیخ کے ہاں ملامتیہ کا وہ مفہوم نہیں جو بعد کو پیدا ہوگیا ہے کہ ہر دینی مطالبہ مثلاً نماز، روزہ اور شرعی وضع قطع کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا دم بھرا جائے یہ تو صریح زندقہ ہے، چنانچہ دوسری جگہ اس گروہ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ نے لکھا ہے کہ ان میں حسب ذیل خصوصیتیں پائی جاتی ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف ج اوّل ص ۳۵۹ پر ملامتیہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ جو اخلاق کا مجسمہ ہوتے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کے نیک اعمال لوگوں پر ظاہر نہ ہوں

اور وہ اپنی برائیوں کو نہیں چھپاتے۔
(۱) مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا۔
(۲) جس ملک میں جس شہر میں جائیں گے وہاں کے عام لوگوں کا لباس اختیار کریں گے، جبہ، دستار، رنگ برنگ کپڑے، لمبے بال، اور صوفیوں کی وضع قطع سے احتراز کریں گے۔
(۳) مسجد میں اپنے لئے کوئی خاص جگہ مقرر نہیں کرتے۔
(۴) جمعہ کی نماز اور دیگر نمازیں کسی خاص مسجد میں ادا نہیں کرتے۔
(۵) ہر چھوٹے بڑے، بیوہ، غریب، اور محتاج اور عوام کی ضرورتوں کی تکمیل کی کوشش کرتے ہیں۔
(۶) بیوی بچوں کے ساتھ ہنستے، بولتے کھیلتے ہیں یعنی جن باتوں کو خدا پسند کرتا ہے، انہیں معمول رکھتے ہیں۔
(۷) جہاں لوگ ان کے احوال سے واقف ہو جاتے ہیں، وہاں سے چل نکلتے ہیں۔

فتوحات جلد اول صـ ۲۳۶

اس طبقہ میں بعض نبوتی کمالات پائے جاتے ہیں جن کا فتوحات میں ذکر ہے۔
(۱) اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک ایسا ناقابل شکست گہرا رابطہ ان کے قلوب پیدا کر لیتے ہیں کہ حق کے ساتھ بندگی اور عبودیت کا تعلق پل بھر کے لئے بھی آگاہی سے اوجھل اور غائب نہیں ہونے پاتے۔
(۲) حق تعالےٰ کی پروردگاری اور ربوبیت و مولائیت کا وزن اور حق تعالےٰ کی بے انتہا محبت کا جذبہ ان کے قلوب میں اتنا راسخ اور جاگزین ہو جاتا ہے کہ کسی قسم کی سرداری، تفوق، برتری، کی خواہش کا کوئی شائبہ ان کے اندر باقی نہیں رہتا۔
(۳) ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ہر مقام اور جگہ کے صحیح اقتضاء کا علم ان کو بخشا جاتا ہے اور اس علم کے مطابق جس عمل اور جس حال کی ضرورت ہوتی ہے اس کی توفیق بھی ان کو میسر ہوتی ہے۔ وہ دانشمندوں اور حکماء کا گروہ ہے وہ لوگ اسباب کے متعلق یہ مسلک رکھتے ہیں کہ ان کا اثبات کیا جائے جو ترتیب اسباب میں حق تعالےٰ نے قائم کی ہے اس میں خلل اندازی سے وہ پرہیز کرتے ہیں جن اسباب کا دنیا کی موجودہ زندگی سے تعلق ہے ان کے اقتضاء کو اس زندگی میں پورا کرتے ہیں اور آئندہ اخروی زندگی کے نتائج کو جن اسباب کے ساتھ قدرت نے وابستہ کیا ہے، ان

کے اقتضاء کی تکمیل آئندہ زندگی کے نتائج کے لئے کرتے ہیں۔

سبب کی نفی نہ کرنا

فانہ من رفع السبب عن الموضع الذی وضعہ فیہ واضعہ وھو الحق فقد سفہ واضعہ وجھل قدرہ ،

فتوحات صـ۲۱ جلد دوم

(سبب کو رکھنے والے نے جس مقام پہ قائم کیا ہے یعنی حق تعالےٰ نے جس چیز کی پیدائش کا سبب جس شے کو قرار دیا ہے جو اس مقام سے سبب کی نفی کرتا ہے یوں سمجھنا چاہیئے کہ وہ خدا کی حکمت کو داغ دار بنا رہا ہے اور حق تعالےٰ کی عظمت کی قدر سے جاہل ہے۔)

مگر سبب پر تکیہ نہ کرنا

آپ دیکھ رہے ہیں "اسباب" کی اہمیت میں بدترین قسم کی عقلیت کا مریض کیا اس سے زیادہ استوار و محکم نقطۂ نظر اختیار کر سکتا ہے مگر جہاں مردانِ خدا یا رجال اللہ کا یہ طبقہ "مریضانِ عقل" سے ممتاز ہو جاتا ہے وہ یہ ہے، شیخ نے بلیغ فقروں میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے لکھتے ہیں، کہ

من اعتمد علیہ فقد اشرک والحد والی الارض الطبعۃ اخلد فتوحات صـ۲۱ جلد دوم

(سبب اور اس کے اقتضاؤں کی تکمیل میں ان نزاکتوں کے ساتھ کام لینے کے باوجود یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس کسی نے سبب ہی پر پورا بھروسہ کر لیا اور اسی کو سب کچھ سمجھ لیا) وہی مشرک ہو گیا، الحاد میں جا گرا، اور ہمیشہ کے لئے طبیعت کی پستی میں جا گرا۔

الزھد فی الاشیاء لا یقع الا من الجھل بالتفاتیم یعنی الزاھد

دینی امور سے گریز نہ کرنا

فتوحات ص ۲۷۹ جلد سوم۔ یعنی عالم کی چیزوں سے پرہیز اس کا منشاء دراصل اس شخص کا جہل ہے جس نے پرہیز کا یہ شیوہ اختیار کیا ہے۔ یعنی زاہد بن گیا ہے۔ یہ اس کی جہالت کا نتیجہ ہے۔ وہ کہتے ہیں سہ گریز از کشمکش زندگی سے مردوں کی۔ اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

(۲) عام انسانی عادات اور عوام کے طرز بود و باش کی چادر اوڑھ کر اپنے آپ کو مخلوق کی نگاہوں سے چھپائے رکھتے ہیں۔ مگر درحقیقت اپنے آقا اور مالک کے راستباز و وفادار بندے ہوتے ہیں۔ (ان میں خاص قسم کی بیداری پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے) کھانے پینے، سونے جاگنے، لوگوں سے بات چیت کرنے الغرض ہر حال اور ہر وقت میں اپنے مالک پر ان کی نگاہ جمی رہتی ہے۔ مشاہدے کی یہ کیفیت دواماً ان پر طاری رہتی ہے، فتوحات جلد سوم باب ۳۰۹ جس طبقہ کا نام شیخ نے ملامتیہ رکھا ہے۔ اس کے متعلق حتی الامکان شیخ ہی کے نظریات سے وضاحت کر دی گئی ہے۔ اب آخر میں انہوں نے اس کا مقام بتایا ہے۔ ھم ارفع الرجال منزلۃ ھم اکابر الرجال فتوحات ص ۴۵ جلد سوم۔ یعنی مردان خدا کا یہ طبقہ سب سے زیادہ برتر اور بلند ہے اور ان کے شاگرد و مرید بھی بڑے لوگ ہیں۔

دنیا میں تو یہ لوگ عام مخلوقات کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ یعنی اپنے اندر کسی قسم کی امتیازی حیثیت عوام کے مقابلہ میں اپنے اندر پیدا نہیں ہونے دیتے۔ یہی وجہ ہوتی ہے۔ کہ ان کے ماننے والے مریدین و مخلصین کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ وہ خواہ مخواہ کسی کو اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے بار بار تقاضے کرنے سے وہ مرید کرتے ہیں یا جس شخص کو وہ اپنی بصیرت سے دیکھ لیں کہ یہ اس کام کے لئے موزوں و مناسب ہے۔ اسے خود شامل کر لیتے ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کا موجودہ زندگی کا عبوری دور ہوتا ہے۔ مگر فاذا کان الدار الاخرۃ تجلی الحق ظھورا ھنالک یعنی جب وہ فوت ہو کر دوسرے عالم میں چلے جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرماتے ہیں۔ تو وہاں ان کا کامل ظہور ہوتا ہے۔ ان کی قبور زندہ اولیاء اللہ کی طرح لوگوں کو فیض پہنچاتی ہیں۔ اور عالم برزخ میں ان کا پوری طرح ظہور ہوتا ہے۔ کئی مردہ دلوں کو اپنی باطنی توجہ سے زندہ و بیدار کر دیتے ہیں۔ کما قال الرومی سہ اے بسا در گور خفتہ خاکوار۔ بہ ز صد احیاء بنفع و انتشار

سایہ او بود خاکش سایہ مند   صد ہزاراں زندہ در سایہ وے اند

شیخ اکبر حسب عادت رجال اللہ کے ان تینوں طبقات کے متعلق مبسوط گفتگو کرتے ہوئے تیسرے طبقہ کے متعلق تصریح کرتے ہیں۔ فھم الطبقۃ العلیا و سادات الطریقۃ الملکی والمکانۃ الزلفی فی العلوۃ القصوی ولھم الید البیضاء فی علم البواطن واھلھا۔

"یہی طبقہ سب سے اونچا طبقہ ہے اور معیاری طریقہ کے یہی لوگ پیشوا و سردار ہیں۔ ان ہی کو قرب کا بلند ترین درجہ حاصل ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آنے والی زندگی میں بھی یہی لوگ ہر مقام پر "ید بیضا"، کے مالک اور اس کے اہل ہیں۔ فتوحات ہی میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں، فجلس ظواھرھم فی خیمات العادات والعبادات من الاعمال الظاھرۃ والمثابرۃ علی الفرائض فیھا والنوافل فلا یعرفون بخرق عادۃ فلا یعظمون ولا یشار الیھم بالصلاح الذی فی عرف العامۃ فتوحات ص ۲۳۵ جلد اول پس حق تعالٰی ان لوگوں کو عام عادتوں کے اور عبادات کے ظاہری اعمال کے خیموں میں چھپائے رکھتا ہے۔ یہ لوگ فرائض ونوافل کی پابندی پر جمے رہتے ہیں۔ اور غیر معمولی اعمال مثلاً کرامت وغیرہ کی ان کی شہرت نہیں ہوتی۔ اسی لئے لوگ ان کی عظمت بھی نہیں کرتے اور عوام کے نزدیک صلاح ونیکی کا جو معیار ہے اس کو ان کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتے۔ (منقول از مقالات احسانی) اب میں مختصر الفاظ میں حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری رح اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی کتابوں سے ثابت کروں گا۔ کہ ان بزرگانِ دین کی زندگی کا اگر طریقہ ملامتیہ کی زندگی سے مقابلہ کریں گے۔ تو عین یقین اس سلسلہ میں آپ کو مذکورہ بالا حقائق کا پتہ چلے گا۔

سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے حالاتِ زندگی اور مناقب کی سب سے معتبر اور مستند کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں لکھا ہوا ہے کہ آپ نے ایک روز مجلس وعظ میں فرمایا کہ اسے اہل عراق تم اس بات کا احسان نہ جتاؤ کہ تم اس کثرت سے میرے مجلس وعظ میں جمع ہو جاتے ہو۔ میری دلی آرزو تھی۔ کہ میں تمام عمر دہ بدہ اور شہر بشہر پھروں اور اپنی ساری زندگی خمول اور گمنامی میں بسر کروں۔ میں ایک آفاقی پرندہ تھا۔ لیکن قدرت نے میرے پر کتر ڈالے ہیں۔ اور تمہارے سامنے کرسی وعظ پر بٹھا دیا ہے۔ اور میرا یہ شغلہ تمہارے ساتھ اللہ تعالٰی کے امر اور اس کے رسول کے حکم سے ہے۔ نقل از سلطان الاوراد

یہ کام آپ نے اپنے روحانی جانشین حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے سپرد کیا کہ وہ دہ بدہ اور شہر بشہر پھر کر خمول اور گمنامی کی زندگی بسر کرتے اور یکسوئی اور یکجہتی سے اپنا باطنی فیض اور روحانی نور کنایہ صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ چنانچہ آپ نہایت حقیر لباس پہن اور مکروہ شکل اختیار کر کے اور کاسۂ گدائی ہاتھ میں لے کر در بدر گدائی کرتے پھرتے رہے۔ اور اس طرح آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ع

ہر کسے را مے نمایم زشت روئے۔ یعنی ہر شخص کے سامنے میں اپنے آپ کو بری شکل میں پیش کرتا ہوں۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ؎

نفس را رسوا کنم من از گدا   بر ہر درے قدمے زنم بہر از خدا

یعنی میں اپنے نفس کو گداگری سے رسوا کرتا ہوں اور محض اللہ کے امر سے لوگوں کو فیض پہنچانے

کے لیے ہر دروازہ پر جاتا ہوں۔

آپ نے اپنی ذات کے متعلق یا اپنے مجاہدات و ریاضات اور کشف و کرامات کے متعلق کبھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور نہ آپ نے اپنی زندگی میں پیری مریدی کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اور نہ روضہ، لنگر، خانقاہ سجادگی اور دنیوی عز و جاہ سے واسطہ رکھا ہے۔ بلکہ ہزاروں طالبوں کو فیض پہنچایا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو بیچ میں نہیں لائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں سہ تا توانی خویش را از خلق پوش ۔ عارفانے کے بوند ایں خود فروش
دوسری جگہ فرماتے ہیں سہ از دروں شو آشنا و از بیروں بیگانہ وش ۔ کم بود اندر زمانہ اینچنیں زیبا روش

حضور سلطان صاحب نور الہدیٰ کے صفحہ ۲۶ پر فرماتے ہیں "ایسا مرشد لباس بیگانہ اور دل حق سے یگانہ رکھتا ہے۔ چنانچہ شریعت کے اندر گاہے طرح طرح کے لذیذ طعام کھاتا ہے۔ اور شیریں شربت پیتا ہے۔ اور نفیس اطلس اور زریں زربفتی لباس پہنتا ہے۔ اور کبھی مفلس گداگر کی طرح دروازوں سے بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ یہ ہے فقیر عارف تمام است احمق خام" اسی کتاب کے حاشیہ پر مرشدی فقیر صاحب لکھتے ہیں "بعض کامل مکمل اکمل فقیر جب فقر کے انتہائی مقام پر فائز المرام ہو جاتے ہیں تو سیر و سفر دوام اختیار کر لیتے ہیں۔ اور کسی جگہ قیام اور مستقل مقام نہیں رکھتے۔ اسی طرح گمنام رہتے ہیں۔ بعض کاسہ گدائی لے کر در بدر بھیک مانگ کر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض اپنے آپ کو مجنوں اور دیوانہ بنا کر لوگوں میں چھپے پھرتے ہیں۔ ہمیشہ خزانے ویرانوں میں چھپائے جاتے ہیں۔ خدا کے خاص بندے شہرت اور انگشت نمائی سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔"

چنانچہ حضور قبلہ مرشدی نور محمد صاحب کے حالات پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی زندگی اسی نظریہ کی آئینہ دار تھی۔ حضور کے صاحبزادہ اور جانشین حضرت عبد المجید صاحب (حیات سروری) کے پیش لفظ میں فرماتے ہیں "کہ یہ ایک ایسے درویش بے گلیم اور فقیر بوریا نشین کے سادہ واقعات زندگی ہیں۔ جن کا سینہ اسلامی روحانی علوم کا ایک بحر ناپیدا کنار تھا۔ مگر جو ظاہری طور پر عالمانہ جبہ و دستار کے تکلفات سے بالکل بے نیاز تھے۔ فقر کے انتہائی بلند مراتب اور ارفع درجات پر متمکن تھے۔ مگر بادی النظر فقیرانہ وضع قطع اور درویشانہ رسمی سجادہ کی روایات سے قطعاً بے پرواہ تھے۔ جنہوں نے نام نمود اور ریاکارانہ طریقت سے دور ہٹ کر اپنی پوری عمر صرف خدا کی عبادت اور اللہ کے نام کی تبلیغ و اشاعت میں گزار دی۔ ان کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری رحمتہ اللہ علیہ تھا۔" سبحان اللہ کیا ہی شان تھی کہ حافظ شیرازی نے سچ فرمایا ہے۔ ؏ بآب و رنگ خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
حضور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پیری مریدی کا قطعاً شوق نہیں۔ البتہ یہ جال اس لئے لگایا ہوا ہے

تاکہ کوئی صاحب استعداد مرید بھی آکر پھنس جائے۔ اور میں نے اپنی زندگی میں جن خزانِ معرفت کو حاصل ہے۔ یہ امانت الٰہی اس کے سینے میں رکھ دوں پھر آپ نے فرمایا کہ جس طرح مرید ایک کامل مرشد کا متلاشی ہے۔ اسی طرح مرشد کامل بھی طالب صادق کا متمنی ہوتا ہے۔

حضور قبلہ عالم جب لائلپور رحمانیہ مل میں تشریف رکھتے تھے دن بدن آپ کی شہرت بڑھتی گئی۔ لوگ کثرت سے آنے جانے لگے۔ تو آپ نے بمعہ اہل و عیال اپنے آپ کو ڈیرہ اسماعیل خان منتقل کر لیا وہاں شہر میں کرایہ پر ایک مکان میں رہنا سہنا شروع کیا۔ حالانکہ لائل پور میں حضور کو فتوحات اور نذر و نیاز کا سلسلہ کثرت سے پیدا ہو گیا تھا۔ رہائش کے لیے نہایت اعلیٰ مکان بغیر کرائے کے ملا ہوا تھا۔ آپ کے اچانک تشریف لے جانے کی وجہ کسی کو معلوم نہ ہو سکی۔ میں نے آپ کے تشریف لے جانے کے بعد پنجابی شعروں "پیر دا وچھوڑا" کے نام سے ایک کتاب لکھی آپ کی اس انتقال مکانی کی وجہ کا پتہ نہیں چلا تھا۔ مگر آپ کے وصال کے بعد میرے محترم پیر بھائی محمد رفیق حجازی صاحب کے "فیض سروری" میں درج کردہ ایک خط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس کی دراصل وجہ یہ تھی۔ چنانچہ حضور اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں "کہ لائل پور میں رجوعات، تعلق کی وجہ سے طبیعت پر بوجھ رہتا تھا۔ اور اب یہاں بالکل تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے خوش وقت اور محفوظ ہوں۔"

ایک خصوصیت فرقہ ملامتیہ کی بتائی گئی تھی کہ وہ حالات کے تقاضوں کے مطابق علم کو استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ میں جبکہ زبان فارسی کا دور دورہ تھا اور عالمگیری میں جبکہ دفتری زبان بھی فارسی تھی۔ فارسی میں کتابیں تحریر فرمائیں۔ پنجاب کے عوام کے استفسار میں اپنی کتابوں کا مفہوم پیش کیا۔ اور حضرت فقیر نور محمد صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے موجودہ دور میں جبکہ انگلش زبان کا عروج ہے۔ اور سائنسی نظریات ترقی پذیر ہیں۔ اپنی کتابوں میں انگریزی تعلیم یافتہ کو تبلیغ کرنے کے لیے سائنس کے نظریوں سے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے اور پھر انگریزی زبان میں بھی کتاب تحریر کر کے وقت کے تقاضے کو پورا کیا ہے۔

گزشتہ مضمون میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ یہ طبقہ دنیوی اسباب معیشت کو بھی عوام کی طرح سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ اپنی زندگی میں ہل چلا کر اپنی روزی مہیا کرتے رہے ہیں۔ قبلہ فقیر صاحب بھی اپنی زمین پر گزارہ کرتے تھے۔ اور کچھ مدت امامت و خطابت کا کام بھی سرانجام دیا۔ یہ طبقہ تمام طبقوں سے نہایت ہی ارفع و اعلیٰ ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ ابتدائی زمانہ سلوک میں مدت اولیاء اللہ کی خدمت میں

فیض حاصل کرتے رہے ہیں۔ جن کا ذکر آپ نے اپنی کئی کتابوں میں کیا ہے۔ اسی دوران میں شاہ حبیب اللہ قادری ساکن گڑھ بغداد کا شہرہ سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی بغداد کی طرف آپ نے اپنے شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔ سے ب بغداد شہر دی کیا نشانی اچیاں لمیاں چیلاں ہُو۔

حضرت شاہ صاحب نے آپ کے باطنی کمالات و بلندی مقام کو دیکھ کر فرمایا کہ جس نعمت کو تم چاہتے ہو۔ وہ ہمارے امکان سے باہر ہے۔ البتہ میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ میرے پیر و مرشد سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمن دہلوی قادری کی خدمت میں چلے جاؤ۔ جو بظاہر شاہی منصب دار ہیں۔" چنانچہ مشہور یہی ہے کہ حضور سلطان صاحب نے دہلی میں جا کر آپ کی بیعت کر لی تھی۔ بحوالہ (مناقب سلطانی) اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی ملامتی طریقہ رکھتے تھے۔ اپنے ظاہر کو بادشاہ کی ملازمت میں رکھتے تھے۔ اور باطن میں وہ خدا تعالیٰ کے ملازم تھے ملامتیوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

پھر اس سلسلہ سلطان الفقر کے دوسرے فقیر حضرت امام حسن بصری رح ہیں۔ ان کا ایک واقعہ حضرت قبلہ فقیر صاحب نے سلطان الاوراد میں درج فرمایا ہے۔ "کہ ایک شخص ابو عمر جو حافظ قرآن تھا۔ اس کی غلط نگاہ ایک خوبصورت لڑکے پر پڑی تو اس کو قرآن ذہن سے اتر گیا۔ اس بیقراری کے عالم میں حضرت حسن بصری رح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ حج کے ایام ہیں۔ اس وقت حج کو روانہ ہو جاؤ۔ وہاں ایک مسجد خیف ہے اس کے بوڑھے امام جو محراب کے اندر بیٹھے ہوئے تمہیں ملیں گے۔ ان کو دعا کے لئے کہنا وہ شخص مسجد خیف پہنچا۔ تو امام صاحب وظیفہ میں مشغول تھے۔ انتظار کرنے لگا۔ دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک شخص جس نے اچھی طرح منہ سر لپیٹا ہوا تھا آیا سب لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے آتے ہی اس نے چند شاگردوں کو مسائل بتانے شروع کئے: سب کو پڑھانے کے بعد وہ بزرگ چلے گئے۔ جب سب لوگ مسجد سے چلے گئے۔ ابو عمر نے امام مسجد کو اکیلا پا کر اپنا مدعا عرض کیا۔ اس امام نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا پھر سر نیچے کر لیا فوراً ہی ابو عمر کو سارا قرآن یاد ہو گیا۔ ابو عمر نے کہا کہ میں نے اس کے قدموں پر سر رکھ کر بہت بہت شکریہ ادا کیا بعدہٗ اس بزرگ نے پوچھا۔ کہ میرا پتہ تجھے کس نے دیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ حسن بصری رح نے آپ کا پتہ دیا ہے۔ آپ نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا کہ حسن نے ہمارا پردہ پھاڑا ہے۔ اور ہمیں رسوا کیا ہے۔ ہم بھی اس کا شہرہ کریں گے۔" پھر اس امام صاحب نے بتایا کہ معلوم ہے کہ یہ چادر پوش جو آیا تھا جس نے درس قرآن دیا ہے۔ کون تھا۔ اس نے کہا معلوم نہیں فرمایا یہ بزرگ امام حسن بصری رح ہی تو تھے۔ جو ہر روز ظہر کی نماز بصرہ میں پڑھ کر باطنی صورت میں ہر روز یہاں تشریف لاتے ہیں اور ہمیں تعلیم دیتے ہیں۔" حضور فقیر صاحب نے یہ واقعہ لکھ کر نتیجہ نکالا ہے۔ "غرض کہ خاص الخاص فقراء ہمیشہ گمنامی اور خمول کو اپنا شیوہ بنائے رکھتے ہیں۔ اور شہرت اور خود فروشی سے کوسوں دور بھاگتے ہیں اب بہت بڑے پائے کے بزرگ

تھے۔ فقر اور معرفت میں یگانہ روزگار سلوک باطن کے پہلے امام ہوتے ہیں۔"

سلطان الفقراء کی سب سے پہلی کڑی جن کا نام نامی اسم گرامی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہے۔ ان کی زندگی بھی باوجود فقر کے اعلیٰ مقام پر ہوتے ہوئے نہایت فقر وفاقہ اور تنگی و عسرت میں گزری ہے۔ آپ اپنے ہاتھوں سے چکی پیستی تھیں۔ اپنے ظاہر کو بالکل سادہ دکھایا مگر باطن میں وہ خاصانِ بارگاہِ الٰہی و مقربانِ ذوالجلال میں شمار تھیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت میں مستغرق رہتی تھیں حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد تو آپ نے الگ رہنا سہنا شروع کیا اور ہر وقت عشق الٰہی میں اور محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں روتی رہتی تھیں۔ آپ نے فرمایا ہے۔ صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا یعنی مجھ پر اتنی مصیبتیں آپڑی ہیں کہ اگر ان کو روز روشن پر ڈالا جائے تو رات میں تبدیل ہو جائے۔

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو ۔ ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنے آستینوں میں

(۴) چوتھی خصوصیت سلسلہ قادریہ سروریہ میں یہ ہے کہ چونکہ اس میں سادگی ہے۔ کسی خاص لباس کی پابندی نہیں کوئی نشست و برخاست میں قید و بند نہیں اور نہ لمبے چوڑے چلوں اور ریاضتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور نہ اس میں کاروبار اور روزگار کو ترک کرنے کی تکلیف دی جاتی ہے اس لئے ہر کاروباری آدمی، ڈاکٹر، انجنیئر، ماسٹر، دوکاندار اور کاشتکار سب کے سب اس روحانی سلسلہ کو آسانی سے طے کر سکتے ہیں۔ صرف اپنے ماحول اور قلبی کیفیات کو بدلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

؎ کچھ اور چیز ہے۔ شاید تیری مسلمانی ۔ تیری نگاہ میں ہے ایک فقر و رہبانی
سکون پرستیٔ راہب سے فقر ہے بیزار ۔ فقیر کا ہے۔ سفینہ ہمیشہ طوفانی !!
یہ فقر مرد مسلمان نے کھو دیا جب سے ۔ رہی نہ دولت سلمانی و سلیمانی ! اقبالؒ

(فرقہ ملامتیہ کی تعریف حضرت سلطان العارفین کی کتابوں سے)

(واضح رہے کہ کامل فقیر، قادری سروری فقیر یا عارف کامل یا اہل خدا وغیرہ الفاظ کا جہاں حضرت سلطان صاحب نے ذکر کیا ہے۔ وہاں انہیں اپنا مقام و مرتبہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔)

(۱) "کامل فقیر ظاہر میں تو عوام الناس سے مل کر بیٹھا ہوا اور باتیں کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطن میں اسے حضوری حاصل ہوتی ہے۔" اسرار قادری ص۱۹

(۲) "یہ لوگ دنیائے فانی کے شور و شر سے فارغ البال ہوتے ہیں اور ہمیشہ معرفت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کی حالت فرشتوں کی سی اور ان کے مراتب کریم کے سے ہوتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔ خلقت میں گمنام اور لاہوت میں دائمی طور پر حاضر اور مشہور ہوتے ہیں۔" اسرار قادری ص۲۷

(۳) ”اگرچہ ظاہر میں دنیاوی تعلقات میں پھنس کر طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہے۔ اور محنتیں برداشت کرتا ہے۔ لیکن کسی پر اپنی باطنی حالت ظاہر نہیں کرتا پروردگار کے عارف اس بھاری بوجھ کو اٹھایا کرتے ہیں (امیرالکونین ص۷۵)

(۴) کامل فقیر کے سات مراتب ہیں:

(۱) ظاہر میں محتاج اور باطن میں لا یحتاج۔

(۲) ظاہر میں عاجز گدا باطن میں غنی۔

(۳) ظاہر میں اہل رنج باطن میں صاحب تصرف گنج۔

(۴) ظاہر میں اہل سوال باطن میں عارف باللہ ولی اللہ صاحب وصال۔

(۵) ظاہر میں دنیاوی علم سے جاہل باطن میں عالم فاضل اور عارف۔

(۶) ظاہر میں گمنام اور باطن میں اٹھارہ ہزار عالم میں مشہور و معروف۔

(۷) ظاہر میں اہل تقلید باطن میں اہل توحید۔

آخر میں فرماتے ہیں "کہ فقیر کی پہچان یہی ہے کہ مخلص اور معتقد ہو کر طلب مولیٰ کرے۔ راز داری کے کام سے باشعور ہو۔ اور جمعیت باطن سے صاحب حضور ہو۔ قرب دیدار ص۳۹

(۵) ”اس قسم کا عارف باللہ اگر معرفت کا سمندر بھی نوش کر جائے تو نہ ظاہر کرے گا نہ ہی جوش و خروش کرے گا۔ بلکہ وہ شریعت کا لباس ہمیشہ پہنے رہتا ہے۔ اور اسی میں کوشش کرتا ہے۔“ قرب دیدار ص۵۹

واضح ہو کہ حضور سلطان صاحب نے آج سے تین سو سال پیشتر کی بات بیان فرما رہے ہیں کہ عارف باللہ کو اپنی حالت کے چھپانے کے لئے شریعت کے لباس میں رہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں وہ چھپ سکتا ہے اس لئے کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب شرع خشک ملا ہوتا ہے۔ صوفی اور ولی اللہ اس لباس میں نہیں آتے لہٰذا چھپانے کے لئے وہی لباس اختیار کیا گیا موجودہ دور میں تو سب سے زیادہ بزرگوں کو اکثر گوشہ گمنامی اور کنج خمولی مل سکتی ہے۔ تو وہ ملا بنتے ہیں ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تو صوفی اور مولوی کو دو مخالف محاذ اور انہیں دو متباین نظریوں کے حاملین تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا کسی غار میں چھپنے اور گداگری کا پیشہ اختیار کرنے یا کسی ملامتی صورت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب سے بہترین گوشۂ عافیت موجودہ زمانے میں مولوی صاحب کا حجرہ ہے۔

؎ حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے — ورائے عقل ہیں اہل جنون کی تدبیریں

سلسلہ قادری سروری کی پانچویں خصوصیت

۵:۔ پانچویں خصوصیت اس سلسلہ کی یہ ہے کہ اس میں جو روحانی طاقت حاصل کی جاتی ہے وہ تمام شیطانوں، حاسدوں اور رجعتوں سے محفوظ و مصئون رہتی ہے، چنانچہ میرے پیرومرشد قبلہ فقیر صاحب رہ نور الہدیٰ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں ان باطنی تجلیوں کے حصول کے کئی طریقے ہیں، اور سب طریقوں میں رکاوٹیں، الجھنیں، اور بے شمار مصیبتیں اور آفتیں پیش آتی ہیں مگر سب سے پر امن طریقہ اور سلامتی کا راستہ تصور اسم اللہ ذات کا شغل ہے اس سے طالب کے وجود میں ذاتی نور پیدا ہوتا ہے، جسے نہ کوئی رجعت نہ کوئی نقص اور نہ کسی طرح کا آسیب اور زوال پیش آتا ہے، اس ذاتی نور کو ہمیشہ ترقی ہوتی ہے، اور وہ کسی طرح سلب اور زائل نہیں ہوتا، تصور اسم اللہ ذات کے سوا باقی جس قدر ظاہری باطنی اشغال مثلاً ذکر، فکر، نماز، تلاوت، روزہ، عبادات، وغیرہ صوفیائے کرام میں اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کے لئے جو طریقے رائج ہیں، سب میں ظاہری پاکی وضو غسل وغیرہ تعین وقت و مقام، آسیب موکلات، رنج رجعت، ریا، رجوعات خلق اور طرح طرح کے باطنی راہزن جن شیاطین ارواح خبیثہ کے جھگڑوں اور فسادات کی الجھنیں پیش آتی ہیں، لیکن شغل تصور اسم اللہ ذات بلا رنج و ریا کسی قسم کی پابندی و ابتلا نہایت پر امن راستہ ہے،"

اب طالبانِ راہ معرفت کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اگر تصور اسم ذات میں ہی تمام روحانی قوت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اسم محمدؐ کا تصور کیوں کرایا جاتا ہے حالانکہ حضرت سلطان العارفین نے تصور اسم محمدؐ پر بہت زور دیا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسم محمدؐ کے تصور سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں اور وہ دونوں فائدے تصور اسم ذات کے ہی ممد و معاون ہیں، ۱۔ اللہ تعالےٰ کا اسم جلالی ہے اور حضور علیہ السّلام کا نام پاک جمالی ہے، تصور اسم اللہ ذات کے کرنے سے جلالت کا پیدا ہونا ضروری ہے جس کا علاج اور تدارک یہ ہے کہ سب سے زیادہ جمالی اسم "محمدؐ" کے تصور کی مواظبت ہو، جب اس کا بھی ساتھ ساتھ تصور جاری رکھیں تو آپ جلالی تجلی کو نور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی جمالی تجلی سے ٹھنڈا کر کے اعتدال پیدا کر سکیں گے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ تصور اسم ذات کی پیدا کردہ تجلی سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اس برق روحانی پر سوار ہو کر سیدھے قرب و وصال اور مشاہدہ ذاتِ حق میں غرق ہو جاتا ہے اور پھر دائمی طور پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری اور مجلس محمدی کی حاضری نصیب ہو جاتی ہے، جو انسان کی آخری منزل مقصود ہے، جہاں اس مجلس نبوی کا ملازم ہو کر بلا واسطہ نگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم و معارف و اسرار ربانی

حاصل کرنا ہے، جو تصور اسم ذات کا حقیقی منشا تھا، اس مجلس محمدی کے لئے پہلے خو
و بوئے مصطفائیؐ اپنے اندر پیدا کرنا پڑتی ہے تاکہ اس بزم نبوی کے قابل ہو سکے، اس
کے لئے اسم محمدؐ سے بڑھکر کوئی زود اثر اور جامعہ نسخہ نہیں ہے ۔

راز درون پردہ ز رندان مست پرس
کیں حال نیست صوفی عالی مقام را،



پاکستان بھر میں تصوّف اسلام کی
واحد خانقاہ دارالعلوم "جامعہ صوفیہ" ہے
اس میں علم کے ساتھ عمل اور زہد و
ریاضت کی مشق بھی کرائی جاتی
ہے، یہ صحیح اسلامی تصوّف کی تعلیم
اور جھوٹے صوفیوں کیخلاف علم جہاد
بلند کرنا اس جامعہ کا خاص نصب العین
ہے

دارالعلوم "جامعہ صوفیہ" حقیقی
رُوحانیت کا علمبردار ہے،
جاہل صوفیوں اور خاندانی پیروں اور علم تصوّف
سے بے بہرہ گدی نشینوں کو موقع دیا جاتا
ہے کہ وہ صحیح علم رُوحانیت کو حاصل کریں
ورنہ اِس ترقی یافتہ دور میں عنقریب وہ
وقت آرہا ہے، کہ اُنہیں سخت
ذِلّت کا سامنا کرنا
پڑے گا۔

طالب کی شرائط

(۱) کامل مرشد کو چاہیئے کہ سچے یقین والے مرید کو طالب بنائے بے یقین طالب کو تلقین کرنا ہی بیفائدہ ہے کیونکہ وہ کبھی وحدانیت کی طرف راغب نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ دنیا اور نفس کی قید میں رہتا ہے۔ (فضل اللقاء)

(۲) طالب میں دو باتیں ہونی چاہیئیں ایک یہ کہ مال وجان جو کچھ مرشد کو درکار ہووے اس کو دے دیوے دوسرا اس کے حکم میں رہے وہ جو کچھ فرمائے کرے اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرے خواہ دینی ہو یا دنیوی۔ (امیر الکونین)

(۳) طالب پر فرض عین ہے کہ جو کچھ مرشد فرمائے اس سے سرِ مو خلاف نہ کرے اور مرشد کے سامنے کسی قسم کا دم نہ مارے۔ (نور الہدیٰ)

(۴) جو طالب منافق اور جھوٹا ہو اور بخیل ہو اس کے ساتھ مرشد کبھی محبت نہیں کرتا اور نہ اسے معرفت الٰہی سے محرم کرتا ہے۔ طالب حق صاف اور سادہ ہونا چاہیئے۔ (فضل اللقاء)

طریقہ قادری سروری سب پر غالب ہے

(۱) سالک کو چاہیئے کہ پہلے کامل مرشد کو جو عالم، عامل صاحبِ شریعت اور قادری سروری ہو، تلاش کرے اور اس سے دست بیعت کرے پھر سلوک کی راہ میں قدم رکھے کیونکہ قادری طریقے کی ابتدا کو بھی کسی طریقے کی انتہا نہیں پہنچ سکتی خواہ ساری عمر ریاضت میں پتھر پر سر مارا کرے۔ (شمس العارفین)

(۲) مرشد کامل قادری کی عطا اور بخشش اس طرح ہوا کرتی ہے کہ اس کا طالب دن رات قسم قسم کے کھانوں سے پیٹ بھر کر سوتا ہے لیکن ایک دم اور ایک پل اللہ تعالےٰ کے مشاہدے اور دیدار سے جدا نہیں ہوتا۔ (نور الہدیٰ)

(۳) طریقہ قادری میں وہ برکت ہے کہ جو شخص ایک ہی بار یقین خاص اور صدق دل اور اخلاص سے بزبانِ پاک کہدے یا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ اس پر ابتدا سے انتہا تک معرفت، فقر، اور ولایت کے تمام مقامات واضح اور روشن ہو جاتے ہیں حضرت شاہ محی الدین قدس سرہٗ کے اسم مکرم و معظم میں تاثیر مشاہدۂ معراج ہے۔ (نور الہدیٰ)

(۴) حضرت شاہ جیلانی قدس سرہ العزیز کا ناقص مرید بھی کامل سے بڑھ کر ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے پیر کے مدّنظر رہتا ہے (فضل اللقاء)

(۵) ہر ایک طریقے کی انتہا قادری طریقے کی ابتداء کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی، جو شخص دعویٰ کرے کہ مقابلہ کر سکتی ہے سمجھ لو کہ وہ جھوٹا، اہل حجاب اور مادر زاد اندھا ہے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں سچ سچ کہتا ہوں یہ کوئی حسد کی وجہ سے نہیں کہتا۔ (فضل اللقاء)

(۶) کامل قادری کے لئے حیات و ممات یکساں ہو جاتی ہے۔ (قرب دیدار)

(۷) دونوں جہان کو ایک گھڑی میں طے کر لینا سروری طریقے سے قادر و قدیر کی قدرت کے ساتھ آسان ہے۔ (کشف الاسرار)

مرشد طریقہ قادری سروری کی پہچان

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ قادری سروری کی پہچان بتاتے ہیں،

(۱) "قادری سروری" تارک، فارغ، لا یحتاج، بے طمع، اور بے ریا ہوتا ہے۔ (اسرار القادری)

(۲) عالم عارف باللہ، اولیاء اللہ، حق الیقین، ولی اللہ، تلمیذ الرحمٰن، نفس، شیطان اور دنیا پر غالب جن کے پیچھے پیچھے دنیا سرگرداں اور پریشان ہوتی ہے گو وہ کتنی ہی عاجزی وانکساری سے کام کرتی ہے لیکن وہ قبول نہیں کرتا، اس قسم کا فقیر اویسی، سروری، قادری، سرمدی، اہل انوار، اہل دیدار، اہل بقاء، اہل لقا، اہل باطن صفا، اہل حیا، اہل نفس فنا ہوتا ہے "(امیر الکونین ص۲۷)

(۳) سروری قادری مرشد صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت ہوگا۔

حضرت سلطان باہوؒ صاحب فرماتے ہیں۔

"واضح رہے کہ بہت سے لوگ محض غلطی و غلاظت وگمراہی کی وجہ سے اپنے آپ کو قادری کہتے ہیں، مثلاً رافضی وغیرہ صرف اس طریقہ کو پناہ اختیار کرتے ہیں، قادری اور اہل زندقہ میں بآسانی تمیز ہو سکتی ہے۔

قادری راہے شناسم بانظر،	ہیچو زرگر مے شناسد سیم و زر
قادری عارف خدا روشن ضمیر،	قادری قادر بود بر ہر امیر
قادری راہے شناسم از قدر،	قادری ہرگز نہ باشد گاؤ خر
قادری شد اولیا ہم با خدا	قادری دائم بصحبت مصطفٰے

توفیق الہدایت ص۵

"تمام طائفوں میں سے درحقیقت صرف اہل سنت وجماعت ہی معمور باطن اور مغفور ہیں، مثلاً طریقہ قادری سروری۔ (محکم الفقراء ص۱۱)

سروری قادری صرف اسم اللہ ذات سے باطن کے تمام راستے کھول دیتا ہے۔

حضور سلطان العارفین فرماتے ہیں وہ قادری کامل مرشد اسم اللہ ذات سے یکبارگی مرتبہ محبت منکشف کرتا ہے، جس کے ذریعے مراقبہ میں یا عین بعین سلطان الفقراء سے ملاقات کرتا ہے، جو اسے باطن میں فنا فی اللہ میں غرق کرتا ہے اور دریائے توحید اور نور ذات میں ڈبو دیتا ہے یا مجلس محمدیؐ میں پہنچا دیتا ہے"(فضل اللقاء ص۱۹)۔

(۵) سروری قادری فقیر اگر کسی کو سرِ باطنی کے لائق سمجھتا ہو تو پھر اسے پل بھر میں ولی بنا دیتا ہے اور اگر طالب کی اصلاح، استعداد، امتحان کی ضرورت ہو تو مدتوں تک اسے کچھ نہیں دیتا بہر حال اس کو اس معاملہ میں اپنی بصیرت کے مطابق پورا پورا اختیار ہوتا ہے۔

حضور سلطان العارفین فرماتے ہیں "اگر طالب سے ریاضت کرائے تو بارہ سال تک اور اگر بخشش کرے تو ایک لحظہ میں معرفت الٰہی تک پہنچا دے" توفیق الہدایت ص۳۴

کیونکہ سرّ باطنی عنایت کرنے کے لئے قابلیت شرط ہے اگر ناقص کو سرّ عنایت کیا گیا تو یہ طالب پر بھی ظلم ہوگا۔ کہ اس پہ وہ بوجھ لاد دیا گیا جس کے اٹھانے کا وہ اہل نہیں، ممکن ہے کہ وہ پاگل ہو جائے یا رجعت زدہ ہو کر عمر بھر مصیبتوں میں پھنسا رہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"جس طرح قبلہ گاہ کا ہر ایک پتھر لائق سجدہ نہیں نہ ہر ایک پتھر کسوٹی بننے کے لائق نہ ہی ہر ایک پتھر پارس ہوتا ہے اور نہ ہی ہر ایک پتھر لعل ہوتا ہے، اسی طرح نہ ہر انسان کا وجود معرفت اور وصال الٰہی کے لائق ہوتا ہے اور نہ ہر دل الٰہی خزانہ ہونے کی قابلیت رکھتا ہے نہ ہر ایک پہاڑ کوہ طور ہے، اور نہ ہر انسان حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرح کلیم اللہ ہے نہ ہر ایک پتھر سنگِ مرمر ہے اور نہ ہر دل محبت پہ ور ہے، (امیر الکونین)

کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

محبت کے لئے کچھ اہل دل مخصوص ہوتے ہیں — یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

"لیکن اس کام کے لئے طالب کا حوصلہ وسیع ہونا چاہیئے۔ کیونکہ کم حوصلہ وادیٔ عرفان میں کام نہیں آتا" (امیر الکونین ص۱۱۱)

؎ سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند — سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید تا دوست آید بکنار — ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

(۶) حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ گنج الاسرار کے ص۶ پر فرماتے ہیں۔

"صاحب طریقۂ قادری کے تین نشان ہیں اوّل یہ کہ تصور برزخ اسم اللہ اور ذکر اللہ سے اس کا دل غنی ہوتا ہے۔ اس کی نظر میں زر و خاک برابر ہوتی ہے۔

دوم یہ کہ صاحبِ مقام قادری کو اللہ تعالےٰ اتنی قوت عطا کرتا ہے کہ وہ طالب اللہ کو ایک نظر میں ابتدا سے انتہا تک مقامِ معرفت طے کراتا ہے۔

سوم طریقہ مرشدی قادری کی یہ صفت ہے کہ جسے چاہے ایک روز میں اپنے مرتبہ تک پہنچا دے"
(۷) دین و دنیا میں وہ کامیاب ہوتا ہے اسے تصرفات کونین پر کامل طور پر قدرت ہوتی ہے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کئی جگہ اپنی کتابوں میں فرماتے ہیں "مجھے ان بے وقوف لوگوں پر تعجب آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں دین و دنیا دونوں عطا ہوتی ہیں۔ یاد رکھو یہ محض شیطانی مکر و فریب اور نفسانی حرص و ہوا ہے، دین اور دنیا دونوں صرف قادری کو عطا ہوتی ہیں، جس کے سبب وہ دونوں جہان پر حکمران ہوتا ہے"۔ (عملیات سلطانی وغیرہ)
(۸) علم دعوت قبور صرف سروری قادری کو ہی حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس کی تمام کنجیاں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ بانی سلسلہ قادریہ سروریہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہ صرف اپنے منتسلین کو ہی عنایت کرتے ہیں، چنانچہ جس مرشد قادری کے پاس علم دعوت قبور ہوگا اس میں یہ سات علامتیں ہوں گی، جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

۱:۔ اس کے وجود سے ایک خاص قسم کی خوشبو آئے گی۔
۲:۔ وہ ظاہر و باطن میں غنی دل ہوگا۔
۳:۔ وہ جو بات کرے گا قرآن و حدیث کے مطابق کرے گا۔
۴:۔ لباس شریعت کے مطابق پہنے گا۔
۵:۔ مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کو اختیار کرے گا۔
۶:۔ ہمیشہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے گا۔
۷:۔ سخاوت میں بے نظیر ہوگا۔

(شمس العارفین)

اگر یہ باتیں اس میں نہیں تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس پر دعوت قبور کا رستہ نہیں کھلا۔
چنانچہ اس زمانہ کے یکتا فقیر، مردہ دلوں کے لئے عیسئے نفس پیر، اور زمانہ حال کے صحیح رہبر و دستگیر، حضرت سلطان باہوؒ کی سچی تصویر، جس کی اک نگاہ طالب مولا کے لئے اکسیر، جن سے ہمارا ظاہر و باطن مستنیر، اللہ تعالٰے کے پیارے روشن ضمیر قبلہ مرشدی و مولائی فقیر نور محمد صاحب قدس سرہٗ سلسلہ قادریہ سروریہ میں بے مثل اور بے نظیر تھے، آپ میں یہ تمام علامات بتمام و کمال موجود تھیں، آپ نے دعوت اسم ذات اور علم دعوت قبور کئی طالبوں کو سکھایا اور اپنے پیر کی سنت کے مطابق کتابوں کے ذریعہ لوگوں کو فیضیاب کیا، غالباً حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے یہ اشعار اپنی بصیرت سے

آپ ہی کے حق میں فرماتے ہوں گے ۔

؎ نور از نور است روشن نور بے برد با حضور
نور از ناری نیاید نور با نور رسش ظہور (فضل اللقاء ص ۵۰)

؎ فقر حق نور است ذاتِ از ذاتِ نور
کل مخلوقات شد روشن ز نور ۔

(تیغ برہنہ ص ۲۲)

فقیر قادری سروری کا لائحہ عمل

جس طرح میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ تصوف اسلام ہی کی ایک عملی شکل ہے ، جس طرح اسلام ایک ہمہ گیر تحریک ہے اسی طرح تصوّف بھی ایک عالمگیر تحریک ہے ، اس کا نقطۂ نگاہ عقل پر مبنی نہیں عشق پہ مبنی ہے اس لئے اس میں وسعت ہے اس کا ایک رُخ خدا کی طرف اور دوسرا رُخ کائنات کی طرف ہے ، اس کا لہجہ روحانی بھی ہے اور آفاقی بھی ہے ، تصوّف بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے آیا ہے یہ اخلاقی سماجی ، روحانی ، زندگی کے معیار کو بلند کرنے کے لئے آیا ہے ، یہ محبت بین الناس کے ساتھ ساتھ مخلوقات کا خالق کائنات سے بھی ایک رشتہ قائم کرنا چاہتا ہے جو رشتہ عبودیت سے بڑھ کر والہانہ محبت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اگرچہ دنیا میں متعدد مذاہب جاری ہیں لیکن ہر اس مذہب کے پرستار جو وجود باری تعالےٰ کو کسی نہ کسی شکل میں تسلیم کر چکا ہے وہ مے خانۂ عشق خداوندی کے مے خوار بن چکے ہیں ، ایشیا کی سرزمین وہ مقدس زمین ہے جہاں سے دنیا کے قریب قریب تمام مذاہب جاری ہوئے ہیں ، اور آفتابِ روحانیت اکثر اسی افق سے طلوع ہوا ہے مصر ، عرب ، ایران ، چین ، سرزمین پاکستان و ہند اپنی باطنی اور روحانی تعلیمات کے اعتبار سے تمام ممالک عالم میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں حیرت یہ ہے کہ یورپ بھی اپنی موجودہ مادہ پرستی کے باوجود باطنی مسالک اور روحانی میلانات سے الگ نہیں رہا ، کیونکہ صوفیا کے نزدیک تصوّف مذہب باطنی کا نام ہے ، سپر چولسٹ جو اس وقت یورپ و امریکہ میں پھیلے ہوئے ہیں ، روحانیت ہی کے علمبردار ہیں ، ان بیانات سے صوفیانہ باطنی ذوق کی وسعت و مقبولیت اور ہمہ گیری کا جو اندازہ ہوتا ہے وہ صاف صاف بتاتا ہے کہ یہ جذبہ انسان میں فطرتاً ودیعت ہوا ہے ، جب یہ اپنی قوت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو مادیت کی تمام بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں اور کائنات گویا ایک روح لطیف میں تحلیل ہو جاتی ہے ، تصوف کا جذبہ ایک شعلہ جانسوز ہے اس کا مقام وہ ہے جہاں انسان کے ارادہ میں غیر معمولی پختگی نظر آنے لگتی ہے ۔

من کی دنیا من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق

تن کی دنیا تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن

من کی دنیا ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں ،

تن کی دنیا چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

صوفی اپنے مشاہدات کی کیفیت عقل و استدلال سے دوسروں کو سمجھا نہیں سکتا البتہ وہ اگر اس مقام پر پہنچ جائیں تو وہ اپنے مشاہدات کی لذت سے ان کو آشنا کر سکتا ہے ، عقل اس کے نزدیک صرف مادی وسائل کو سمجھانے کے لئے عطا کی گئی ہے مسائل روحانی صرف روحانی تعقل کی حدود میں آ سکتے ہیں ، کسی روحانی شئے کا علم اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم خود ہی شئے بن جائیں اگر ہم محبت کو سمجھنا چاہیں تو محبت کر کے دیکھیں ، اگر نغمہ کو جاننا چاہتے ہو تو نغمہ گر بنیں ، اسی طرح اگر عرفان خدا حاصل کرنا چاہیں تو ہم کو مظہر خدا بن جانا چاہیئے۔

صوفی جب اس قسم کے مشاہدے کی طرف دعوت دیتا ہے تو ناواقف لوگ فطرتاً اس کے بیان پر اظہار اشتباہ کرتے ہیں ، وہ ایک ایسے شخص کی حیثیت رکھتا ہے جس کو بے بصارت لوگوں کی دنیا میں یکایک بینائی بخش دی گئی ہو ، اور وہ طلوع آفتاب کا منظر دیکھ کر اپنے نابینا رفیقوں کو اپنے ناکافی الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہو یقیناً اس کا بیان سننے والوں کو غیر معقول اور بے ربط معلوم ہوگا ، لیکن یہ تشبیہ بھی مکمل نہیں اس لئے کہ صوفی اس شخص سے بعض حالتوں میں مختلف ہے اول تو یہ کہ وہ بالکل تنہا ہے ، صوفی تنہا نہیں تمام ادوار و اعصار میں کچھ لوگ ایسے موجود رہے ہیں جن کو باطنی نظاروں کا موقعہ ملتا رہا ہے ، دوسرا یہ کہ کائنات محروم بصارت لوگوں ہی سے آباد نہیں اس میں اہل نظر بھی موجود ہیں اسی لئے صوفی بنی نوع انسان کو اپنی طرف متوجہ رکھنے میں ہمیشہ کامیاب رہا ہے ، اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو کب کی صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ، اب بھی اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بکثرت ایسے لوگ ملتے ہیں جن میں صوفیانہ صلاحیتیں موجود ہیں لیکن انہیں صحیح تربیت دینے والا کوئی نہیں ملتا ،

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

مگر ملکوں تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں رہا ہی

یہ تو ان کے روحانی ، وجدانی ، اور عالم بالا سے وابستگی کی داستان تھی ، اب اُن کے دوسرے رُخ یعنی دنیوی معاملات کے متعلق غور کریں تو اس میں بھی ان کے خیالات کے ایسے روشن نمونے ملیں

گے جن پر انسانیت کی تعمیر کی گئی ہے چونکہ یہ ایک عالمگیر نظام ہے اس لئے ہر قسم کے اخلاقی، سماجی، اور معاشرتی، اقتصادی مسائل میں بنی نوع انسان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ اس کا تصور بہت بلند ہے یہ ہمہ گیر محبت و اخوت پیدا کرنے کا حامی ہے یہ چھوٹے چھوٹے فروعی اور خانگی مسائل پر تشتت و افتراق پیدا کر کے جماعت بندی کا قائل نہیں یہ لوگوں کے دلوں سے دنیائے دنی کی محبت کو نکال کر جو تمام جھگڑوں اور تفرقہ بازیوں اور عداوتوں کا سرچشمہ ہے۔ ایک ایسی لازوال اور ناقابل تغیر سرچشمہ حقیقت کا والہ و شیدا بنانا چاہتا ہے، جہاں ہر شے میں وحدت ہی کی جلوہ گری ہے، یہ رہبانیت پسند لولوں، لنگڑوں کا نمائندہ نہیں یہ ہر شخص کو محنت و مشقت کر کے کمانے اور کھانے کا سبق دیتا ہے، یہ امن پسندی کا علمبردار ہے، اس تحریک کے رہنما و پیشوا کو خداتعالیٰ نے فرمایا ہے، ما ارسلنک الا رحمة اللعالمین (اے رسول ہم نے تجھے انسانیت کے لئے رحم و امتنان بنا کر بھیجا ہے) غرضیکہ اس کا ایک رُخ خداوند قدوس کی طرف اور ایک مخلوق کی طرف ہے، یہ روح انسانی اور حقیقت مطلقہ کے درمیان ایک واسطہ ہے، یہی وہ نصب العین ہے جسکے حصول کے لئے کوشش کرنا فقیر قادری سروری کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے، یہی اس کا لائحہ عمل ہے جس پر وہ خود بھی عمل کرتا ہے اور تمام دنیا کو دعوت عمل دیتا ہے افسوس کہ مسلمانوں نے اس روحانی نظام سے جو ان کا موروثی علم تھا روگردانی کر لی، اب بھی اگر مسلمان خواب غفلت سے اٹھیں اور اس روحانی علم کو اپنائیں تو دنیا و آخرت ہر دو کی بادشاہت اور سلطنت ان کے قدم چومے گی۔ قادری سروری فقیروں کے رہنما اور صحیح تصوف کے پیشوا فقیر نور محمد صاحب قدس سرہٗ نے بالکل بجا فرمایا ہے "وہ اہل یورپ کا سیاسی فہم اور فراست پولیٹکل دور بین داد دینے کے قابل ہے، ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جس طرح بن پڑے مسلمانوں کو اپنی اصلی دینی سپرٹ اور روحانی ہتھیاروں سے عاری اور محروم رکھا جائے، انہیں کامل یقین ہے کہ اگر شیر اسلام پھر اپنے دینی دانت اور روحانی ناخن حاصل کر چکا تو پھر ہم مادی حیوان کہیں کے نہیں رہیں گے، کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اگر مسلمان اپنے خدا کے سچے خادم بن گئے تو ان کا خدا ان کے ساتھ ہو گیا تو قادر قدیر ذات ابابیل پرندوں سے ہوائی جہازوں اور ان کنکریوں سے ایٹم بم کا کام لینے لگ جائے گا، انہیں اچھی طرح یاد ہے کہ مسلمانوں کے خدا نے نمرود مردود کے زبردست جرار لشکر کو ناچیز مچھروں سے ہلاکت کے گھاٹ اتار دیا تھا، انہیں خوب معلوم ہے کہ فرعون کے لاکھوں فوجیوں کی تیز تلواروں اور چمکدار نیزوں اور ہامان کے زبردست ساز و سامان اور تدبیروں کے مقابلے میں ایک اسرائیلی درویش موسیٰ علیہ السلام کے عصائے چوبیں نے کیا کارہائے نمایاں سر انجام دیئے اور کس طرح ایک زبردست بادشاہ کو اپنے لاؤ لشکر سمیت آب نیل کے اندر تہس نہس کر دیا تھا، غرض

مسلمانوں کی آسمانی طاقت کی ہیبت اور حشمت آج تک اُن کے دلوں پر چھائی ہوئی ہے اور شیرِ اسلام کی خوفناک اور مہیب گرج ان کے دماغوں میں آج تک گونج رہی ہے لہٰذا وہ ہمیشہ سے مسلمانوں سے ان کی دینی دولت اور روحانی ہتھیار چھین لینے کے درپے رہے ہیں "عرفان" ختم دم چنانچہ کس حد تک انہوں نے اس میں کامیابی حاصل کر لی ہے کہ آج غیر مسلم قومیں روحِ اسلامی یعنی تصوّف کے خلاف اتنی برسرِ پیکار نہیں جتنا خود مسلمان اس کے درپئے آزار ہے اور اس کو مٹانے اور ختم کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔

؎ خندۂ اہلِ جہاں کی مجھے پرواہ کیا ہے — تم بھی ہنستے ہو میرے حال پہ رونا ہے یہی

اس دورِ الحاد و زندقہ میں جبکہ عمریں کم اور کاروبار زیادہ ہیں ایک ایسے مختصر اور زود اثر نظامِ تصوف کی ضرورت تھی جس سے کاروبار میں تعطل بھی پیدا نہ ہو اور منازلِ روحانی بھی طے ہو جائیں، طویل ورد و وظائف اور کثرتِ ریاضت و مجاہدات سے بھی انسان بچ جائے اور خدا تعالیٰ کے قرب و مشاہدہ اور معرفتِ الٰہیہ کا ذریعہ بھی بن جائے اس مقصد کے لئے حضور سلطان العارفین قدس سرہٗ نے ایک بہترین لائحہ عمل تیار کیا جو نہایت ہی مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ منفعت و فوائد کے لحاظ سے تمام سلاسل سے زیادہ سریع الاثر اور شارٹ کٹ راستہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقر و معرفت کی انتہا یہ ہے کہ سالک ہمیشہ خدا تعالےٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہے اور ہر آن ذاتِ الٰہی کی محبت و عشق میں ڈوبا رہے اور حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی باطنی روحانی مجالس میں شریک ہو کر ہر کام میں براہِ راست حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے راہنمائی حاصل کرے، اس مرتبہ سے بلند اور کوئی رتبہ نہیں باقی جس قدر مقامات ہیں وہ ان مذکورہ بالا دو مقامات کے حصول کا ذریعہ ہیں اور ان منازل تک پہنچنے کے لئے بمنزلِ سیڑھی کے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں جو تجربہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے مشاہدہ میں دوام استغراق حاصل کرنے اور مجلس نبوی کی حضوری کے لئے جس چیز کو سریع الاثر پایا ہے، وہ صرف دو چیزیں ہیں، تصورِ اسم ذات اور دعوت قبور پہلے تصورِ اسم ذات کا شغل بلا مشقت و محنت بلا رنج و ریا ہر قسم کی رنجشوں سے محفوظ اور ہر پابندی سے بے نیاز انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے یقین راسخ اور مرشد کامل کی توجہ سے جب یہ صحیح طور پر تصور قائم ہو جائے تو بہت جلد منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

تصوّر اسم ذات

تصور اسم ذات قرب و مشاہدۂ حق اور وصالِ الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے، روحانی منزل طے کرنے اور باطنی سیر الی اللہ کے لئے مشعلِ راہ ہے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ صاف کپڑے پہن کر باوضو کسی پاک جگہ پالکی مار کر مربعہ ہو کر بیٹھے معدہ خالی ہو اور دل ہر قسم کے خیالات و تفکرات سے پاک صاف کر کے قلب کے اوپر توجہ کر کے اللّٰہ لکھا ہوا دیکھے اگر اور آسانی چاہتا ہے تو کسی کاغذ پر قلب کا نقشہ بنائے اور اس کی زمین سیاہ رکھے درمیان میں لفظ اللّٰہ سفید لکھا ہوا دکھائے پہلے اس پر پوری طرح نظر جمائے، آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر کے وہی تصور قلب کے مقام پر کرے تو بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو گا۔ اگر وساوس شیطانی کا غلبہ ہے اور تصور میں یکسوئی اور خیالات میں دلجمعی پیدا نہیں ہوتی تو تصور میں بیٹھنے سے پہلے الحمد شریف، آیۃ الکرسی، چہار قل تین تین بار اس کے بعد درود شریف، استغفار، سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ، آیت وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ، کلمہ تمجید، کلمہ طیب، تین تین بار پڑھ کر سینہ پر دم کرے اور پھر تصور کرے یقیناً کامیاب ہو گا۔

اگر پھر بھی تصور قائم نہیں ہوتا تو صاحب تصور اپنی انگلی شہادت کو قلم خیال کرے اور آفتاب کو بمنزل دوات سمجھے اپنی انگلی کو عالم تصور میں آفتاب کی دوات میں ڈال کر قلب کی تختی پر اسم اللّٰہ مرقوم کرے، بار بار لکھنے سے تصور قائم ہو جائے گا۔

اگر دل پر اسم اللّٰہ ذات لکھنے سے قلب میں حرارت بڑھ جاتی ہے اور دل میں اختلاجی کیفیت شروع ہو جاتی ہے، یا دل میں خفقان اور دل گھٹنے کی نوبت آ جاتی ہے تو پھر پیشانی پر تصور کرنے کی مشق کرے، اگر کسی وقت دل پر اور کسی وقت پیشانی پر تصور کرے تو پیشانی پر تصور کرنے سے عالم علوی اور دل پر تصور کرنے سے عالم سفلی کی تمام چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں یا یوں سمجھیں کہ پیشانی پر تصور سے روح میں بیداری اور قلب پر تصور کرنے سے اطمینان قلب اور سکون میسر ہو گا۔

حضرت قبلہ فقیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی طالب کا نفس سرکش ہو اور شہوت کا غلبہ ہو طبیعت خدا کی طرف مائل نہ ہوتی ہو بلکہ معصیت کی طرف راغب ہو تو اسم اللّٰہ ذات کا تصور ناف کے مقام پر کرے اگر ان تینوں مقامات پیشانی، قلب اور ناف پر تصور قائم ہو جائے تو اس کے بعد مشق وجودیہ شروع کرے یعنی اسم اللّٰہ ذات کو ہر اعضاء پر منقش کرے تاکہ تمام جسم ذاتی اسم سے نوری ہو جائے،

اور تمام اعضاء سے بشری میل دھل کر جسم پاک و مزکی ہو جائے اور سب اعضاء روح کی طرح لطیف اور ملکوتی ہو جائیں۔

ان تصورات کے ساتھ ساتھ سینے پر اسم محمدؐ کا تصور بھی کرتا ہے وہ اس طرح کہ اسم محمدؐ کے دونوں میم پستانوں پر آجائیں اور حرف دال دل پر آجائے۔ اسم اللہ ذات سے جذب جلالی پیدا ہوتا ہے اور اسم محمدؐ سے جذب جمالی پیدا ہوتا ہے۔ اس جلال و جمال کے امتزاج سے ایک معتدل قوت پیدا ہوگی۔ جسے انسان برداشت کر سکے گا۔ عموماً بعض طالبوں کو اسم ذات کی مشق کرتے وقت طبیعت میں خشکی بڑھ جاتی ہے، غصہ زیادہ آنے لگتا ہے، دنیا سے تنفر اور بے زاری حد سے زیادہ ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مخلوق سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے، گھر بار چھوڑ کر بیوی کو طلاق دے کر جنگل میں بیابانوں میں چلا جاتا ہے، دنیاوی کاروبار کو ترک کر کے ضروریات کے لئے بھیک مانگنا شروع کر دیتا ہے، اور اس طرح بہت بڑی رجعت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو جاتا ہے، اسم محمدؐ کے تصور سے انسان میں خوئے بوئے محمدی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے خلق محمدیؐ کا ظہور ہوتا ہے اور حضور علیہ السلام کی زندگی جس میں دین و دنیا کی کامیابی کا راز ہے جو بیک وقت استغراق و مشاہدہ کی کیفیت اور دنیاوی مشاغل میں انہماک قائم رہتے ہیں اور عبادات و معاملات بااحسن وجوہ سرانجام پاتے رہتے ہیں، اس مشق سے قرب محمدیؐ اور مجلس محمدیؐ کی حضوری کے لائق ہو جاتا ہے اتباع شریعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور پھر مجلس محمدیؐ میں حاضر ہو کر بلاواسطہ نگاہِ مصطفویؐ سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ براہ راست تجلیات انوار الٰہی کی برداشت ایک ضعیف البیان انسان کے بس کی بات نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر ایک تجلی کے کروڑویں حصہ کی تاب نہ لا سکے اور خرّ موسیٰ صعقا کے مطابق بیہوش ہو کر گر پڑے یہ حصہ صرف حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا ہے

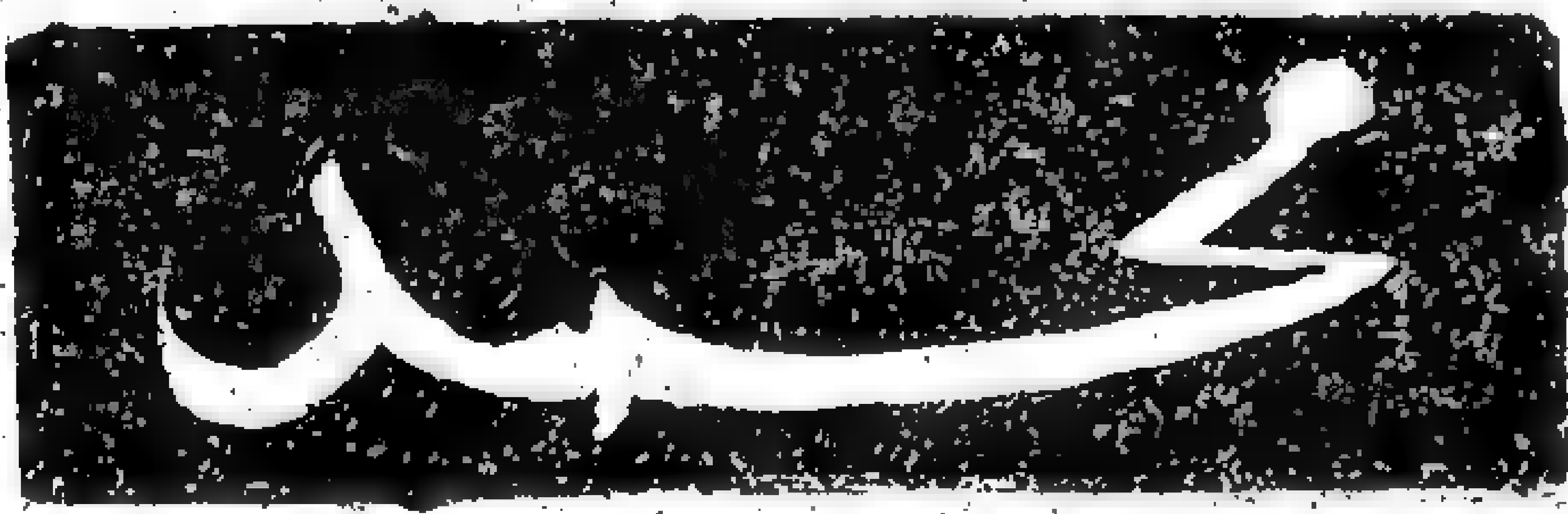
گر تو عین ذات مے نگری در تبسمی ما

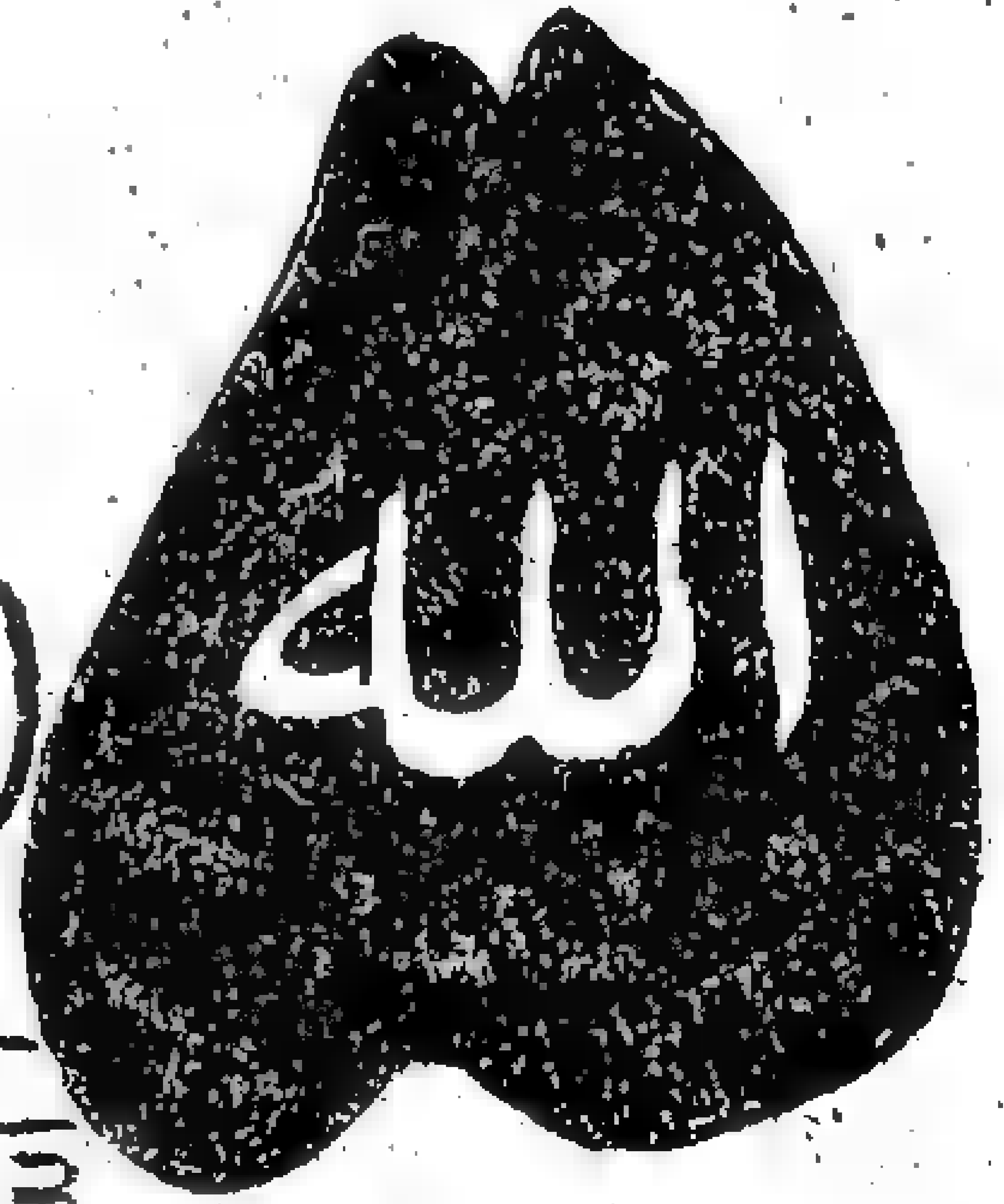
لہٰذا ہم اگر بوساطت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کی تجلیات کو حاصل کریں تو برداشت کر سکیں گے کیونکہ ان نوری تجلیوں کی جلالی گرمی اور تیزی جب نور مصطفوی کی جمالی صورت پر پڑ کر ٹھنڈی ہو کر ہم تک پہنچے گی تو ہم اُن کے متحمل ہو سکیں گے۔ اگر تصور اسم ذات کے ساتھ ساتھ سانس سے بھی اللّٰہ کے ذکر میں مشغول رہے تو اس پاس انفاس سے انتہائی سرعت کے ساتھ روحانی ترقی میں کامیابی حاصل کرتا ہے، گویا سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ

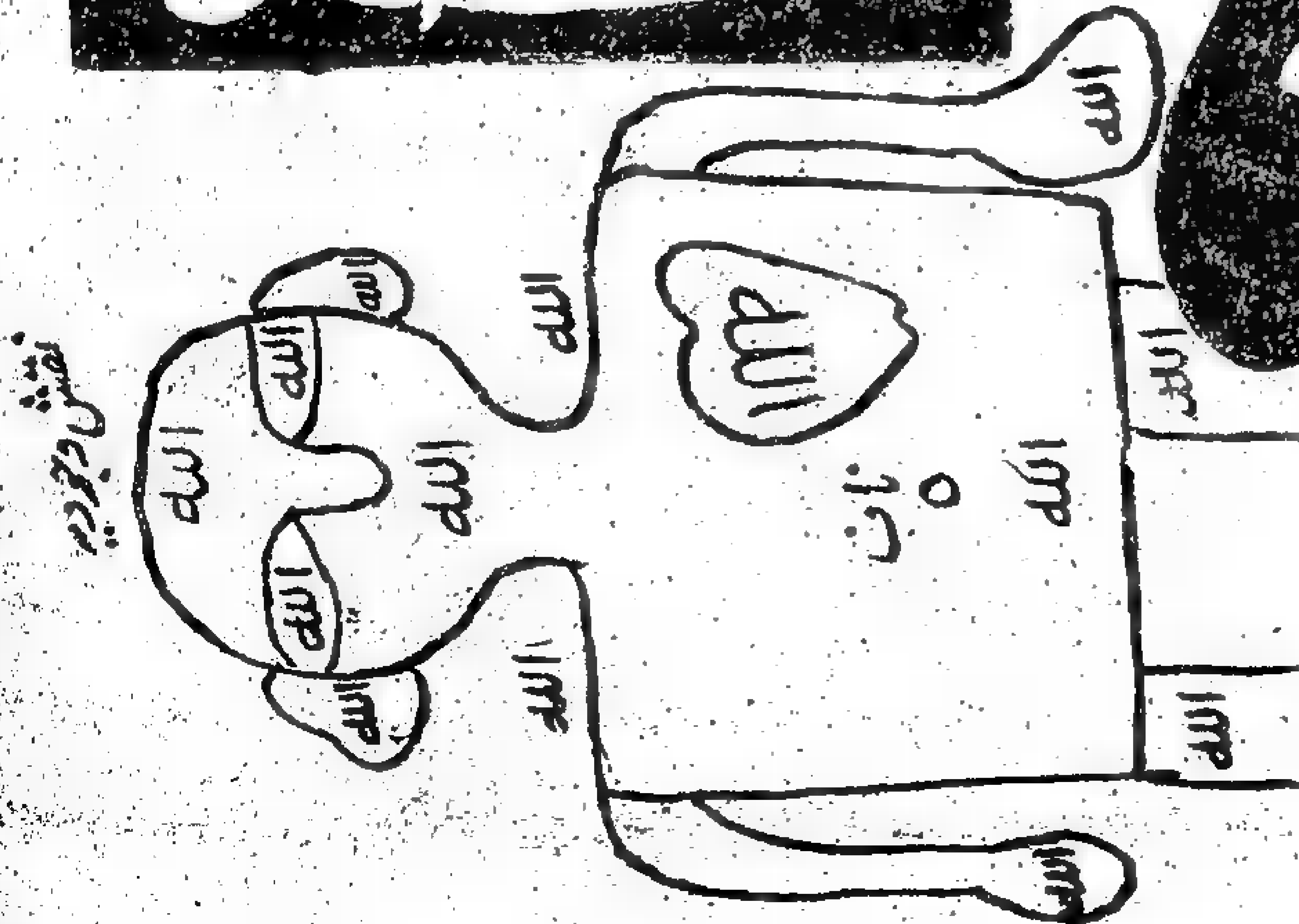
تصور نہ اکھڑنے پائے اگر پاس انفاس سے تصور قائم نہ رہ سکے تو صرف تصور ہی کرتا رہے، ابتدا میں پاس انفاس کرتے وقت زبان تالو سے لگا کر اللہ کرے سانس اندر لے جاتے وقت اللہ اور باہر نکالتے وقت ھو کہے۔ اسی طرح تصور اسم محمدؐ کے ساتھ بھی پاس انفاس کرے، سانس اندر لے جاتے وقت محمد رسول اللہ باہر نکالتے وقت صلے اللہ علیہ وسلم کہے تو اس سے مزید فائدہ ہوگا

یہ خیال رہے کہ بعض اوقات ابتدا میں طالب کو تصور اور پاس انفاس سے کوئی مشاہدہ اور انکشاف یا باطنی لطف حاصل نہیں ہوتا تو اس سے بددل ہو کر مشق کو ترک نہ کرے کیونکہ یہ شغل پاک جس کی مداومت اور استقامت سے تمام صوفیائے کرام نے اعلےٰ مدارج حاصل کئے ہیں اگر کسی کے جسم میں جلدی کسی اثر کا ظہور نہ ہو تو یہ اس کی اپنی ذاتی کمزوری ہے اور کچھ نہیں تو کم از کم ایک نہایت ہی اعلےٰ شغل ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کی یاد میں لگا ہوا ہے کیا یہ کچھ کم ہے کہ ہر قسم کے جھوٹ اور غیبت اور گالی گلوچ سے اس کی زبان، دل، دماغ محفوظ ہیں اور یہ سب چیزیں خدا کی یاد میں لگی ہوئی ہیں اصل مقصد تو یہی ہے باقی رہا تو اردات وانکشافات اگر یہ بھی ہو جائیں تو خدا کا شکر کرے لیکن یہ زائد من المقصود ہیں اصل مقصود خدا تعالےٰ کی محبت اس کی عبادت اور اس کی یاد ہے۔

نقش اسم ذات　　　　نقش اسم محمدؐ







اگر انسان کسی کام میں پوری کوشش کرتا ہے تو وہ ضرور کسی نہ کسی دن کامیابی کا منہ دیکھتا ہے محبت والا کسی حال میں بھی ہمت ہار کر محبوب کی طلب کو ترک نہیں کرتا ۔

دست از طلب ندارم تا کارِ من بر آید، یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن بر آید

(میں محبوب کی طلب سے باز نہ ہوں گا یہاں تک کہ میں مقصود کو پہنچ جاؤں یا تو میرا تن محبوب تک پہنچ جائے یا تو جان ہی تن سے جدا ہو جائے ۔

اندریں رہ مے تراش و مے خراش
تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

جس طرح تصور اسم ذات کے پاس انفاس سے فائدہ زیادہ ہوتا ہے ۔ اسی طرح اگر مشق وجودیہ کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی شغل سلطان الاذکار جاری رکھے تو اس سے ہر بن مو سے ذکر جاری ہو جائے گا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کرکے اور کانوں کو انگشت شہادت سے بند کرکے بیٹھ جائے، کانوں میں جو ایک آواز پیدا ہوتی ہے اس کی طرف متوجہ ہو اور زبان سے یا دل سے اسم ذات کا ورد رکھے اور سر سے لیکر قدم تک اپنے وجود کے ہر بن مو سے پوری ہمت کے ساتھ ایسا متوجہ ہو اور یہ سمجھے کہ نفس کے آنے جانے میں ہر بال کی جڑ سے اللہ جاری ہے سانس اندر داخل کرتے وقت اللہ اور باہر نکالتے وقت ھو کا خیال رکھے اور ہر بال کو تصور میں ایسا دیکھے کہ وہ بھی میرے ساتھ کبھی کھڑا ہو جاتا ہے اور کبھی بیٹھ جاتا ہے اور پوری طرح ذکر میں مشغول رہے جب یہ مشق کامل کرلے تو بے اختیاری طور پر ہر بن مو سے ذکر جاری ہو جائے گا ۔

ذکر بالجہر

مبتدی کے لئے کلمہ طیبہ کا ذکر بالجہر بے حد مفید ہوتا ہے، کیونکہ ابتدا میں وساوس شیطانی اور خطرات نفسانی کا زور ہوتا ہے لہذا ہر وقت اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے لا الٰہ الا اللہ پڑھتے رہیں اور کبھی آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتا رہے اور اسم ذات اللہ بھی پڑھنا معمول بزرگان دین ہے لیکن ان ہر دو اذکار کے ساتھ درود شریف کی کثرت رکھے تاکہ طبیعت میں جلالت پیدا ہو کر رجعت کا سبب نہ بن جائے ۔

مرشد کامل طبیب حاذق کی مانند ہے جس شخص کے لئے جو مناسب شغل تجویز کرے اسی پر عمل پیرا ہوں، بغیر مرشد و مربی کے کسی ورد و وظائف میں مشغول ہونا شدید خطرات کا موجب ہے، شیخ کامل مرید کی استعداد اور اس کی جسمانی طاقت اور اس کے دنیوی اشغال کے پیش نظر اس کے لئے کوئی وظیفہ تجویز کرے گا اور وظیفہ کی تعداد مقرر کرے گا۔ ورنہ بعض اوقات جب کسی ذکر میں لذت پیدا ہوتی ہے تو جی

چاہتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ پڑھا جائے جس سے دل و دماغ میں خشکی بڑھ جاتی ہے، اور اناڑی پیر کے حوالے ہو گئے تو وہ بھی مرید کی قوت جانچے بغیر اس کو زیادہ وظائف میں مشغول کر دیتا ہے اور اس کی قوت و صحت کا لحاظ نہیں کرتا جس سے نیند ختم ہو جاتی ہے، اختلاج کی بیماری اور دماغ میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے جس سے رفتہ رفتہ خبط الحواس اور پاگل ہو کر خسر الدنیا والآخرہ ہو جاتا ہے اور پیر کامل اس کا مشغلہ، معاش اور صحت پر نگاہ ڈالتا ہے اور اس کی قوت برداشت کو ملحوظ خاطر رکھ کر ورد و وظائف تجویز کرتا ہے۔ قال رومیؒ

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر،
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

کثرت ذکر

ذکر میں کثرت کرے اگر تصور اسم ذات میں تھکاوٹ محسوس کرے تو پاس انفاس میں لگ جائے اور اس میں بھی دقت محسوس کرے ذکر بالجہر شروع کر دے اگر اس میں بھی تھک جائے تو انگشت شہادت سے اسم اللہ ذات لکھتا رہے، غرضیکہ کوئی وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے یہ ذکر کثیر ہی ہے جس پر فلاح و بہبودی کا دارومدار ہے، واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون (زیادہ ذکر کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)۔

خدا تعالے نے اپنے خاص بندوں کی تعریف فرمائی۔ یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا وعلٰی جنوبہم (یعنی وہ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں) اور مقام مذمت میں بیان فرمایا کہ لا یذکرون اللہ الا قلیلا (یعنی وہ خدا تعالی کو کم یاد کرتے ہیں)

طالب صادق جب ذکر کی کثرت کرتا ہے تو اس کے اندر ایک نورانی قوت جاذبہ پیدا ہو جاتی ہے، جس سے وہ شیخ کے انوار، فہم و معرفت کو جذب کر لیتے ہیں کہ جذب نور کی صلاحیت کثرت و دوام ذکر سے پیدا ہوتی ہے بعض وقت ایسا بھی دیکھا ہے کہ شیخ ابھی اسے باطنی فیوض و برکات سے نوازنا نہیں چاہتا تو طالب کثرت ذکر سے باطنی نور کو خود بخود بے ارادہ شیخ اپنے اندر کھینچ لیتا ہے۔

لطائف

سلوک باطنی میں بزرگان دین نے چند لطائف قائم کئے ہیں ہر لطیفے کا علیحدہ مقام رنگ اور مختلف ذکر اور تصور مقرر کئے ہیں چونکہ ان کی دریافت کا دارومدار کشف

پر مبنی ہے اس لئے ان کی تعداد اور مقامات میں اختلاف ہے بعض نے لطائف ستہ یعنی چھ لطیفے مقرر کئے ہیں بعض نے سات اور بعض نے آٹھ بیان کئے ہیں، ہمارے قبلہ فقیر صاحب قدس سرہٗ سات لطائف کے قائل تھے جن کے نام بالترتیب یہ ہیں، نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی، انا، ابھی حال ہی میں یورپ کے لوگوں کو ایک باطنی قوت کا پتہ چلا ہے جس کا تعلق لطیفۂ نفس سے ہے یہی لطیفہ ہے جس کے ذریعہ انسان خواب کے اندر داخل ہو جاتا ہے، ہمارے بزرگان دین کے نزدیک سب سے ادنےٰ لطیفہ نفس ہے اس سے ارفع حلے علےٰ لطائف انسان کے اندر موجود ہیں جو انسان کے اندر بے بہا قوتوں کا خزینہ ہیں۔ اس لطیفۂ نفس کا مقام ناف ہے۔ لطیفۂ قلب کا مقام بائیں پستان سے دو انگل نیچے ہے۔ لطیفۂ روح کا مقام دائیں پستان سے نیچے۔ لطیفۂ سر جو روح اور قلب کے درمیان واقع ہے، لطیفۂ خفی پیشانی کے وسط میں دونوں بھوؤں کے ملنے کی جگہ سے ذرا اوپر کو ہے، اور لطیفۂ اخفیٰ سر کی چوٹی میں واقع ہے۔

انسان کے جسم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک علوی ایک سفلی۔ علوی حصہ کا مرکز لطیفۂ خفی ہے اور سفلی حصے کا مرکز لطیفۂ نفس ہے اور یہی شیطان کا ہیڈ کوارٹر ہے جس سے تمام وساوس پہلے لطیفۂ نفس میں داخل ہوتے ہیں اور پھر قلب میں پھیلتے ہیں اسی طرح تمام انوار پہلے لطیفۂ خفی پر وارد ہوتے ہیں اس کے بعد باقی لطائف میں جاتے ہیں۔ ان تمام لطائف کو طے کرنے اور بیدار کرنے کے لئے بزرگان دین نے مختلف طریقے بیان فرمائے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین ؒ نے ان لطائف کو طے کرنے کے لئے چھ اسماء کے تصور کرنے کو تجویز فرمایا ہے۔ گویا یہ لطائف کو کھولنے کے لئے بمنزل کلید کے ہیں اگر ان کو اپنے اندر خیال کی انگلی سے تحریر کیا جائے اور ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ سے پاس انفاس کیا جائے یا اللہ سے پاس انفاس کیا جائے تو یہ ساتوں لطائف باطنی انوار سے جگمگا اٹھتے ہیں، ان کلمات کا نقش مرتوم وجود یہ یہ ہے

للہ	اللہ	اللہ
فقر	محمد	ھو
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ		

چونکہ تمام دعوتوں کی کنجی تصور اسم ذات اور تصور اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے، اس لئے جب تک کسی طالب کا وجود اسم ذات اور اسم محمد سرورِ کائنات میں سطے نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی عمل اور کوئی دعوت جاری نہیں ہوتی۔ لہٰذا پہلے ان اسمین مبارکین کا تصور کرے پھر لطائف سبعہ کو زندہ و بیدار کرے۔ حضور فقیر صاحب ؒ "عرفان" میں تحریر فرماتے ہیں "کہ ان اسماء کے حروف اٹھارہ ۱۸ ہیں اور اٹھارہ ہزار مخلوقات ان اٹھارہ حروف کی قیدِ تسخیر میں ہیں۔ ان اسماء کی آبیاری کلمہ طیبہ کے پڑھنے سے ہے۔ اسی کے مطابق حضور سلطان العارفین ؒ کا پنجابی بیت ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن پر آئی ہو
مرشد کامل ہر دم جیوے حضرت باہو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

علم دعوت القبور

حضور سلطان العارفین قدس سرہٗ نے اپنی کتابوں میں دو علوم پر بحث کی ہے۔ ایک تصور اسم ذات اور دوم علم تصرف دعوت القبور انہیں دونوں کو کبھی اول کو علم اکسیر اور دوم کو علم تکسیر سے تعبیر کیا ہے اور کبھی اول کو تصرف توفیق اور دوم کو تصرف تحقیق سے بھی موسوم کیا ہے ان ہر دو علوم کو تمام باطنی قوتوں کا اصل اور روحانی دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں ثابت کیا ہے چونکہ تصور اسم ذات سے انسانی جسم میں تزکیہ پیدا ہوتا ہے اور انوار باطنی جگمگا اٹھتے ہیں اور انسان دعوت قبور پر تصرف حاصل کرنے کے قابل ہوتا ہے اس لئے اس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اب دعوت قبور کا ذکر شروع کیا جاتا ہے۔

عالم امر کی غیبی مخلوق دو قسم پر مشتمل ہے ایک نوری، دوم ناری

نوری مخلوق میں ملائکہ، مسلمان جن، انبیاء، اولیاء اور نیک مسلمانوں کی روحیں شامل ہیں۔

ناری مخلوق میں شیاطین، کافر جنات، جادوگروں، سفلی عاملوں، استدراجی طاقتوں کے حاملین اور کافروں کی خبیث روحیں بھی شامل ہیں۔

جب انسان نیک اعمال کرتا ہے اور تلاوتِ قرآن، درود شریف اور ورد و وظائف میں مشغول

ہوتا ہے، تو خدا تعالےٰ ایسے آدمی کی امداد فرماتا ہے۔ موکلات اور فرشتے اور ارواح طیبہ جو مدبرات الامر ہیں ان کے ذریعے مدد کراتا ہے، اور اس نوری مخلوق کے ذریعہ اس کے کام سرانجام پاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس بات پر پختہ اور قائم رہے تو ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

چنانچہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے ہزاروں کی تعداد میں فرشتوں کو نازل فرمایا۔ کما قال اللہ تعالےٰ انی ممدکم بالف من الملئکۃ (بے شک ہزاروں فرشتوں سے ہم تمہاری مدد کرنے والے ہیں۔ ارواح مقدسہ بھی ملکوتی قوتوں میں شامل ہیں۔

اور جب انسان برے اعمال کرتا ہے تو شیاطین اس پر خوش ہوتے ہیں اور شیطان اس کی مدد کے لئے کافر جنوں اور ارواح خبیثہ کے ذریعہ مدد کرتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ (یعنی جو جان بوجھ کر خدا کے ذکر سے اندھا ہو جاتے تو ہم شیطان کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ مشکلات میں اُس کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ جادوگروں، سفلی عاملوں کے حیرت انگیز افعال اور محیّر العقول کارنامے اسی ناری طاقت کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔ لیکن یہ امر مسلّم ہے کہ جیسے شیاطین کی طاقت سے خدائی طاقت زیادہ ہے اسی طرح جنات کی طاقت سے ملائکہ کی طاقت زیادہ ہوتی ہے اور ارواح خبیثہ سے ارواحِ طیّبہ کی طاقت اعلیٰ و ارفع ہوتی ہے۔ لہٰذا سفلی عاملوں سے علوی عامل زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ اپنی اپنی جگہ پر تو سب عامل قسم قسم کے حیرت انگیز کام سرانجام دیتے ہیں، لیکن ان کی طاقت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب دونوں عاملوں کا آپس میں مقابلہ ہو جائے اس وقت نوری طاقت والا کامیاب اور ناری طاقت والا مغلوب ہو جاتا ہے۔

شرائطِ دعوتِ قبور

عامل دعوت کے لئے چند شرائط بہت ضروری ہیں، جن کی تفصیل کے لئے "عرفان" حصہ دوم ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں مختصراً درج کی جاتی ہیں۔

(۱) اکل حلال، (۲) صدق مقال (۳) تن، کپڑے، جگہ پاک خوشبودار چیزوں کو پاس رکھے اور بدبودار چیزوں سے پرہیز مثلاً حقہ نوشی کچا لہسن، پیاز وغیرہ (۴) جلالی و جمالی پرہیز، (۵) ایک جگہ مقرر اور وقت متعین کرے، (۶) قرآن یا اسماء الحسنیٰ کی تلاوت پہ تکرار و مداومت۔ (۷) جسم اور جان کو قرآن کے موافق بنانا، کسی

شیخ عامل، کامل سے باطنی رابطہ اور اجازت حاصل ہو۔

یہ آخری شرط ضروری ہے، اس کے بغیر دعوت پڑھنا انتہائی خطرناک اور ناقابلِ عمل ہے۔ جب دعوت پڑھی جاتی ہے، تو عامل کو مختلف طریقوں سے ارواحِ مقدسہ سے ملاقات اور امداد کا ظہور ہوتا ہے، بعض کو خواب کے اندر بعض کو مراقبے کے اندر، بعض کو صحیح وہم کے ذریعہ بعض کو مختلف اشاروں سے اور بعض کو ظاہری آنکھوں سے جاگتے ہوئے، لیکن یہ آخری معاملہ ان منتہی بزرگوں کو ہوتا ہے جن کی خواب و بیداری ایک اور ظاہر و باطن کی آنکھ ایک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اہلِ قبر روحانی کے بھی مختلف مدارج ہوتے ہیں بعض اہلِ قبر جلالی ہوتے ہیں، ان سے دشمنوں کے خلاف کام لیا جا سکتا ہے، بعض روحانی تسخیر و قلوب کے لئے بہت موزوں ہوتے ہیں، بعض روحانی ترقی کے لئے اور بعض دفع بلا اور بیماریوں کو دور کرنے کے لئے اور بعض ماضی و مستقبل کے حالات کے انکشاف کے لئے مناسب ہوتے ہیں، بعض اہلِ قبور سے انسان کا روزینہ مقرر ہو جاتا ہے، غرضیکہ ہزاروں مشکلات و مہمات میں یہ دعوتِ قبور ایک بہترین عمل ہے۔

حضور فرمایا کرتے تھے کہ جب روحانی عامل دعوت قبور کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو بعض وقت ایک خاص قسم کی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا ہے اور بعض کو لذت و سرور اور رقت طاری ہو جاتی ہے اور بعض کے جسم کا کوئی خاص حصہ بھاری ہو جاتا ہے اور بعض کا منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔

دعوت پڑھنے کے تین طریقے ہیں۔

(۱) دعوت قبر کے پاس بیٹھ کر پڑھی جائے۔

(۲) دعوت پاؤں کی طرف بیٹھ کر پڑھی جائے۔

(۳) دعوت قبر کے اوپر گھوڑے کی طرح سوار ہو کر پڑھے۔

دعوت پڑھنے کے لئے اجازتِ مرشد کامل ضروری ہے، ورنہ کچھ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات شدید نقصان ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

حضور سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ صرف تین مقاصد کے لئے دعوت پڑھی جا سکتی ہے اوّل بادشاہ اسلام کی مدد کے لئے دوسرا رافضیوں، خارجیوں، بدمذہبوں کے لئے تیسرا منافق علماء کے لئے، باران رحمت کے لئے۔

اگر انسان اپنے لئے پڑھے تو نفسانی خواہشات کو دور کر کے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے لئے قلب کی روشنی اور ترقی منازل سلوک کے لئے پڑھے چنانچہ اس مقصد کے لئے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا مزار نہایت ہی بہترین مجرب ہے۔

قبور پر دعوت پڑھنے کے لئے سب سے اعلیٰ چیز سورۃ مزمل شریف ہے ویسے بعض سورۃ یٰسین بعض سورۃ ملک اور بعض سورۃ انا فتحنا سے بھی پڑھتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ لکھتے ہیں "جس وقت کوئی زندہ دل دعوت پڑھنے کے لئے بیٹھتا ہے اس وقت تمام مخلوقات، انبیاء و اولیاء، اہل اسلام اور تمام کلمہ گو مع صحابہ کرام اور ایک لاکھ تیرہ ہزار دوسرے صحابہ بلاشک و شبہ حاضر ہوتے ہیں۔ اور موکل ملائک اور جنونیت غیب اور اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق پڑھتے دم تک اس کی قید میں ہوتی ہے جب تک اس کی مطلب برآری نہیں ہوتی، وہ اسی طرح اس کی قید میں رہتے ہیں اگر زیادہ روز تک پڑھے تو یقین ہے کہ فرشتے اس ملک و ولایت کی زمین کو جنبش دیں، اور زیر پہ ڈال کر زیر و زبر کر دیں جب تک پڑھنے والے کا مقصد حاصل نہ ہو خواہ اس ملک و ولایت میں انبیاء و اولیاء ہی کیوں نہ ہوں اس دعوت کے پڑھنے والے کا مطلب اول تو ایک رات میں نہیں تو دوسری رات میں اگر سخت مشکل ہو تو تیسری رات میں ضرور بضرور پورا ہو جاتا ہے۔

آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ "لیکن یاد رکھو جس طرح پارہ کشتہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کھانے کے قابل ہوتا ہے تاوقتیکہ اسے کوئی استاد صاحب طریقہ سے کشتہ نہ کرے"

اسی طرح دعوت بھی بغیر کسی عامل کامل کی اجازت کے فائدہ مند ثابت نہیں ہوتی۔

حضورؒ فرماتے ہیں کہ صاحب دعوت وہی ہے جو عالم بھی ہو اور کامل بھی باریاضت بھی ہو اور با اجازت بھی بارادت بھی ہو اور باسعادت بھی۔

حضور رفقیر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض وہابی: دیوبندی مولوی جو مردہ دل نفسانی ہوتے ہیں وہ دعوت قبور اور استمداد ارواح اولیاء کا نام سن کر ہی چڑھ جاتے ہیں اور وہ روحانی امداد و اعانت کے قائل نہیں حالانکہ یہ بات تو امر مسلم ہے کہ روح سب کی زندہ ہوتی ہے۔ موت نام روح اور جسم کی جدائی کا نام ہے۔ مرنے کے بعد جس کی روح قوی ہوتی ہے وہ اپنے طالبوں اور مریدوں کو اپنے لطیف برزخی جثہ سے ہر جگہ مدد کرتے ہیں اور اگر طالب یا مرید خیرات و کلمات کا ثواب پہنچائیں تو ان کو پہنچتا ہے، وہ عالم امر میں ہمیں بے شمار فائدے پہنچاتے ہیں باطن میں انبیاء اولیاء کی بڑی بڑی محفلیں منعقد ہوتی ہیں، حضور قبلہ نے کئی اپنے ذاتی واقعات و مشاہدات بیان فرمایا کرتے تھے کہ

گر شنیدہ کے بود مانند دیدہ

حضور رفرمایا کرتے تھے کہ دعوت قبور میں نہ تو قبر پرستی کا احتمال ہے نہ اس میں قبر کو سجدہ کیا جاتا ہے نہ اس میں قبر کو بوسہ دیا جاتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی غیر شرعی چیز پڑھی جاتی ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے،

اور بس۔ یہ تو باطنی طور پر ارواحِ مقدسہ سے استمداد لینے کا طریقہ ہے۔ بعض خشک ملا قبر کا نام سن کر ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ کیا قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا شرک ہے یا اس کے اوپر اذان دینا گناہ ہے۔ اگر فوت ہونے والے ولی اللہ سے استمداد ناجائز ہوتی تو اس کی ظاہری زندگی میں اولیاء اللہ سے مشکلات و حاجات میں کیوں امداد لی جاتی ہے۔ حالانکہ اس کے سب حضرات قائل ہیں کہ ظاہری زندگی میں غیر سے استمداد جائز ہے۔ لیکن خدا معلوم فوت ہونے کے بعد شرک کیسے ہو گیا۔ فوت ہونے کے بعد اولیاء و انبیاء علیہم السلام کی روحیں مدد کرتی ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو معراج کی شب واپسی پر حضرت موسے علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضورؐ نے پچاس نمازوں کی امت پر فرضیت کا ذکر کیا تو موسے علیہ السلام نے ہماری امداد کی اور سفارش کی کہ ان کو کم کراؤ آپ کی امت اتنی مشقت کی متحمل نہیں ہو سکے گی۔ چنانچہ آپ ہی کی روحانی امداد سے پچاس سے پانچ رہ گئیں۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اے بسا در گور خفتہ خاک وار ۔۔۔ بہ ز صد احیاء بہ نفع و انتشار

سایۂ او بود خاکش سایہ مند ۔۔۔ صد ہزاراں زندہ در سایہ وے اند

---

۱۳ دیوبندیوں کے پیرو مرشد اور دیوبندی مسلک کے معتمد علیہ عالم مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک واقعہ لکھا ہے "حضرت شاہ سید احمد بریلویؒ جن کے ہمراہ مولانا اسماعیل شہید بھی تھے۔ جب پشاور پہنچے ہیں تو وہاں کے علماء مولانا شہید کی شہرت سن کر امتحان کی غرض سے آئے مولانا اس وقت ایک خستہ سا تہ بند باندھے ہوئے گھوڑے کو کھرا کر رہے تھے، ان سے پوچھا مولانا کہاں ہیں؟ مولانا نے فرمایا کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا تجھ کو اس سے کیا مطلب؟ مولانا کا پتہ بتاؤ۔ مولانا نے فرمایا کہ تم بتلاؤ تو سہی کیا غرض ہے کہنے لگے کہ ہم کو کچھ پوچھنا ہے مولانا نے فرمایا کہ مجھ سے ہی پوچھ لیں ان کو معلوم ہو گیا کہ یہی ہیں۔ پھر جو کچھ جس فن میں سے پوچھا گھوڑے کو کھراتے ہوئے حل کر دیا سب متعجب ہوئے کہ ہم باوجود اس کے کہ کم علم ہیں ایسے عبا قبا عمامے باندھے ہوئے ہیں اور مولانا اتنے بڑے عالم اور اس حالت میں رہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا تعجب نہ کرو تم مجھ کو اپنے سب کی برابر سمجھتے رہو اگر میں تم سب کے برابر کپڑے پہنوں تو اتنے بار کا کیسے متحمل ہوں۔

یہاں سے تو وہ عالم چلے گئے اور سمجھے کہ مولانا چونکہ عالم ہیں ان سے تو ہم جیت نہ سکے چلو سید صاحب کو دق کریں گے۔ وہ پڑھے لکھے نہیں ہیں کیونکہ سید صاحب کافیہ تک پڑھے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے پاس پڑھنے کے لئے آتے تھے۔ ایک روز مطالعہ کر رہے تھے کتاب کے حروف نظر نہ آئے اور سب

چنیریں تو نظر آویں لیکن کتاب کے حروف نظر نہ آویں۔ شاہ صاحب نے اس پر مطلع ہو کر پڑھنا چھوڑا دیا کہ تم پڑھنا چھوڑ دو تم اور کام کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ چنانچہ پڑھنا لکھنا چھوڑا کر ان کو ذکر و شغل کی تعلیم کی۔

الحاصل یہ علماء سید صاحب کی خدمت میں آئے ادھر علماء اکثر یک فنی ہوتے ہیں کوئی معقول میں یکتا ہے کوئی صرف جانتا ہے۔ کوئی نحوی ہے غرض جمع ہو کر آئے اور مختلف سوالات شروع ہوتے اگر دینیات کے متعلق سوالات کرتے تو سید صاحب داہنی طرف رخ کر کے جواب دیتے تھے اور جو غیر دینیات کا ہوتا تھا، معقول وغیرہ تو بائیں طرف رخ کر کے جواب دیتے تھے اور جواب بھی کیسا اہل علم کے طرز پر۔ مریدین کو سخت حیرت ہوئی کہ سید صاحب کی زبان سے وہ الفاظ نکل رہے ہیں کہ کبھی عمر بھر نہ سنے تھے جب وہ مجلس ختم ہوگئی تو بعض لوگوں نے پوچھا فرمایا کہ جب یہ لوگ آئے تو میں نے حق تعالےٰ سے دعا کی کہ اللہ مجھ کو رسوا نہ کیجیئے حق تعالےٰ نے امام ابو حنیفہؒ اور شیخ بو علی سینا کی روح کو حکم دیا کہ جواب میں اعانت کرو، چنانچہ امام صاحبؒ کی روح میرے داہنی طرف تھی اور شیخ کی بائیں طرف، جو وہ کہتے تھے میں کہہ دیتا تھا۔"

در رسالہ الظہور صفحہ ۱۳

اس سے ثابت ہوا کہ روح ظاہر میں لوگوں کی مدد کرتی ہے۔ اور روح کا مدد کرنا شرک نہیں کیونکہ ایسے ارواح خدا کی امداد کے مظہر ہوتے ہیں۔ اگر مظہر عونِ الٰہی سمجھ کر براہِ راست بھی ان کو امداد کیلئے پکارا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی تفسیر عزیزی میں ایاکَ نعبد و ایاکَ نستعین کے تحت یہی لکھا ہے۔

دعوتِ القبور پڑھنے کا طریقہ

طریقہ یہ ہے کہ کسی کامل بزرگ جسکی بزرگی کا شہرہ تمام مخلوق میں ہو اس کے پاس جا کر پہلے سلام کہے رات کے ایک بجے وضو کر کے دو نفل بہ نیت دعوتِ قبر پڑھے۔ پھر قبر کے پاس جا کر سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف پڑھے پھر ایک مرتبہ درود شریف پھر تین مرتبہ سورۃ اخلاص پھر ایک مرتبہ درود شریف پھر ان نوافل اور کلام کا ثواب صاحبِ قبر کی روح کو ایصال کرے پھر قبر کے گرد اذان پڑھے قبر کے سرہانے سے شروع کرے اور قبلہ کی طرف سے ہوتا ہوا قبر کے سرہانے پر ہی آکر ختم کرے۔ پھر روحانی کی قبر پہ ہاتھ رکھ کر یا اگر پڑھنے والا قوی روحانیت کا مالک ہے تو پاؤں رکھ کر کہے قم یا عبد اللہ بحق وحدہ انیۃ اللہ وبحرمتہ محمد بن عبد اللہ محمد رسول اللہ وبحق محبوب سبحانی عارف ربانی محی الدین عبد القادر جیلانی عارف باللہ امددنی فی سبیل اللہ۔ فوراً روحانی حاضر ہوگا۔

بعض اوقات قبر ہلتی ہوئی نظر آئے گی۔ بعض وقت قبر سے سخت ہیبت پیدا ہو گی۔ قبر شیر درندہ کی طرح نظر آئے گی بعض اوقات رقت طاری ہو گی یا خوشبو آئے گی یا منہ میٹھا ہو جائے گا۔ اسی وقت عمل کرے قرآن شریف میں سے جو یاد ہو تلاوت شروع کرے اس سلسلہ میں سورۃ مزمل شریف کی دعوت بہت قوی ہے اسے گیارہ مرتبہ پڑھے پھر مراقبہ کی حالت میں ملاقات ہو جائے گی۔ یا قبر کے قریب ہی لیٹ جائے خواب کے اندر روحانی حاضر ہو کر اس سے ملاقات کرے گا۔ اس کی مشکل فوراً حل کر دے گا۔

اگر جسم بھاری ہو جائے یا کوئی آواز آئے یا کانوں میں جھنجھناہٹ کی سی آواز پیدا ہو جائے یا دل میں بیداری آنکھوں میں نور دل میں سرور پیدا ہو تب بھی سمجھے کہ روحانی آ گیا ہے۔ فوراً مراقبہ کرے یا لیٹ جائے تو ملاقات ہو جائے گی۔ اگر ان میں سے کوئی علامت بھی ظاہر نہیں ہوئی تو پھر اذان حسب سابق کہے اور پھر قبر کی پائنتی کی طرف کھڑے ہو کر گیارہ مرتبہ سورۃ مزمل پڑھے تو ضرور روحانی حاضر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں روحانی تنگ ہوتا ہے۔ اگر اس صورت میں بھی روحانی حاضر نہیں ہوا تو قبر کے اوپر گھوڑے کی طرح سوار ہو کر گیارہ مرتبہ سورۃ مزمل شریف پڑھے انشاء اللہ وہ روحانی برق براق کی طرح بزم نبوی میں حاضر ہو کر فریاد کرے گا۔ اور تمام مشکلات کا حل ہو جائے گا۔ لیکن یہ آخری دعوت پڑھنا ہر ایک نفسانی آدمی کا کام نہیں اس میں رجعت کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ پاس بیٹھ کر ہر روز کسی صاحب قبر کے پاس پڑھتا رہے۔ صاحب قبر سے ایک روحانی تعلق قائم ہو جائے گا اور روحانی ضرور مل کر اس کی مشکل حل کرے گا۔

اگر کسی وقت سخت مشکل درپیش ہو مثلاً مسلمانوں اور کافروں کا جنگ شروع ہو تو ایسی حالت میں بہت بڑی روحانی مدد ہی کام دے سکتی ہے۔ اور وہ سوائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مشکل حل نہیں ہو سکتی ایسی صورت میں نہ تو انسان مدینہ طیبہ پہنچ کر دعوت پڑھ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جنگل میں جا کر پاک ریت پر حضور پر نور کی قبر مقدس کا نقشہ بنائے جس کے درمیان لکھے قبر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ارد گرد لکھے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

اور اس شبیہ قبر پر دعوت پڑھے اور حضور علیہ السلام سے امداد طلب کرے۔ اس صورت میں حضور علیہ السلام مکمل طور پر امداد فرماتے ہیں لیکن یہ وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو پہلے قبروں پر دعوت پڑھتا اور روحانیوں کو حاضر کرنا جانتا ہو اور کلید دعوت اس کے پاس ہو ورنہ عام نفسانی آدمی پڑھے تو اسے قطعاً کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ بلکہ خدشہ ہے کہ کہیں رجعت زدہ ہو کر دیوانہ۔ بیمار یا

ہلاک ہوجاتے۔

ایک خاص دعوت

اگر کوئی چاہے کہ میں کافروں پر غالب آجاؤں اور دشمنوں کو مغلوب کر لوں تو چھ نام دو کاغذوں پہ لکھے۔ تین ایک کاغذ پر اور تین دوسرے کاغذ پر یعنی نمرود، شداد، قارون، ایک پر، اور فرعون، ہامان، ابلیس، دوسرے پر، اور ان دونوں کاغذوں کو دونوں پاؤں تلے رکھکر دو رکعت نماز بارواح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اِنّا فتحنا اور دوسری میں فاتحہ کے بعد سورۃ یٰسین اور سلام کے بعد سر بسجود ہوکر یہ دعا پڑھے۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

حضور سلطان العارفین رح کلید جنت میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئے تو اسے چاہئے کہ چالیس روز تک ہر رات ایک مرتبہ سورۃ یٰسین اولیاء اللہ کی قبور میں پڑھے تو مقصد حل ہو جائے گا۔

اس کی پوری تفصیل دیکھنے کے لئے حضرت صاحب کی کتاب "عرفان حصہ دوم" ملاحظہ فرمائیں۔

دعوتِ قبور کے چشم دید حالات

خدا واحد شاہد ہے کہ مجھے ان واقعات کے پیش کرنے میں نہ خودستائی مقصود ہے نہ اپنی ولایت کا دعوٰے ہے اور نہ ہی شہرت مقصود ہے صرف چند واقعات اس لئے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ قارئین کرام کے دلوں میں بھی ان روحانی چیزوں کے حاصل کرنے کا جذبہ اور شوق پیدا ہو۔ ابتدا میں جب دعوتِ قبور کا انکشاف شروع ہوا تو میرے دل میں ایک شیطانی وسوسہ پیدا ہوگیا وہ یہ کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو یہ محض خیالی اور تصوراتی صورتیں ہیں جو تمہارے ذہن میں متشکل ہوکر مسلط ہوجاتی ہیں اور تم انہیں حقیقت سمجھتے ہو یہ وسوسہ بڑھتے بڑھتے ذہن میں پوری طرح جاگزیں ہوگیا۔ اتفاق سے مجھے کوہاٹ جانا پڑا کوہاٹ کی جامع مسجد کے قریب حاجی بہادر رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے جو مرجع عوام وخاص ہے میرا ارادہ ہوا کہ یہاں دعوت پڑھوں رات کو دعوت میں آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ میرا نام سید عبداللہ شاہ ہے میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں۔ حاجی بہادر کے نام سے مشہور ہوں مجھے یہ بھی بتایا کہ تمہارے

پیرومرشد فقیر نور محمد صاحب بھی یہاں تشریف لائے تھے اور انہوں نے دعوت پڑھی اور میرے ساتھ ملاقات بھی کی۔ دوسری دفعہ دعوت پڑھی تو میرے ذہن میں یہ سوال مسلط تھا کہ یہ زیارت واقعی تھی یا خیالی ہے تو ملاقات کے دوران آپ نے فرمایا کہ چونکہ آپ ہمارے مہمان ہیں لہذا چائے کی دعوت آج ہماری قبول فرمائیں۔ میں حیران تھا کہ یہ میری دعوت کیسے فرمائیں گے۔ آخر کار آپ نے مجھے دو روپے دیئے کہ ان کی چائے پی لینا جب میں بیدار ہوا تو وہ دو روپے میرے ہاتھ میں تھے مجھے اس روز سے یقین کامل ہو گیا کہ صرف خیالی ملاقات نہیں بلکہ حقیقی طور پہ ملاقات ہوتی ہے ورنہ یہ روپے کہاں سے آ گئے ہیں۔

چونکہ ہر سال حضرت شاہ صاحب گھمکول شریف والوں کے منعقدہ عرس پر تقریر کے لئے جانا پڑتا ہے وہاں ضرور دعوت پڑھتا ہوں۔

ابھی پچھلے سال ملاقات کے دوران میں نے آپ سے ایک سوال کیا کہ یہ کیا وجہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ قبور میں تصرف فرماتے ہیں اور بعض باوجود اعلےٰ رتبہ رکھنے کے تصرّف نہیں فرماتے، آپ نے فرمایا کہ قبور میں وہی اولیاء اللہ تصرّف کر سکتا ہے جو سیّاح عالم لاہوت ہو آپ نے اور زیادہ وضاحت کرنے کے لئے فرمایا کہ عالم ناسوت اور عالم ملکوت میں خدا کی ساری مخلوقات رہتی ہے عالم لاہوت اور عالم ہاہوت میں صرف خدا تعالےٰ کی تجلیوں اور ذات کا ظہور ہے ان کے درمیان عالم جبروت ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان ایک باڈر ہے، بڑے سے بڑا فرشتہ جبریل ہے اس کی رسائی بھی عالم جبروت سے آگے نہیں اسکی پرواز وہاں ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام اور کامل اولیاء اللہ اس سرحد کو عبور کر کے عالم لاہوت کی بھی سیر کرتے ہیں، اب فوت ہونے کے بعد تین صورتیں ہوتی ہیں۔ بعض وہ اولیاء اللہ جو زندگی میں عالم جبروت سے آگے نہیں گئے وہ قبور کے اندر تصرف نہیں کر سکتے، دوسرے وہ اولیاء اللہ ہیں جو عالم جبروت سے آگے جا کر پھر واپس آنے کا نام تک نہیں لیتے، اور اسی عالم میں تجلیاتِ الٰہی کی لذت میں گم رہتے ہیں، وہ بھی قبور میں تصرّف نہیں کر سکتے تیسرے وہ اولیاء اللہ جو عالم جبروت کو پار کر کے عالم لاہوت کی بھی سیر کرتے ہیں پھر واپس آ کر عالم ملکوت و ناسوت میں رہتے ہیں پھر جاتے ہیں پھر آتے ہیں وہ ہی قبور کے اندر پوری طرح تصرّف کر سکتے ہیں اُن کی حالت یہ ہوتی ہے۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل

اور بقول مولانا رومی ؒ ۔

صورتش بر خاک و جاں بر لامکاں ، لامکانی فوق وہم سالکاں ،
بل مکان و لامکاں در حکم اوست ہمچو در حکم بہشتی چارہ جوست ،

اور سب سے زیادہ متصرف حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے جنہوں نے اپنی روح کو ہی لامکان میں نہیں پہنچایا بلکہ جسم کو بھی پہنچا دیا لہٰذا آپ کے متبعین میں سے بھی بعض اولیا اللہ اپنے روح کے ساتھ جسم کو بھی وہاں پہنچا لیتے ہیں وہ سب سے زیادہ متصرف فی الکونین ہوتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب

کمال جوہر آدم ہے عشق میں پنہاں
ترا اشارہ ہو رک جائے گردش افلاک

مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ آگیا۔ اور حضرت فقیر صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک واقعہ سے بھی اس بات کی تصدیق ہوگئی، حضورؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ میں ایک دفعہ پشاور گیا وہاں قبرستان میں حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ لاہوری کے والد محترم کا مزار ہے اس پر دعوت پڑھی وہ ایک مقام پر رکے ہوئے تھے میں نے ان کی روحانی مدد کی اور اس مقام سے نکال کر آگے بڑھا دیا، اور ان کی منزل کو چالو کر دیا چنانچہ ان کا قبر سے تصرف شروع ہوگیا، تھوڑے عرصہ کے بعد ہی دیکھا کہ وہاں لوگوں کا ہجوم ہونے لگا، منتیں، نذرانے، چڑھاوے چڑھنے لگے، اور ان کے مزار پر رونق شروع ہوگئی، راقم الحروف نے پچھلے سال خود جا کر اس مزار کی زیارت کی ہے، ان کے سجادہ نشین جو آپ کی اولاد میں سے ہیں حضرت مولانا سید امیر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی انہیں کے پاس میں نے قیام کیا وہ میرے پرانے دوستوں میں سے ہیں ابھی حال ہی میں کسی شخص نے ان کے مزار کی تعمیر کی ہے اور ساتھ ہی مسجد بھی بنوائی ہے، جس پر لاکھوں روپے صرف کر دیئے ہیں۔

میں نے اس سے وہ معاملہ سمجھ لیا جو کہ باطن میں حضرت حاجی بہادر رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا تھا حالانکہ حضور فقیر صاحب نے مجھے تفصیل سے یہ بات نہیں بتائی تھی صرف یہ بتایا تھا کہ کبھی دعوت پڑھنے والے کو روحانی سے فائدہ ہوتا ہے اور کبھی روحانی کو دعوت پڑھنے والے سے فائدہ ہوتا ہے، اس پر یہ مثال دی تھی ؎

خبر نہیں اسے سمجھا ہے کیا زمانے نے ترا جنوں ہے حقیقت میں منزل ادراک

اسی طرح بنوں کے قریب ایک فقیر کے متعلق بھی حضور بیان فرمایا کرتے تھے کہ اسے میری دعوت سے فائدہ ہوا۔

(۲) ایک دفعہ ایک صاحب کے تعریف کرنے پر کہ حضرت نولکھ ہزاری شاہ صاحب جن کا مزار شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ میں ہے بڑے صاحب تصرف اور بڑے پائے کے ولی اللہ ہیں۔ مجھے شوق پیدا ہوا دعوت پڑھنے کا ارادہ کر لیا رات کو دعوت میں جب ملاقات ہوتی تو ایک دبلا دبلا انسان جس کی آنکھوں میں جلالت اور چہرہ نہایت ہی نورانی تھا اس نے فرمایا کہ میں ہی نولکھ ہزاری ہوں، آپ نے بتایا کہ میں نے جسم کو اللہ تعالیٰ کے اسم ذاتی میں اس طرح گم کیا ہے کہ اب میرے ہر رگ و ریشہ میں وہی ہے میں نہیں ہوں۔ چنانچہ آپ نے مجھے ایک نظارہ دکھایا کہ میں نے صرف اللہ لکھا ہوا پایا، آپ کا جسم غائب ہو گیا اور پھر اللہ کا اسم ہی بدلتے بدلتے اُن کا جسم بن گیا اس طرح کی صورت بنا کر آپ نے دکھائی میں حیران رہ گیا آپ نے فرمایا کہ میں تو آنے والے زائرین میں کسی خاص خاص جو بزرگ ہوں اُن کی طرف توجہ کرتا ہوں، باقی ہر وقت خدا کی محبت اور اس کی ذات میں محو ہوں مجھے کسی آنے والے کی خبر نہیں ہوتی ہاں البتہ میرے جسم میں اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا اعجاز پیدا کر دیا ہے کہ جو بھی میرے اس جسم کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اُن کی قبول ہو جاتی ہے حالانکہ میں نہ ان کے لئے دعا کرتا ہوں نہ بد دعا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہٗ اعلم۔

(۳) ایک میرے مخلص ہیں میاں عزیز صاحب جن کو میں بہت پسند کرتا ہوں میری خواہش ہوئی کہ انہیں دعوتِ قبر سکھاؤں اس لئے میں انہیں میاں میر رحمۃ اللہ علیہ لے گیا کہ سب سے پہلے حضور نے مجھے اسی جگہ سے شروع کرائی تھی۔ لہٰذا اس کو بھی یہیں سے شروع کرائی جاتے میں نے پوری کوشش کی لیکن اُن پہ دعوت نہ کھل سکی۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور اس پر دعوت کیوں نہیں کھلتی۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک عالم ملکوت نہ کھلے دعوت کا پورا ہونا مشکل ہے، اور عالم ناسوت اور ملکوت کے درمیان سینکڑوں حجابات ہیں جب اس ایک ایک حجاب کو ریاضتوں اور عبادتوں سے پھاڑا نہ جائے عالم ملکوت نظر نہیں آسکتا چنانچہ وہ حجابات دکھائے گئے ہر ہر حجاب پر اس کا نام لکھا ہوا تھا، اکثر کو میں نے پڑھا مثلاً ریا، حسد، بغض، شہوت، حرص، تکبر، حبِّ دنیا، حبِ جاہ، اسراف، غیبت، جھوٹ، چغل خوری، غرضیکہ اس قسم کے نام اُن پر لکھے ہوئے تھے میں بہت حیران ہوا میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے یہ یقین ہے کہ میں نے ان حجابات کو نہیں پھاڑا بلکہ بہت سے عیوب ان میں سے میرے اندر موجود ہیں۔ پھر مجھ کو یہ انکشاف کیوں ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صرف

تمہارے پیر و مرشد فقیر نور محمد صاحبؒ کی نگاہ سے یہ سب حجابات اُٹھ گئے ہیں، ورنہ ان حجابات کو دور کرنے کے لئے مدت چاہیئے۔

ایک دفعہ میرے ایک مخلص دوست محمد صادق صاحب جو شاہ عالمی میں سٹیشنری کا کام کرتے ہیں نے کہا کہ رات کو میاں میر رحمتہ اللہ علیہ چلیں رمضان شریف کا مہینہ تھا تراویح پڑھکر جانا تھا چھڑہ منڈی کی جامع مسجد میں ان کی انتظار کر رہا تھا وہ گیارہ بجے کے قریب آئے ٹیکسی پر سوار ہوکر پہنچے ٹیکسی کو واپس کر دیا آگے بڑھے تو سب دروازوں کو اندر سے بند پایا سخت پریشانی ہوئی، ٹیکسی کو بھی واپس کر چکے تھے، سردی کا موسم تھا وہاں باہر ایک درویش ملا اس نے کہا کہ یہ سحری سے پہلے کبھی نہیں کھل سکتا، کیونکہ محکمہ اوقاف والوں کا آرڈر ہے۔ ہم نے اچھی طرح سے زنجیریں لگی ہوئی آنکھوں سے دیکھی تھیں، آخر کار مایوس ہوکر واپس جانے لگے تو مجھے خیال آیا کہ آخر اولیاء اللہ ہیں آپ کو کہہ تو چلیں کہ ہم حاضری دینے آئے تھے اب واپس جا رہے ہیں، میں نے وہیں بیٹھ کر سورۃ مزمل شریف پڑھی اور آپ کو ایصالِ ثواب کر کے آپ کی شکل و صورت کو سامنے لا کر عرض کی کہ حضور در سے مایوس ہو کر واپس جا رہے ہیں چنانچہ آپ نے اسی مراقبہ میں اشارہ فرمایا کہ دروازہ کی طرف آؤ میں اٹھ کر جب دروازہ کی طرف گیا تو وہ کھلا ہوا تھا، بہت حیرانی ہوئی ہم نے داخل ہوکر اندر سے پھر بند کر دیا، مسجد میں جا کر سو گئے، رات کو دعوت پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ دروازہ میں نے ہی کھولا تھا۔

اسی طرح سینکڑوں واقعات ہیں یہاں مشتے نمونہ از خروارے پیش کر دیئے ہیں۔ اب کوئی خشک ملا اگر آیتوں کے انبار لگا دے اور حدیثوں کے ڈھیر میرے سامنے پیش کر دے کہ اولیاء اللہ مر گئے ہیں اور وہ کچھ نہیں کر سکتے تو کیا میں اس کی باتوں پر یقین کر سکتا ہوں دلائل کو جھٹلایا جا سکتا ہے، لیکن عینی مشاہدات اور واضح تجربات سے کیسے انکار کیا جاتے، سہ

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے\
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے پُر از حکمت چالیس اقوال

کلام الملوک ملوک الکلام :-

(۱) جو گناہ شہوت کی وجہ سے سرزد ہو اسکی بخشش کی امید ہو سکتی ہے لیکن وہ گناہ جو کبر کے سبب ہو اسکی بخشش کی امید نہیں کی جا سکتی، کیونکہ شیطان کا گناہ کبر کی وجہ سے تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی ذلت شہوت کے سبب سے۔ (ترجمہ اسرار القادری)

(۲) "جو شخص کہ اپنے آپ کو اہل قلب کہتا ہو، اور بادشاہوں، امراء سے مدد معاشں زر و مال طلب کرتا ہو، وہ اہل قلب نہیں، دروغ گو اہل سلب ہے، وہ اہل قلب نہیں بلکہ اہل کلب ہے۔"

(اردو ترجمہ حجتہ الاسرار)

(۳) ذکر قلبی اسے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ذکر اللہ جاری رہے، اور قبر بھی اس کے لئے قبر نہ ہو بلکہ مقام خلوت ہو کہ تنہائی میں خدا تعالےٰ کے راز و نیاز میں مشغول رہے۔

(اردو ترجمہ حجتہ الاسرار)

(۴) واضح رہے کہ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں "پیر من خس است مگر اعتقاد من بس است"۔ یعنی پیر میرا خواہ ادنےٰ ناچیز ہے لیکن میرا اعتقاد ہی میرے لئے کافی ہے۔" ان کا یہ قول بے عقلی، جہالت، نادانی اور لاعلمی کیوجہ سے ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ پیر من اخص است و اعتقاد من لبس است۔

(اردو ترجمہ مفتاح العارفین)

(۵) جو شخص خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتا وہ عالم با تفسیر کس طرح ہو سکتا ہے۔

(اردو ترجمہ مفتاح العارفین)

(۶) جو شخص فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو خالی جانتا ہے، وہ جہان سے خالی ہاتھ جاتا ہے، جو فقیر کو بے برکت جانتا ہے وہ خود بے برکت رہتا ہے (ترجمہ امیر الکونین)

(۷) عارف کے لئے حیات و حمات یکساں ہے اگر ظاہر میں لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ غالب ہوتے ہیں۔ اگرچہ خلقت انہیں جانتی ہے کہ وہ خاک کے تلے سوتے ہوئے ہیں۔ لیکن دراصل وہ قبر ان کے لئے تقرب ہے۔ (امیر الکونین)

(۸) فقیری اگر ریاضت سے حاصل ہوتی تو یہودی پیروں کو ہوتی اور اگر علم سے حاصل ہوتی تو بلعم باعورا

کو اور اگر عبادت سے حاصل ہوتی تو شیطان مقہور کو حاصل ہوتی ، مگر فقر محمدی صلعم تو محض فیض الٰہی ہے۔
(محکم الفقرا)

(۹) اگر کسی کے دل میں حبہ بھر بھی دنیا کی محبت ہو تو خواہ روئے زمین کے تمام اولیاء اللہ ایک جگہ جمع ہو کر چاہیں کہ معرفت الٰہی کی محبت کا ذرہ اسے عطا کریں ہرگز نہیں کر سکتے۔ (ضرب دیدار)

(۱۰) ویسے تو پیر مرید بہت ہیں اور دنیا کے طالب اور مردم کش قصاب مرشد بے شمار ہیں، لیکن ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ ہوتا ہے۔ جو مجلس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں پہنچتا ہے۔
امیرالکونین)

(۱۱) زندہ قلب کسی صغیرہ وکبیرہ گناہ کے عوض نہ سلب ہوتا ہے نہ مردہ ان مراتب والے دل کو قلزم کونین (دونوں جہانوں کا سمندر) کہتے ہیں ، جس طرح دریا کسی پلیدی سے ناپاک نہیں ہوتا اسی طرح وہ دل کسی گناہ سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اوّل تو زندہ قلب سے کوئی قصور یا خطا سرزد نہیں ہوتی اگر بفرض محال ہو بھی جائے تو وہ اسی وقت توبہ کر کے استغفار پڑھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ؕ (بے شک اللہ تعالےٰ توبہ کرنیوالے اور پاکیزہ رہنے والے کو پیار کرتا ہے)

روشن ضمیر را چہ غم از اختلاط خلق (امیرالکونین)
دریا بمشت خاک مکدّر نمے شود ،

(۱۲) مجھے یہ مراتب جناب سرورکونین محمد رسول اللہ علیہ وسلم آنجناب کے صحابہ کرام اور پنجتن پاک کی رفاقت سے نصیب ہوئے ہیں۔ (امیرالکونین)

(۱۳) جو طالب اور مرشد کامل ہیں انہیں کسی قسم کا زوال لاحق نہیں ہوتا خواہ وہ دن رات گناہوں میں پھرتے رہیں۔ وہ دریا میں بلبلے کی طرح رہتے ہیں ان کا وجود دریا کی طرح ہوتا ہے ، خواہ اس میں ہزار قسم کی پلیدی بھی گرے تو بھی پاک رہتا ہے نہ اس میں بو پیدا ہوتی ہے نہ اس کا رنگ بدلتا ہے۔ (امیرالکونین)

(۱۴) نماز کے تارک فقیر کو حق تعالےٰ کی معرفت کی بو بھی نہیں پہنچتی ، خواہ وہ تجھے چاند سے لے کر مچھلی تک سب کچھ دکھا وے۔ یہ محض استدراج اور گمراہی ہے۔ (محکم الفقرا)

(۱۵) اکثر گمراہ لوگ ذکر سے منع کرتے ہیں بہتر تو یہ ہے کہ ایسے بدمذہب لوگوں کا تو چہرہ نہ دیکھے جو ظاہر کو آراستہ رکھتے ہیں اور باطن میں بالکل بے دین ہیں ایسے لوگ کہتے ہیں کہ نفلی روزے رکھنا روٹی کا صرفہ ہے۔ نفلی نمازیں پڑھنا بیوہ عورتوں کا کام ہے۔ اور حج کو جانا جہان کا

سیر کرنا ہے۔ اور دل ہاتھ میں لانا مردوں کا کام ہے۔ (مفتاح العارفین)

(۱۶) نفلی نمازیں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے اور نفلی روزے رکھنا جان کی پاکیزگی اور اسلام کی سنت بجالانا اور حج کرنا ایمان کی سلامتی ہے جو عبادتِ الٰہی سے منع کرے وہ شیطان ہے۔ (محکم الفقراء)

(۱۷) قلب ایک سمندر ہے بشرطیکہ صاحبِ قلب صاحبِ توحید ہو جب اس سمندر میں غوطہ لگائے تو تینوں زمانوں ماضی، حال اور مستقبل کے حقائق اور علوم اس پر منکشف ہوں اور وہ روشن ضمیر بن جائے اور اس پر لوح محفوظ کے علوم منکشف ہوں، اور دل کی آنکھوں سے لوح محفوظ پر لکھے ہوئے کو پڑھ لے۔ (توفیق الہدایت)

(۱۸) فقر محمدی یہودیوں اور اہل بدعت کو نصیب نہیں ہوتا جو کچھ وہ تم پر ظاہر کرتے ہیں یا دکھاتے ہیں اس پر اعتبار نہ کرنا کیونکہ وہ اہل شرب اور غیر شرع ہیں اور جو کچھ وہ دکھاتے ہیں وہ محض استدراج ہے۔ (توفیق الہدایت)

(۱۹) اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فقیری مشکل ہے لیکن فقیر باہو کہتا ہے کہ فقیری مشکل نہیں مشکل وہ بات ہوتی ہے جو دل کو اچھی نہ لگے، جس کو فقر دل سے بھاتا ہے اس کے لئے آسان ہے۔ (جامع الاسرار)

(۲۰) جو شخص اہل سنت و جماعت کے طریقہ سے قدم باہر رکھتا ہے وہ بدعتی ہے کبھی منزل مقصود پر نہیں پہنچے گا۔ (توفیق الہدایت)

(۲۱) واضح رہے کہ انسان کے لئے زیادہ علم پڑھنا فرض نہیں اس کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ گناہوں سے بچے، اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور نیک اعمال کو عزیز جانے، انسان کو ضروری علم سیکھنا چاہیئے، اور پھر اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ (فضل اللقا)

(۲۲) یہ لوگ احمق ہیں جو مضغہ گوشت کو دل خیال کرتے ہیں، اور حبس دم کر کے نفی اثبات تفکر سے لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ قلب اور دل کی انتہا و کنہ سے بے خبر اور محروم ہیں، وہ احمق ہیں۔ جو گوشت کے ٹکڑے کو ہلاتے ہیں۔
(فضل اللقاء)

(۲۳) جو شخص حیاتِ نبوی کو حیات نہیں جانتا بلکہ ممات کہتا ہے وہ شخص دین میں سست اور جھوٹا ہے کیونکہ جو شخص حیات نبوی کا قائل نہیں۔ وہ بے دین اور بے یقین ہے۔ جو

بے یقین ہے وہ منافق اور شیطان لعین کا تابع ہے۔ (مفتاح العارفین)

(۲۴) اگر اس عمل کی فرصت ہو تو قرآن شریف کو سند بنائے دن رات قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہے تو تھوڑے ہی دنوں میں رکا ہوا کام بر آئے اور مقصود جلد ہی بر آئے۔ یا اللہ تم یا اللہ قیامت کے دن اس کا نتیجہ فقیر باہوؒ کے دامن میں ہوگا۔ بشرطیکہ صاحب صادق اور سچے ارادے والا اور خدا و رسولؐ کو حاضر و ناظر جانتا ہو اور کلام ربانی کو شفیع بنائے اور کلام اور ذکر میں خیانت نہ کرے۔ (جامع الاسرار)

(۲۵) جب تک فقیر کامل بادشاہ کی طرف توجہ نہیں کرتا اسکی مہمات سر انجام نہیں پاتیں نہ اسے فتح حاصل ہوتی ہے خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے بادشاہ کو بادشاہی امر الٰہی سے فقیر کی مہربانی سے حاصل ہوتی ہے۔

(۲۶) اگر فقیر چاہے تو ایک مفلس گداگر کو بادشاہی تخت عنائت کر سکتا ہے۔ اور اگر چاہے تو تمام ممالک کے بادشاہ کو معزول کر دے۔ (امیر الکونین)

(۲۷) واضح رہے کہ کل تہتر فرقے ہیں ان میں سے کوئی بھی اپنے تئیں غلطی پر نہیں کہتا ہر ایک یہی کہتا ہے کہ ہم راستی پر ہیں لیکن ان میں سے بہتر غلطی پر ہیں۔ اور مخالف شرع ہیں۔ صرف اہل سنت و جماعت لوگ راستی پر ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ فقیر عارف وہ ہے جو ان تہتر ۷۳ فرقوں کی واقفیت رکھتا ہو۔ لیکن کاربند اہل سنت و جماعت ہو۔ (امیر الکونین)

(۲۸) ہر علم کا مغز علم تصوّف ہے۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی باتیں ام العلوم اور احیاء العلوم ہیں، علم تصوف سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے۔ جو شخص علم تصوف نہیں پڑھتا اس کا دل سیاہ رہتا ہے اور ہمیشہ جہل و نفاق میں رہتا ہے۔ علم تصوّف ہی علم فقہ اور سلک و سلوک فقر ہے اس سے قلبی تصدیق، توفیق تحقیق رفیق، تحقیق، فضل اللہ حاصل ہوتے ہیں۔ علم تصوّف سے عارف رحمتِ الٰہی بن جاتا ہے۔ جو شخص علم تصوّف سے منع کرتا ہے وہ بے دین ہے۔ (امیر الکونین)

(۲۹) یہ مراتب عظمیٰ اور سعادت کبریٰ مجھے شریعت سے نصیب ہوئی ہیں۔ میں نے ہمیشہ شریعت کو ہی اپنا پیشوا بنایا ہے۔ طالب اللہ خواہ مبتدی ہو خواہ منتہی اسے چاہیئے کہ صبح و شام شریعت کو مدّ نظر رکھے۔ اور جو کچھ شریعت حکم کرے اس کے مطابق عمل کرے۔ (امیر الکونین)

(۳۰) عارف، فقیر اولیاء اللہ صاحب منصب جسے درویش ولی اللہ کہتے ہیں۔ اسے ماضی حال مستقبل کی حقیقت بخوبی معلوم ہوتی ہے، اور دونوں جہان کے الٰہی خزانوں کا تصرف اسے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں ہوتی۔ جو شخص کہتا ہے وہ نہیں جانتا اور جو جانتا ہے وہ کہتا نہیں لیکن کامل کو اختیار ہے خواہ کہے خواہ نہ کہے اور یہی میری حالت ہے۔

(۳۱) واضح رہے کہ جب تک کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا زبانی اقرار اور قلبی تصدیق نہ کی جائے نفس مسلمان نہیں ہوتا پس زبانی اقرار تو ہر شخص کرتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کی دلی تصدیق کون کرتا ہے، اور اس کی پہچان کیا ہے، اگر کوئی شخص ساری عمر ریاضت اور تقویٰ میں بسر کرے اور علم فقہ و مسائل پڑھتا رہے اور نماز روزے اور نفلوں میں گزار دے اور دن رات تلاوت قرآن میں مشغول رہے اور ذکر فکر اور مراقبہ سے جاں بلب ہو جائے تو بھی جب تک مرشد بیدار نہ ہو کبھی تصدیق قلبی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ نفس کے اکہتر ہزار زنار کفر کے زنار سے بھی زیادہ سخت ہیں اور یہ اسی وقت ٹوٹتے ہیں جب انسان مرشد بیدار پروردگار ہو جاتا ہے۔ (امیر الکونین)

(۳۲) واضح رہے کہ فقیری معرفت الٰہی اور مسلک سلوک علم ہی سے شروع ہوتی ہے اور علم پہ ہی ختم ہوتی ہے۔ اور شریعت، قرآن شریف اور احادیث نبوی کے علم سے باہر نہیں۔ جو باطن ظاہر کے موافق ہے وہ برحق ہے کیونکہ منجانب اللہ ہے اور جو باطن ظاہر کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔ (توفیق الہدایت)

(۳۳) فقیر کے دشمن تین شخص ہیں اور یہ تینوں ہی دنیا کے دوست ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ منافق، حاسد یا کافر۔ (اسرار القادری)

(۳۴) واضح رہے کہ عارف باللہ صاحب کل کو لذت بھی ذات کل سے ہے، چار لذتیں ایسی ہیں جو لذت کل سے باز رکھتی ہیں۔ اول طرح طرح کے لذیذ، چرب اور شیریں کھانوں کی لذت، دوسری عورت سے مجامعت کرنے کی لذت، تیسری حکومت شاہانہ کی لذت، جو سر سے پاؤں تک محض دنیا ہے۔ چوتھی مطالعہ علم کی لذت یہ چاروں لذتیں برابر ہیں۔ افسوس! ساری عمر مطالعہ میں صرف کر دی لیکن معرفت، مشاہدہ،

نورحضور، تجلیات ذات اور قرب الٰہی سے محروم نہ ہو۔ ارے نادانِ عالم! مرتے وقت معرفت الٰہی کے لئے ہزار غم کھاؤ گے آہیں بھرو گے آہ! آہ! کسی کامل مرشد کو ڈھونڈو۔ اور رفیق راہ بناؤ تاکہ تمہیں شیطانی معصیت سے بچائے جس وجود میں معرفت الٰہی کی لذت ہوتی ہے اس سے چاروں لذتیں نکل جاتی ہیں۔ بعد ازاں معلوم ہوتا ہے کہ الٰہی لذت ایسی لذت ہے جس سے روح کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ (اسرار القادری)

(۳۵) رزق دو قسم کا ہے ایک رزق مرزوق جو ہر حال میں پہنچتا ہے دوم رزق مملوک جس کا انسان صرف چند روز مالک اور محافظ رہتا ہے۔ پس بہت مال جمع کرنے سے غرض جمعیت نفس اور اعتبار خلق ہے اور بس۔ (نور الہدیٰ)

(۳۶) جو اہل معرفت صاحب قرب اور مشاہدہ اور نور حضور اولیاء اللہ ہمیشہ صحبت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص الخاص ہیں اُن کی سات نشانیاں ہیں۔

اوّل: یہ کہ ان کے وجود سے خوشبو نکلتی ہے وہ کستوری سے بڑھکر ہوتی ہے۔

دوسرے:۔ ظاہر و باطن میں غنی دل ہو۔

تیسرے:۔ جو بات کہے وہ قرآن و حدیث کے موافق ہو۔

چوتھے: لباس شرعی پہنے۔

پانچویں:۔ طریقہ اہل سنت و جماعت کو اپنے اوپر لازم جانے۔

چھٹی:۔ ہمیشہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔

ساتویں:۔ سخاوت میں بے نظیر ہو، ظاہر میں لوگوں سے گفتگو اور باطن میں فنا فی اللہ غرق ہو۔ (شمس العارفین)

(۳۷) جب تو کسی صوفی کو دیکھے اور اس کے سامنے تفسیر، دائیں ہاتھ حدیث اور بائیں طرف فقہ کی کتابیں نہ ہوں تو تو سمجھ لے کہ وہ شیطان ہے اور جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ مکر اور استدراج ہے۔ (کشف الاسرار)

(۳۸) واضح رہے کہ اہل دنیا سے وہی فقیر التجا کرتا ہے جو محتاج ہو اور محتاج فقیر وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کا آشنا نہیں ہا، پس جو فقیر اللہ تعالیٰ کا آشنا ہے وہ جو کچھ طلب کرتا ہے خدا سے کرتا ہے، جو فقیر آشنا ہے سب کوئی اس کا محتاج ہے

وہی فقیر اہل دنیا اور دولتمندوں کی طرف رجوع کرتے ہیں جو راندۂ درگاہ ہوتے ہیں، اور جن کا پیشوا شیطان ہوتا ہے۔

(محبت الاسرار)

(۳۹) بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو ذکرِ حبس دم کی توجّہ سے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور مسخر کرتے ہیں، اس قسم کا دم نوشِ مزہ سانپ کی طرح موذی ہے اور معرفت پروردگار سے بہت دور ہے۔

"کیونکہ دم بند کرنا کافروں اور اہل دوزخ کا کام ہے ایسے گروہ سے ہزار بار استغفار کرنی چاہیئے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ دم تو بند کرے اور کام قرآن و حدیث کے مخالف کرے، بلکہ ایسا کہ نا بے فائدہ ہے اور کافروں کی رسم ہے۔ اگر مدعی یہ کہیں کہ میں نفس پہ امیر ہوں تو امیر نہیں بلکہ اسیر ہے نیز وہ غلط اور جھوٹ کہتے ہیں۔

(کشف الاسرار)

(۴۰) فقیر باہو کا قول تمام جنوں اور انسانوں کے اعمال سے بہتر ہے دنیا کا چھوڑ دینا دونوں جہان کی عبادت ہے۔

(محبت الاسرار)

اگر تو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور میں تجھے معرفت الٰہی تک پہنچا سکتا ہوں، اگر نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔

(امیر الکونین)

شجرہ طیبہ قادریہ سروریہ (فارسی)

منم وابستۂ داماں مرشد ارشد و ہادی ما!
فقیر سروری نور محمدؒ صوفی و صافی
مرا نورِ محمد نور احمدؒ مے بود کافی،
دگر صالح محمد صفحۂ دل را کند صافی
غلام باہو رحؒ محمد رحؒ ہم حسینمؒ مے بود شافی،
ولی سلطان باہو رحؒ پیر رحمانؒ بس بود کافی
جلیلؒ و ہم بقا رحؒ ستارؒ فتاح رحؒ نجم الدینؒ یحییٰ رحؒ
دگر جبار رحؒ رزاقم رحؒ ہمیشہ شافی و وافی،
شفیعم غوثِ اعظم بو سعیدؒ و بو الحسن رحؒ کافی
ولی بو الفرح رحؒ واحد رحؒ تمیمی رحؒ و شبلیؒ گرا شافی
جنیدؒ و سقطی رحؒ و معروفؒ داؤدؒ و حبیبؒ عجمی
حسنؒ ہم حیدرؒ و احمد محمد شافی و وافی

قائم رکھیں ساتھ اِنہاندا حشر دیہاڑے تائیں   یارب سائیں
روشن رہوے ایہہ شمع عشق دی مارے نور شعائیں   ہر ہر جائیں،
سوہنی صورت حضرت دی رہے ہر دم پیش نگاہیں   مردیاں تائیں
ارشد سوز تے درد دے دا قائم رہو سدائیں   ایہو دعائیں،

○

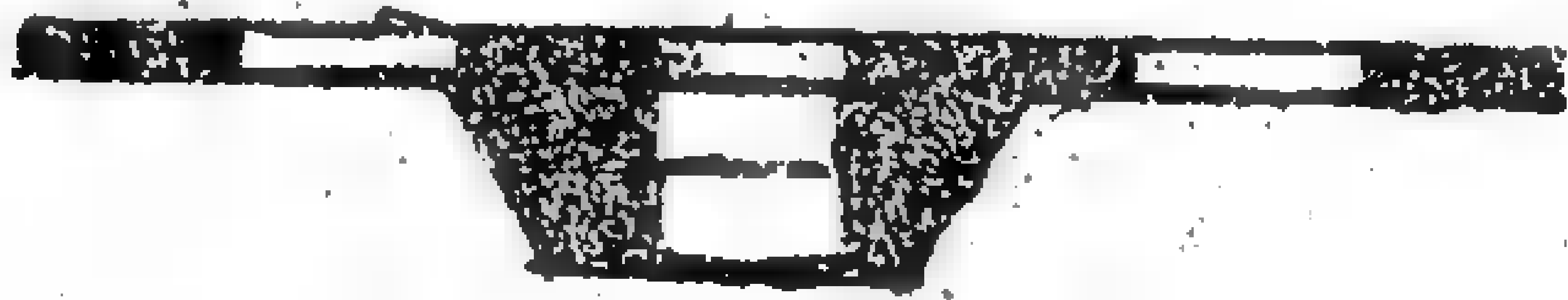
عشق سلامت رکھو میرا یا غوثِ صمدانی   پیر جیلانی رحؒ
حضرت باہو رحؒ نظر کرو تاں دور ہووے پریشانی   ایہہ حیرانی
سوہنے نور محمد مینوں بخشو نور ایمانی   سخی سلطانی
ارشد ایہناں تائیں آتے جان میری قربانی   ایہہ میرے جانی

○

شجرۂ عالیہ قادریہ میرزیہ منظوم پنجابی

خداوندا طفیل ذات اپنی — میرے حصہ وِیو چہ اپنا لقا کر
طفیل حضرت محمد مصطفیٰ دے — میرا ایمان کامل تے بقا کر
طفیل پیر مرشد شاہ علیؓ دے — شفیع میرا محمد مجتبیٰ کر
طفیل حسن بصری پیر کامل — تمامی حرص میں تھیں دور چا کر
طفیل شہ حبیب عجمی مکمل — میرے آئینہ دل نوں صفا کر
طفیل پیر حضرت شاہ داؤدؒ — شراب معرفت میری غذا کر
طفیل شیخ کرخیؒ پیر معروف — شریعت وچہ اسانوں پیشوا کر
طفیل شیخ عبداللہ سقطیؒ — اسانوں راہ طریقت دا عطا کر
طفیل شہ جنیدؒ پیر بغداد — حقیقت وچہ میرے دل نوں ضیا کر
طفیل شیخ شبلیؒ پیشوا دے — مینوں وچہ صوفیاں دے اصفیا کر
طفیل عبد واحدؒ ابن تمیمیؒ — کرم بخشش تھیں مینوں جہندا کر
طفیل بو الفرحؒ یوسف ولی دے — عذاب النار تھیں مینوں جدا کر
طفیل بو الحسنؒ شیخ الشائخ — وجود میں میرے نوں کیمیا کر
طفیل بو سعیدؒ پیر میراں — عبادت وچہ میرا دل بے ریا کر
طفیل غوث اعظمؓ شاہ جیلاں — توں اپنی ذات وچہ مینوں فنا کر
طفیل پیر زادہ عبد رزاق — بقا باللہ وچہ میری بقا کر
طفیل پیر زادہ عبد جبار — مینوں وسواس شیطاں تھیں رہا کر
طفیل سید یحییٰ ولی دے — سیاہی دور کر دل نوں جلا کر
طفیل نجم دین برہان پوری — محبت شوق اپنے وچہ فدا کر
طفیل عبد فتاح کاشف اسرار — مینوں وچہ دوستاں دے اپنا کر
طفیل راز دانا عبد ستار — تمامی دُور دردیں تھیں بلا کر
طفیل سید عبد البقا دے — میں بے قیمت نوں یارب بے بہا کر

طفیلِ عبد الجلیل اللہ والے — میرے سر توں تمامی قرض ادا کر
طفیلِ عبد رحمان سیّدِ پاک — ہمہ مرضاں تے درداں تھیں شفا کر
طفیلِ بادشاہ سلطان باہوؒ — شفاعت مصطفےٰ میں تے روا کر
طفیلِ شاہزادہ ولی محمد — چھپائیں عیب سارے رد خطا کر
طفیلِ راہنما محمد حسینؒ دے — مینوں رکھ نفس شیطاں تھیں بچا کر
طفیلِ مولوی حافظ محمد — مینوں عالم کلام اللہ دا کر
طفیلِ شہ غلام باہو ولی دے — میری توں مستجاب ایہہ کل دعا کر
طفیلِ حضرت صالح محمد — بہشت اندر اساڈا گھر بنا کر
طفیلِ حضرت سلطانِ حامد — مینوں توں درد دل دا جا عطا کر
طفیلِ مظہرِ نورِ محمد — توں اپنا عشق عاصی نوں عطا کر
طفیلِ نور جانِ نور احمد — مینوں ہر حادثے تھیں رکھ بچا کر
طفیل سروری نور محمدؐ — کرم تے مہر دنیا میں دل نگاہ کر
طفیلِ پیر ارشد قادری دے — محبت معرفت اپنی عطا کر
طفیلِ اینہاں بزرگاں ساریاں دے — میرے دکھاں تے درداں دی دوا کر
کریں سب مشکلاں حل میریاں توں — تے دنیا دین دے غم توں رہا کر
ہیں اسماعیل سلطانی نوں مولا — محبّت پیر خانے دی عطا کر



شجرہ عالیہ قادریہ سروریہ منظوم (اردو)

خدا تے ذوالمنن صدقہ تری ہر شان رحمت کا — تصدق مصطفےٰ ختم رسل سلطان امت کا
عطا کر ملت اسلام کو فتح مبیں یا رب — وسیلہ مرتضےٰ مشکلکشا شاہ ولایت کا
پئے خواجہ حسن بہر حبیب و از پئے داؤد — سبق مومن کو دے اسلام کی سچی محبت کا
پئے معروف کرخی و پئے خواجہ سری سقطی — عطا کر عشق مسلم کو جنید پاک طینت کا
پئے شبلی و عبدالواحد و بہر ابو یوسف — دکھا جلوہ جمال بوالحسن کی حسن صورت کا
بحق بوسعید باسعادت خالق عالم — ہمیں جذبہ عطا کر غوث اعظم کی عقیدت کا
بحق عبدرزاق عبدجبار و رخ یحییٰ — بحق نجم الدین کر بول بالا نجم قسمت کا
طفیل عبدفتاح و طفیل بندہ ستار — پئے عبدالبقا مژدہ ہمیں دے فوز و فرحت کا
پئے عبدالجلیل و عبد رحمان خالق رحمان — کف سلطان باہو سے عطا ہو جام وحدت کا
الٰہی اس ولیؒ باحمد کے تصدق میں — دکھا منظر محمد کی حسینی شکل و صورت کا
پئے حافظ محمد اور غلام حضرت باہو — پئے صالح محمد کر فزوں اعزاز امت کا
رخ سلطان حامد جلوۂ نور محمد سے — دکھا دے نور احمد نور انوار رسالت کا
پئے نور محمد ہے یہ ارشد کی دعا یا رب — اجالا بزم حسن و عشق میں کر شمع وحدت کا
ملے مجھ کو بھی فیض غوث اعظم فیض سلطانی — الٰہی واسطہ ان جملہ پیران طریقت کا

دعا بدرگاہ الٰہی

مجھے اے قادر مطلق بھلائی کی ہدایت دے — بہ فیض غوث اعظم تو مجھے کامل بصیرت دے
الٰہی مجھ کو سچی بات کہنے کی وہ جرأت دے — خدا لگتی کہوں ہر بات وہ حق گو طبیعت دے
نہ دنیا دے نہ زر دے اور نہ مجھ کو بادشاہت دے — تمنا ہے فقط اتنی محمد کی محبت دے
قلم میں اور زباں میں اسے خدا ایسا اثر کر دے — کہ جس کی وجہ سے سینوں میں عشق مصطفےٰ ابھرے
طفیل ان پاک مردوں کے مجھے بھی پاک کر دیجے — رہے نہ خوف و غم ایسا مجھے بے باک کر دیجے
اس ارشد قادری کو اب خدایا اپنی رحمت سے — چھڑا کر غیر سے حصہ دے اپنی عشق و الفت سے

(نوٹ) شجرہ کے ابتدائی اشعار مولانا ضیاء القادری نے تحریر کیے ہیں، آخری اشعار اور مکمل دعائیہ اشعار فقیر نے تحریر کیے ہیں۔

کتب امدادی

(جن سے میں نے اس کتاب کے لکھنے میں مدد لی)

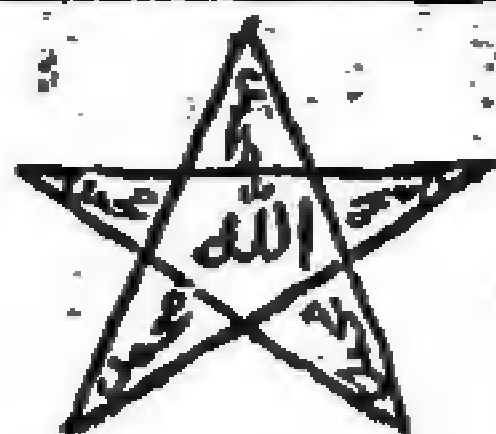
(١) عرفان حصہ اول و دوم	حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب قادری سروری کلاچوی رح
(٢) مخزن الاسرار و سلطان الاوراد	حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب قادری سروری کلاچوی رح
(٣) لواقح الانوار	امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ
(٤) خزینۂ معارف اردو ترجمہ ابریز شریف	علامہ احمد بن مبارک سلجماسی رح
(٥) فتوحات مکیہ	حضرت علامہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ
(٦) مقالات احسانی	حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
(٧) ہمعات	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح
(٨) فیوض الحرمین	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح
(٩) لطائف المنن والاخلاق	حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رح
(١٠) قول الجمیل	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح
(١١) کشف المحجوب	حضرت مخدوم سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رح
(١٢) مثنوی شریف	حضرت مولانا جلال الدین رومی رح
(١٣) ذکر خیر	حضرت مولانا محبوب احمد صاحب توکلی رح
(١٤) سرّ الاسرار ما یحتاج الیہ الابرار	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
(١٥) تاریخ مشائخ چشت	خلیق احمد صاحب نظامی رفیق ندوۃ المصنفین
(١٦) اقبال اور تصوف	پروفیسر محمد فرمان ایم اے
(١٧) الروح وماہیتہا	حضرت سید محمد الحریری البیومی
(١٨) شریعت اور طریقت	مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی
(١٩) فیض سروری	ڈاکٹر محمد رفیق صاحب حجازی قادری سروری
(٢٠) حیات سروری	حضرت صاحبزادہ عبدالحمید صاحب قادری سروری
(٢١) الاحسان	مولانا احسان الدین صاحب کاکوری
(٢٢) مناقب سلطانی	صاحبزادہ سلطان حامد صاحب قادری سروری رح

(۲۳)	قرب دیدار	حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ
(۲۴)	محکم الفقرا	″ ″ ″
(۲۵)	مفتاح العارفین	″ ″ ″
(۲۶)	فضل اللقاء	″ ″ ″
(۲۷)	حجۃ الاسرار	″ ″ ″
(۲۸)	شمس العارفین	″ ″ ″
(۲۹)	گنج الاسرار	″ ″ ″
(۳۰)	اسرار قادری	″ ″ ″
(۳۱)	امیر الکونین	″ ″ ″
(۳۲)	توفیق ہدایت	″ ″ ″
(۳۳)	تیغ برہنہ	″ ″ ″
(۳۴)	محک الفقرا	″ ″ ″
(۳۵)	عین الفقرا	″ ″ ″
(۳۶)	نور الہدیٰ	″ ″ ″
(۳۷)	تصوف اور اردو شاعری	پروفیسر سید صفی حیدر
(۳۸)	تاریخ تصوف اسلام	رئیس احمد جعفری
(۳۹)	تفہیمات	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح
(۴۰)	ابیات پنجابی	حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ
(۴۱)	حجۃ اللہ البالغہ	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح
(۴۲)	اخبار الاخیار	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح
(۴۳)	جامع الاسرار	حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رح
(۴۴)	محبت الاسرار	″ ″ ″
(۴۵)	کشف الاسرار	″ ″ ″

اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

نُورٌ عَلٰی نُورٍ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُورِہٖ مَنْ یَّشَآءُ

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ



تصوّف اسلام کے موضوع پر ایک تحقیقی بلند پایہ کتاب جس کے
محض پڑھنے سے ہی آنکھوں میں نورِ معرفت کی چمک اور دل میں اسرارِ
غیبی کا ورود شروع ہو جاتا ہے۔

المسمّٰی

تذکرہ نور

تصنیف کردہ

فقیر محمد ارشد پناہوی قادری سروری، مہتمم دار العلوم
جامعہ صوفیہ پناہ کے شریف ڈاکخانہ منڈی برج ضلع لائلپور

شائع کردہ
انجمن خدام الاولیاء پناہ کے شریف ضلع لائلپور

ہدیہ چھ روپے